تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، سیاسی و مذہبی قائدین، صحافی، وکلاء اور ڈاکٹروں کی تقاریظ و تبصروں سے مزین

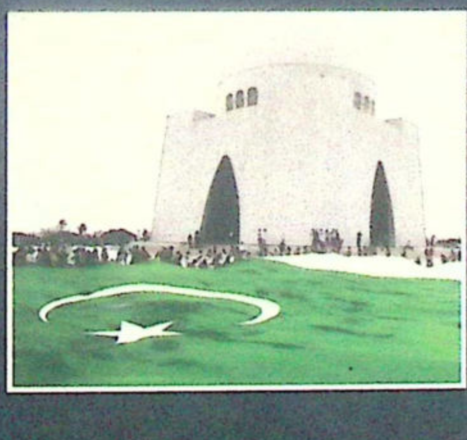


محمد علی جناح

ایک اسلامی مطالعہ

نور اللہ رشیدی





بسم الله الرحمن الرحیم

محمد علی جناحؒ

ایک اسلامی مطالعہ

نوراللہ رشیدیؔ

ناشر

النّور ریفارمنگ سنٹر اسلام آباد

0300-2475468-0311-8470209

کتاب کا نام	:	محمد علی جناح: ایک اسلامی مطالعہ
مؤلف	:	مولانا نوراللہ رشیدی
ناشر	:	النور ریفارمنگ سنٹر، اسلام آباد
کمپوزنگ	:	میٹرکس کمپوزر، راولپنڈی
اشاعت اوّل	:	جون 2019ء
صفحات	:	352
ہدیہ	:	750 روپے
مطبع	:	محمود برادرز، گوالمنڈی، راولپنڈی

عرضِ ناشر

کتاب اپنی تکمیل میں کئی مراحل سے گزرتی ہے۔ جس میں کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، طباعت اور بائنڈنگ کے مراحل ہیں۔ لہٰذا کسی مرحلے میں بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم ادارہ کو مطلع کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔

چونکہ کتاب اصلاحی پہلو پر لکھی گئی ہے لہٰذا کسی محقق کو کوئی کمزوری نظر آجائے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ (نوراللہ رشیدی۔ 0311-8470209, 0300-2475468)

انتساب

سابقہ، موجودہ اور آنے والے حکمرانوں کے نام

پارلیمنٹ، عدلیہ، انتظامیہ وصحافت کے نام

دینی اور عصری مراکز کے نام

اس کتاب کو پڑھنے والوں کے نام

کیا فرموداتِ قائداعظم پر کبھی غور وتدبر کیا گیا؟

خیراندیش

نوراللہ رشیدی

قائد کا فرمان

ایک بار سبی دربار میں خطاب کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا:
"نبی پاک ﷺ صرف نمازوں کے امام نہیں ہیں بلکہ وہ صدر مملکت بھی ہیں، کمانڈر، قاضی القضاۃ، معاشرے کے امام اور رہبر بھی ہیں انہوں نے نہ صرف غریبوں اور مسکینوں کو سینے سے لگایا بلکہ مزدوروں کو بھی عزت و عظمت سے ہمکنار کیا اس لیے مسلمانوں کے تمام طبقات کو زندگی کے ہر مسئلے میں حضور ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے۔"

(قائد اعظم کا مسلک، ص40)

فہرست

مولانا محمد اسماعیل ریحان

مؤرخ اسلام

قائداعظم محمد علی جناح برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے عظیم سیاسی رہنماؤں میں سے ایک ہیں۔ جن کے بارے میں تحریک پاکستان کے مرکزی رہنما علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد گزشتہ دو صدیوں میں مسلمانوں کی کسی نے ایسی سیاسی خدمت نہیں کی جیسا کہ محمد علی جناح نے کی ہے۔ ایسی عظیم شخصیت کا حق یہ تھا کہ اُن پر بھرپور انداز میں علمی و تحقیقی کام کیا جاتا اور خاص طور پر جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا یعنی خود قائداعظم کے الفاظ میں ایک اسلامی تجربہ گاہ کا حصول۔ اس مقصد اور نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے جناب قائداعظم محمد علی جناح کی حیات اور کارناموں کو مرتب کیا جاتا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس بارے میں جتنا کام ہونا چاہیے تھا اُس قدر نہیں ہوا۔ جب کہ اس کے برخلاف کام بہت زیادہ ہوا ہے جس میں دو قسم کے مصنفین پیش پیش ہیں۔ ایک وہ جو پاکستان کے مخالف ہیں اور پاکستان کا وجود برداشت نہیں کرتے آج بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان دوبارہ اکھنڈ بھارت کا حصہ بن جائے۔ چونکہ ایسے لوگوں کا مقصد ہی منفی ہے اور ناپاک ہے اس لیے وہ جہاں پاکستان پر حملہ کرتے ہیں اور اس کی نظریاتی سرحدوں کو پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہاں بانیانِ پاکستان اور خاص کر محمد علی جناح کی شخصیت کو بھی مختلف طریقوں سے مسخ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں جو بظاہر پاکستان دوستی کا دم بھرتے ہیں اور قائداعظم کی بھی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اُنہیں ایک عظیم لیڈر قرار دیتے ہیں مگر وہ اُن کے اسلامی کردار اور اسلامی پہلو کی شدت سے نفی کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ایک سیکولر رہنما تھے اور ایک بے دین ریاست قائم کرنا چاہتے تھے اور یہ

اُن کا ہدف تھا لہٰذا ہمیں بھی پاکستان کو ایک بے دین ریاست بنانے کی کوشش کرنی چاہیے ان دونوں افکار کے مقابلے میں صحیح فکر اور صحیح رُخ پر کام کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے اور خاص طور پر علمائے کرام کو یہاں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ بھی ہونا چاہیے اور قوم کو بھی صحیح رُخ دکھانا چاہیے۔ ہمارے فاضل مصنف جنہوں نے یہ کتاب لکھی ہے وہ ہم سب کی جانب سے نہایت مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ ایک انتہائی جامع اور نہایت مفید کتاب مرتب کی ہے جو نہ صرف قائداعظم کی زندگی کا احاطہ کرتی ہے اور تحریکِ پاکستان کے مختلف ادوار اور مختلف پہلوؤں کو بے نقاب کرتی ہے بلکہ قائداعظم کی اسلامی فکر اور اُن کے اسلامی فلسفے کو دنیا کے سامنے لاتی ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ کتاب بہت ساری غلط فہمیوں کے ازالے کا باعث بنے گی اور اس کی وجہ سے پاکستان کی تعمیر اور استحکام کے لیے کام کرنے والے احباب کو ایک نئی روشنی نصیب ہو گی اور یہ کتاب ہماری نئی نسلوں کی تربیت اور رہنمائی کا کام کرے گی۔ والسلام

خطیب اسلام مولانا عبدالکریم ندیم

مرکزی وائس چیئرمین پاکستان علماء کونسل

میرے انتہائی قابلِ قدر مخلص اور محترم بھائی حضرت مولانا نوراللہ رشیدی دامت برکاتہم جو ایک صاحبِ علم و عمل انسان ہیں انہوں نے زیرنظر کتاب محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ میں محمد علی جناح کی شخصیت و کردار کے حوالے سے ایک اہم ترین کتاب تحریر کی ہے۔

مولانا موصوف بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کے ہاتھوں پر بیسیوں نہیں سینکڑوں غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں اور دین اسلام کی دعوت اسلامی نہج پر بہت خوبصورت انداز میں امت میں اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمتہ کے ان اقوال کو زیرقرطاس کیا جن سے بہت سارے لوگوں نے قائداعظم پر لکھی گئی تحریروں میں اس کو نظرانداز کیا اور چشم پوشی سے کام لیا۔ جب کہ ایک عظیم اسلامی اور دینی لیڈر ہو اور ایک تحریک کا بانی ہو اور وطن عزیز کی بنیاد ڈالنے والا ہو اس کا دین اسلام کے ساتھ ایسا محترم اور قابلِ قدر رشتہ نہ ہو تو یہ ایک عجیب سی بات ہے حالانکہ یہ ایک اہم ترین عنوان ہے جس پر اُنہوں نے یہ قدم اُٹھایا اور بہت بڑا اُمت پر احسان کیا ہے۔ اس کے اندر اُنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی دینی، علمی شخصیت کو اُجاگر کیا۔ پھر اُن کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت اور اُمت کا احساس اور غم اور مدینہ طیبہ کی طرز پر ایک عظیم الشان اسلامی ریاست کے قیام کی محنت اور پھر اُس دور کے جید علماء کرام اور مشائخ کا اعتماد جن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، برصغیر کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، محدث اعظم حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، اور شمس العلماء حضرت علامہ شمس الحق افغانی، اور مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور کئی جید علماء کی اُنہوں نے تائید و تصویب حاصل کی اور ان کا علماء کے ساتھ یہ والہانہ محبت کا کمال تھا جس وقت پاکستان کی پرچم کشائی کا وقت آیا تو

دونوں ملکوں میں مغربی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانی کا اُنہوں نے انتخاب کیا۔ ایسے ہی اس وقت جب ریڈیو پاکستان میں درسِ قرآن شروع ہوا اس کے لیے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ان حضرات کا انتخاب کیا۔ یہ تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ بات نعمتِ عظمیٰ ہے یہ وطن عزیز جو ہمیں موصول ہوا۔ محمد علی جناح مرحوم کی زندگی نے اللہ کے ہاں ایک وقت متعین تھا وہ اس جہاں سے چلے گئے بعد میں آنے والوں نے اس ذمہ داری کو کما حقہ نہیں نبھایا تا کہ علماء سیاسی لیڈر مل کر باہمی اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اس وطن عزیز کو ان خطوط پر استوار کرتے جن کی تمنا محمد علی جناح مرحوم نے کی تھی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ میں خلافتِ راشدہ کا نظام نافذ کروں گا اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے آئیڈیل شخصیت حضرت عمر فاروقؓ ہیں اور میں اس کو مدینہ طیبہ کے بعد زمین پر ابھرنے والی پہلی اسلامی ریاست سمجھتا ہوں جس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ایک عظیم مقصد پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اس نعرے کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئی اور اس نعرے میں علماء کا بہت بڑا کردار ہے جس کو آج بہت سارے مورخین نے نظر انداز کیا ہے۔ اللہ جزائے خیر دے مولانا نوراللہ رشیدی کو جنہوں نے بڑی کاوش اور بڑی جانفشانی سے ایسا باب جو بالکل چھپایا جا چکا تھا خاموش تھا کوئی اس کو کھول نہیں رہا تھا اُنہوں نے اس پر قلم اٹھایا اور اس حقیقت کو واشگاف کیا اور یوں سمجھیے کہ علماء کرام کی قدر و منزلت کو بھی اُجاگر کیا۔ بانی پاکستان پر اُبھرنے والے بہت سارے اُن لوگوں کے اختلافات اور شبہات جو بانی پاکستان سے بجائے عقیدت کے عداوت رکھتے تھے اور ان پر اعتراضات کا اُنہوں نے جواب دیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ محمد علی جناحؒ ایک خالص مذہبی اور ایک عظیم انسان تھے اور اُنہوں نے علماء کی سرپرستی اور قیادت میں وطنِ عزیز کی بنیاد ڈالی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا رشیدی صاحب کی ان کاوشوں کو قبول و منظور فرمائیں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو اس وطنِ عزیز کی حفاظت اور اس کے استحکام اور احیائے اسلام کے لیے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی دامت برکاتہم

معروف خطیب، مصنف

ہمارے بزرگوں نے ملک پاکستان کو مسجد کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے ہر بندہ رائے دے سکتا ہے کہ فلاں جگہ مسجد بنائی جائے اور جب مسجد بن جائے جس جگہ بھی بن جائے اس کو آباد رکھنا اس کی حفاظت کرنا اور اس کے اندر آباد لوگوں پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو ان کا دفاع کرنا یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ وطن عزیز پاکستان بنانے میں بہت سے قائدین نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے ان میں بعض بنیاد کا پتھر بنے اور بعض ان میں دیوار بنے اور بعض ان میں ستون بنے۔ اس عظیم وطن کا نام عالم اسلام کے ایک عظیم ہیرو اور عاشق رسول ، اللہ کی زمین پہ پہلے پاکستانی چوہدری رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ 1915ء اسلامیہ کالج لاہور میں بزم شبلی کے اجلاس میں نظریہ پاکستان کا اعلان بھی کیا...... پھر قافلہ بڑھتا گیا اور منزلیں ملتی گئیں اس تحریک میں بڑے بڑے لوگوں نے حصہ لیا جن میں نمایاں نام، مولانا محمد علی جوہر، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح ہیں۔ بانی پاکستان کا اعزاز بھی اللہ پاک نے قائد اعظم محمد علی جناح کے سر رکھا۔ وہ اپنے دور کے عظیم انسان تھے، ایک سچے مسلمان تھے، بات کے پکے من کے سچے، مضبوط ارادوں کے مالک تھے۔ اپنی ذہانت اور فطانت کے ساتھ وطن عزیز کے حصول کی جدو جہد کو جاری رکھا بالآخر منزل پہ پہنچ کر دم لیا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے ''جن کے دل میں رحم، طبیعت میں سادگی، احساس میں خلوص اور سوچ میں سچائی ہوتی ہے ایسے انسانوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے لیے نعمت ہے۔'' اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے ''خالق سے اچھا تعلق اور مخلوق سے اچھا سلوک مؤمن کی نشانی ہے۔'' ان ہی قائدین کے بارے میں یہ الفاظ ہمیشہ گونجتے رہیں گے۔

مثبت رویوں کا حامل شخص ایسا درخت ہوتا ہے جو ہر موسم میں سرسبز وشاداب رہتا ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں تقریباً دنیا کے ہر مکتبہ فکر کی اہم شخصیات نے

اقرار کیا ہے کہ آپ صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، ان کا ایک عظیم قول ہمیشہ دعوت فکر دیتا رہے گا "وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کون سا لنگر ہے جس پر اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی، وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے، وہ رشتہ وہ لنگر وہ چٹان اللہ کی کتاب ہے۔ مجھے یقین ہے جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا، ایک اللہ، ایک رسول، ایک کتاب، ایک اُمت" (سو عظیم شخصیات ص 710)

4-4-2019ء کو خانقاہ نقشبندیہ مرکز العرفان واہ کینٹ کے سالانہ اجتماع میں حضرت مولانا نور اللہ رشیدی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنی نئی کتاب "محمد علی جناح...... ایک اسلامی مطالعہ" جس کو ایک طائرانہ نظر سے دیکھا اور انہوں نے بحوالہ کتاب کو مرتب کیا ہے، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی زندگی اور تحریکی کام پر لاتعداد لوگوں نے لکھا ہے لیکن موصوف نے جس عنوان کو سامنے رکھ کر قلم و قرطاس کو حرکت دی ہے اس سے پہلے ایسا کام نظر سے نہیں گزرا، جو اُن کے وسعت مطالعہ اور محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ مجھے امید ہے یہ کتاب نئی نسل کے لیے مشعل راہ ہو گی اور قارئین ہمیشہ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے، اس کتاب میں بہت سی تحقیقی باتیں بھی لائی گئی ہیں۔ مصنف کتاب کی دینی وسماجی اور تبلیغی کاموں پہ ہمیں فخر ہے کہ موصوف اپنی جوانی میں وہ کام کر رہے ہیں جو ہمارے اکابر کا طرہ امتیاز تھا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی دینی خدمات کو قبول فرمائے (آمین یارب العالمین)

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی
خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، مانسہرہ
مہتمم جامعۃ البنات صدیقہ کائنات ومدرسہ انوار مدینہ،
سرپرست اعلیٰ، مکتبہ انوار مدینہ مانسہرہ

2019-4-5 بروز جمعۃ المبارک

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد، امیر جمعیت علماء اسلام (ف) اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو بات مشہور ہو عموماً وہ صحیح بھی ہوتی ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ مشہور بات غلط بھی ہوتی ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ہمارے ہاں مشہور مثال ہے کہ قبضہ سچا اور دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے۔ اس واسطے جب کوئی شخص کسی پر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے۔ مدعا علیہ سے نہیں کیونکہ قبضہ مدعی علیہ کے پاس ہوتا ہے اور قبضہ دلیل ملک ہوتا ہے لہٰذا اُس سے دلیل پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور جب مدعی گواہ پیش کر دیتا ہے تو قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کے بارے میں کُھل کر نا سہی مگر دبی زبان میں شکوک وشبہات کا سلسلہ جاری تھا کہ ان کا مذہب کیا تھا؟ جب اللہ تعالیٰ کسی کو دنیاوی یا اُخروی یا دونوں عزتوں سے نوازتا ہے، ہر کوئی اُن کو اپنا ہم مذہب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ تاریخ میں ایک نہیں بے شمار مثالیں ہیں مثلاً محدثین صحاح ستہ کو دیکھیں۔ اکثر اہلِ مذاہب اُن کو اپنا ہم مذہب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں بالخصوص امام بخاریؒ، قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نام پر ایک خطہ الگ کرنے کی توفیق دی۔

یہ صرف دُنیاوی عزت نہیں بلکہ اُخروی عزت بھی ہے لہٰذا ہر ایک اگر اُن کو اپنا ہم مذہب بنانے کی کوشش کرے تو یہ کوئی قابلِ تعجب بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا نوراللہ

رشیدی مدظلہ کو جزائے خیر دے کہ اُنہوں نے ناقابلِ انکار دلائل سے قائداعظم مرحوم کو صحیح العقیدہ اہلسنت والجماعت مسلمان ثابت کیا صرف حسنِ ظن کی بنیاد پر ہی نہیں بلکہ مرحوم کے ماضی حال دونوں زندگیوں کے کردار کو سامنے رکھا اور اسلام کا اصول بھی یہی ہے۔ کسی کے بارے میں رائے اس کے ظاہر پر قائم کی جائے نا کہ اس کے باطن پر۔ قال النبی ﷺ ھلا شققت قلبه

حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ مظہر

معروف اسلامی سکالر

آج کے پُرفتن دور میں میڈیا پر جن لوگوں کا قبضہ ہے اُن سے یہ توقع نہیں کہ وہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے اصل اسباب و محرکات سے پردہ اُٹھائیں گے۔ نیز قوم کو یہ بتائیں کہ کن کی کوششوں اور کاوشوں سے تحریک پاکستان میں جان پڑی جس کی وجہ سے اس تحریک کو قبولیتِ عام حاصل ہوئی اور یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

آج ہماری نئی اور نوجوان نسل کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان بنانے میں حقیقی کردار علمائے حق کا ہے جس کا اعتراف بانی پاکستان قائداعظم اور اُن کے ساتھیوں نے برملا بار بار کیا اور قائد محترم نے خود اس وطنِ عزیز کا آئین کیا ہوگا متعین فرمایا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے ایک جلسہ عام میں فرمایا: ''لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ چودہ سو سال پہلے کا آئین لاؤ جو اسلام کا آئین ہے وہی پاکستان کا آئین ہوگا۔''

اللہ پاک برادرم مولانا نوراللہ رشیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح پر یہ کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' مرتب کی جس میں قائداعظم کے اسلامی پہلو اور قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے، جیسے اہم اور ضروری موضوعات پر مستند اور ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ لکھا ہے۔

میں اس بہترین اور اہم کتاب لکھنے پر رشیدی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور مذہبی اور سیاسی قائدین اور کارکنوں کو چاہیے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ اللہ پاک اس کتاب کو مصنف کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

نوجوان قائد علامہ اورنگ زیب فاروقی

سربراہ اہلِ سنت والجماعت پاکستان

یہ ایک حقیقت ہے کہ حصولِ پاکستان کے لیے لاکھوں مردوں اور عورتوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ان سب کے پیشِ نظر ایک ہی مقصد تھا کہ اس زمین پاک پر اسلامی نظام اور خلفائے راشدینؓ کی طرزِ حکمرانی کا نفاذ ہو خود قائداعظم نے 21 مارچ 1948ء کو فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے جہاں ایک بار پھر دنیا کے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔ (پاکستان کی قدر کریں، ص ۹۷)

لیکن قیامِ پاکستان کے فوراً بعد مغرب زدہ طبقے نے یہ جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ قائداعظم محمد علی جناح کے پیشِ نظر ایک سیکولر سٹیٹ کا قیام تھا۔ بدقسمتی سے قائد محترم کی زندگی نے وفا نہ کی اور آپ جلد ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی رحلت کے بعد تو سازشی عناصر نے مغربی آقاؤں کی سرپرستی میں مزید قوت حاصل کر لی اور بہت شدومد سے اپنے نظریات کی اشاعت شروع کر دی اور نئی نسل کے ذہن سے قیام پاکستان کے حقیقی مقصد کو دھندلا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگے۔ ان حالات میں نوجوان مصنف برادرم مولانا نوراللہ رشیدی کی تصنیف ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' نوجوان نسل کی مناسب اور صحیح خطوط پر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے گی۔ ان شاء اللہ۔ اور دوسری طرف دین بیزار ذہن رکھنے والے عناصر کے لیے بھی عبرت ہوگی کیونکہ اس کتاب میں مستند حوالہ جات سے محمد علی جناح کی زندگی کے روحانی، اسلامی اور خلفائے راشدین سے محبت وعقیدت اور وطنِ عزیز میں اسلامی نظام کے حوالے سے بہت سہل انداز میں گفتگو کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ نوجوان نسل اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اور مؤلف محترم کے لیے ذریعہ نجات فرمائے۔ آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا ظہور احمد علوی

مسئول وفاق المدارس العربیہ پاکستان، اسلام آباد

پاکستان جو کہ لا الہ کے نام پر حاصل کیا گیا بانیانِ پاکستان کے پیش نظر پاکستان کا تصور تھا کہ ہم ایسا خطہ حاصل کر لیں جسے اسلامی ریاست بنایا جائے اور قرآن وسنت کو بطور آئین و قانون کی بالادستی حاصل ہو جس تصور کے پیش نظر علمائے برصغیر بالخصوص حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے تلامذہ و متوسلین شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع محدث اعظم مولانا ظفر احمد عثمانی معروف مفسر و محدث مولانا ادریس کاندھلوی اور ان جیسے لاتعداد معروف اکابر علماء نے محمد علی جناح مرحوم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔

محمد علی جناح مرحوم کو اُن کی انہی ایمانی جذبات کے پیش نظر تاریخ میں سب سے پہلے علماء ہی نے قائداعظم کے لقب سے نوازا۔

مستند تاریخی روایات کے مطابق سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی نے 1937ء میں محمد علی جناح مرحوم کو قائداعظم کے لقب سے مخاطب کیا اور پھر اس کے بعد یہ لقب مشہور ہوتا چلا گیا۔ محمد علی جناح مرحوم کا نام ہو کر رہ گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کی وفات کے بعد سے پاکستان میں رہنے والی سیکولر لابی دین بیزار طبقہ یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کہ قائداعظم ایک سیکولر انسان تھے۔ مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں رکھتے تھے اس شوشے اور کہانی کے پس منظر اُن کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست قرآن اور سنت کے سانچے میں اُسے ڈھالنے کے مطالبے سے مسلمانانِ پاکستان دستبردار ہو جائے اور پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی ملک

کے بجائے سیکولر ریاست کی طرف لے جایا جائے۔ ان حالات میں ایسی تحریروں اور کتب کو پھیلانے کی ضرورت تھی جن میں قائداعظم محمد علی جناح کے مذہب سے وابستگی، قرآن و سنت سے وارفتگی اور صاحبِ قرآن حضور محمد عربی ﷺ سے کامل عشق و عقیدت اور حضور ﷺ کے غلاموں صحابہ و تابعین سے محبت اور اپنے معاصر علماء و اہل دین سے قائداعظم کے تعلقات کو ظاہر کیا جائے۔

اس طرح کی مفید کاوشوں اور کوششوں میں ایک اہم کاوش و کوشش زیرِ نظر کتاب محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ ہے جس کے مولف معروف مصنف عزیزم مولانا نوراللہ رشیدی ہیں۔ کتاب کو پوری طرح پڑھنے کا موقع تو نہ مل سکا البتہ چیدہ چیدہ طور پر چند مقامات نظر سے گزرے جن سے مصنف کی سوچ و فکر کی اور تحقیق، کاوش، عرق ریزی کا اندازہ ہوا۔

دعاء ہے اللہ جل جلالہ مصنف کے قلمِ تحریر میں مزید روانی جولانی اور ان کے علم کو زیادہ نافع بنائیں اور ان کی اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالشکور نقشبندی

رہنما جمعیت علمائے اسلام (ف) پاکستان

فروری 1947ء کو محمد علی جناح نے شاہی دربار سبی بلوچستان میں ایک بیان میں فرمایا کہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو تمہیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر نے ہمارے لیے بنایا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔

ایک اور موقع پر فرمایا ہم اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے علاقہ مانگتے ہیں جس میں ہم اسلامی عدل وانصاف کی تاریخ دہرائیں گے۔

الغرض اللہ پاک ہمارے محقق نوجوان عالم دین مصنف مولانا نوراللہ رشیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس نئ تصنیف ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' قائداعظم کے اس عظیم مقصد یعنی وطن عزیز میں اسلامی نظام کا قیام جس مقصد کے لیے اس ملکیت کو حاصل کیا۔

مستند حوالہ جات کے ساتھ مرتب کی انتہائی جامع اور نہایت مفید کتاب تیار کی۔
سیاسی اور مذہبی رہنماؤں اور طلباء کو چاہیے کہ اس تحقیقی علمی کتاب سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔

اللہ پاک مؤلف کے لیے اس کو نجات کا ذریعہ بنائے۔

ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی

نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

مولانا نور اللہ رشیدی نے ''قائد اعظم ایک اسلامی مطالعہ'' پر قلم اٹھا کر بڑی ہمت کا ثبوت دیا ہے۔ اکثر معروف موضوعات کے بارے میں بھی بڑی لاعلمی پائی جاتی ہے۔ لیکن مولانا صاحب ہمیشہ آسان موضوعات پر ٹھوس تحقیق کا راستہ اپناتے ہیں۔ زیر نظر تصنیف اس کی عملی مثال ہے۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ برصغیر کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے برصغیر کی تاریخ ہی نہیں ہر فرد کو متاثر کیا۔ وہ کشمکش کے دور میں جنم لینے والی وہ قیادت تھی جو اصولوں پر ڈٹنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت اس زمانے میں کی جو مسلمانوں کیلئے ابتلا اور آزمائش کا زمانہ تھا اور برصغیر کے مسلمانوں کیلئے بقاء اور شناخت کا ایک بہت بڑا چیلنج درپیش تھا۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے سیاسی تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریز اور ہندو ذہنیت دونوں کو شکست دی اور برصغیر کے مسلمانوں کیلئے پاکستان جیسا عظیم الشان خطۂ زمین حاصل کیا۔

وقت نے بار بار ثابت کیا ہے کہ برصغیر مسلمانوں کیلئے قائد اعظم ڈاکٹرائن سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ قائد اعظم برصغیر کے مسلمانوں کیلئے ایک لیڈر ہی نہیں اللہ کی نعمت ورحمت تھے۔

جس طرح ہر سیاسی قائد کے حامی اور مخالف ہوتے ہیں اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں میں بھی قائد اعظم کے حامی بھی تھی اور شدید ترین مخالف بھی۔ اور یہ اختلاف بھی اصولوں پر اختلاف تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قائد اعظم نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی

مٹھی میں لیا اور پورا برصغیر ان کا ہمنوا بن گیا۔

بالکل اسی طرح قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بعد سیکولر دائرے نے قائداعظم کی شخصیت کے بارے میں عجب خیالات کا پرچار کیا یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کی گئی کہ پاکستان کی جدوجہد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ قائداعظم ایک سیکولر آدمی تھے اور پاکستان صرف معاشی مشکلات کا حل تھا۔ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے قائداعظم کی شخصیت و کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

قائداعظم ایک اصول پسند لیڈر تھے جس میں منافقت رائی برابر نہ تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اسلام کا نام لیتے رہیں اور ریاست سیکولر بنانا ہو یہ تو قائداعظم محمد علی جناحؒ پر شدید تہمت ہے۔

مولانا نور اللہ رشیدی نے ''قائداعظم ایک اسلامی مطالعہ'' لکھ کر ہم سب پر بہت بڑا احسان کیا اور قائداعظم کے محاسن بیان کرتے ہوئے ان کی ذات کے کئی چھپے گوشے سب پر واضح کیے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ پاکستان شناسی اور قائداعظم شناسی میں اضافے کے ساتھ ساتھ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کا باعث بھی بنے گا۔

میں مولانا نوراللہ رشیدی دامت برکاتہم کا شکرگذار ہوں۔ اللہ پاکستان کو قائداعظم کی جدوجہد کے مطابق مدینے کی طرح اسلامی ریاست بنائے اور اس پاکستان کی حفاظت فرمائے اس کو دنیا کے تمام ممالک میں صف اول کا ترقی یافتہ ملک بنائے۔ آمین

نوجوان خطیب حضرت مولانا مفتی شبیر احمد عثمانی

(ٹیکسلہ)

باسمہ تعالیٰ

برادر مکرم فاضل اکمل مولانا نوراللہ رشیدی دامت برکاتھم کی زیر نظر کتاب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ کی شخصیت، مشن، کردار، خلوص، نظریہ اور جہد مسلسل پر بے نظیر اور لاجواب شاہکار ہے جسے پڑھ کر اہلِ وطن کو مستقبل میں تابناک راستے دکھائی دیں گے اور نہ ہارنے والے حوصلے نصیب ہوں گے۔ اپنے وطن اور نظریہ کے لیے نیا حوصلہ اور لگن اس کتاب لاجواب سے حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مولانا نوراللہ رشیدی کی اس پرخلوص اور باکمال کاوش کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور اہلیانِ وطن کے لیے مشعلِ راہ بنائے۔

مولانا سیف الرحمٰن قاسم

ماہر علوم مولانا محمد قاسم نانوتوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف نے داعیٔ اسلام حضرت مولانا نور اللہ رشیدی دامت برکاتہم سے ان کی منفرد کتاب (محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ) کا تذکرہ سنا تو دل سے دعا نکلی کہ یہ کتاب جلد طبع ہو کر منظر عام پر آئے کیونکہ بانی پاکستان کے بارے میں ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی۔ راقم الحروف نے اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کی صرف فہرست ہی دیکھی ہے ماشاء اللہ بڑے قیمتی عنوانات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بارے میں صحیح رائے تو وہی حضرات دے سکتے ہیں جو مذہب کے ساتھ ساتھ تاریخ اور سیاست پر بھی گہری نظر رکھتے ہوں۔ راقم الحروف نے اپنے استاذ محترم مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مفسر قرآن حضرت صوفی عبد الحمید صاحب سواتی اس اعتبار سے حضرت قائد کے بڑے مداح تھے کہ انہوں نے عام سیاسی لوگوں کی طرح ملک کو کھایا نہیں بلکہ خلوص دل کے ساتھ ملک کے فلاح و بہبود کے لئے کوشش کرتے رہے۔ دوسری بات مفتی صاحب سے یہ سنی کہ انگریز کے دور میں قانون یہ تھا کہ ترکہ کی تقسیم انسان کی مرضی کے مطابق ہو۔ انسان چاہے تو وصیت کر دے کہ ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے اور چاہے تو وصیت کر دے کہ برادری کے رواج کے مطابق بیٹیوں اور بہنوں کو محروم کیا جائے۔ حضرت قائد اعظم نے اپنے اختیار استعمال کرتے ہوئے آرڈر کیا کہ ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ علماء صرف تبلیغ کرتے تھے اور ان کے بس میں یہی تھا مگر حضرت قائد نے عملاً کروا دیا۔ اور یہ علماء پر ہی نہیں ساری قوم پر احسان ہے۔ کیونکہ رزق حلال کی بنیاد ترکہ کی صحیح تقسیم پر ہے

اگر ترکہ غلط تقسیم ہو تو اس کے بُرے اثرات آئندہ نسلوں میں بھی چلتے ہیں۔ قاعد اعظم نے ہمیں شریعت کی رُو سے رزق حلال کی بنیاد فراہم کر دی ہے۔ اب اس پر عمارت بنانا یعنی رزق حلال کے دیگر وسائل کو اختیار کرنا وہ ہماری ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی برکت سے ہمیں بھی حضرت قائد کے بارے میں کچھ سطریں لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

معروف مصنف مولانا محمود الرشید حدروٹی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ آبِ حیات، لاہور

مولانا نوراللہ رشیدی نے اپنی نئی کتاب محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ، واٹس اپ پر کتاب کی فہرست اور اس پر علماء کرام، مذہبی اسکالرز، سیاست دانوں اور صحافی و وکلاء کی تقاریظ ارسال کیں۔ جن کے مختصر مطالعہ کے بعد مولانا کی دینی اور علمی سرگرمیوں سے شناسائی اور آگاہی حاصل ہوئی۔ مولانا نوراللہ صاحب پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ عالمِ شباب میں بے شمار علمی کتابیں تحریر فرما کر شائقینِ علم سے داد حاصل کر چکے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے بانی پاکستان ملت کے پاسبان قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں بہت عمدہ، لائق تحسین تحریری کام کیا ہے جو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ مزید ہمت دے اور توفیق دے۔ آمین

علامہ سلیم حیدر صاحب

بانی و جنرل سیکرٹری متحدہ تحریک اسلامی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب حضرت مولانا نوراللہ رشیدی صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ

سب سے پہلے بہت زیادہ خوشی ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی اچھی اور باوقار کاوش کرتے ہی رہتے ہیں آج یہ سن کر کہ آپ برصغیر کے عظیم رہنما اور ایک بزرگ لیڈر جس نے پاکستان کی صورت میں وطنِ عزیز دیا اس پر ایک عظیم کتاب جناح کے نام سے تحریر کر رہے ہیں مجھے اس سے پہلے بھی مطالعہ کرنے کا بانی پاکستان کا موقع ملا ہے لیکن آج کی آپ کی یہ تحقیق یہ کاوش اور آپ کی یہ محبت یقیناً اس وطن اور اس وطن کے رہنماوں کے ساتھ آپ کی ایک پاکیزہ محبت ہے قائداعظم محمد علی جناح جو برصغیر پاک و ہند کی عظیم مدبر اور لیڈر تھے جن کی سچی اور پاکیزہ سیاست نے ظلم میں پسی ہوئی برصغیر کے امت مسلمہ کو اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چونکہ آپ بیمار بھی تھے، ایک عظیم اور علیحدہ مملکت پاکستان ظالموں سے لے کر دی اس مملکت میں نہ صرف مسلمان بلکہ ہر رنگ و نسل کے لوگ آباد ہیں جو امن اور چین سے رہ رہے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ آپ نے نہ صرف ہندو بنیا کا مقابلہ کیا بلکہ انگریزی سامراج کو بھی ہر محاذ پر بڑی مدابرانہ انداز سے شکست دی۔ اور نتیجے اور ثمر کے طور پر ہمیں عظیم وطن پاکستان ملا۔

صاحبِ قلم نے اس کتاب میں اپنی تحریر، تحقیق اور محبت کے پھول نچھاور کیے ہیں یقیناً قابلِ تحسین اور قابلِ تعریف ہیں اور نئی نسل کے لیے رہنمائی کے طور پر تحفہ ہوگی اور وہ لوگ جو وطن عزیز پاکستان سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی طرح لگن رکھتے ہیں یقیناً

ان کے لیے سرمایہ حیات ملت ہوگی۔ آج وطن عزیز جن گونا گو مشکلات سے گزر رہا ہے اس وقت ایسی تحقیق اور اچھی تحریر کی اشد ضرورت تھی جو آپ کی اس تحقیق سے پوری ہو رہی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی وطنِ عزیز اور ہم وطن عزیز پاکستان کے لیے اس طرح کی کاوش نچھاور کرتے رہیں گے اللہ آپ کے قلم میں اور زیادہ زورِ بازو فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائیں۔ والسلام

علامہ آغا نیئر عباس جعفری

صدر متحدہ علماء محاذ پنجاب

پاکستان کے قیام میں قائداعظم محمد علی جناح کی قابل رشک خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں، ان کی سیاسی جدوجہد سے مسلمانوں کی الگ اسلامی فلاحی ریاست کا خواب درحقیقت دشمنانِ اسلام کیلئے تا قیامت ذِلت کا سبب بنا، برطانوی سامراج کے خلاف قانونی جنگ جیت کر انتہا پسند ہندوؤں کو ذہنی شکست سے دوچار کرنا بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی امتیازی سیاست کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہے، آزادی کی گونج سے برصغیر کے مسلمانوں کا حوصلہ افزائی کرنے کا سہرا بھی بانی پاکستان کے سر جاتا ہے، ان کی دور اندیش قائدانہ صلاحیت اور حکمت و تدبر سے مسلمانوں کے وجود کا لوہا منوانا کسی معجزے سے کم نہیں تھا، موجودہ عالمی صورتحال کے تناظر میں پاکستان اپنی اہمیت کو برقرار رکھنے کیلئے بانی پاکستان کے اسلامی نکات پر آج بھی عمل پیرا ہے، برطانوی سامراج کے خلاف کامیاب مہم جوئی سے برصغیر کے مسلمانوں کو مایوسی سے نکال کر یکجا کرنا انکا احسان عظیم ہے، آج وطن عزیز کی سلامتی پر خطرات کے بادل جو منڈلا رہے ہیں ان کے سدباب کیلئے ہمیں مسلمانوں کی غیرت کو پھر سے جگانا ہوگا اس نیک کارخیر کیلئے مصنف مولانا نوراللہ رشیدی نے کتاب لکھنے کی جوجرات و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے اس پر میں بذاتِ خود ان کا مشکور ہوں کہ اس مشکل وقت میں اتنا عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا۔

مصنف نے نوجوانوں کی مثبت آگاہی کیلئے جس مناسبت سے اس کتاب کے عنوان مرتب کئے وہ انتہائی شاندار ہے، تاریخ کے سنہری واقعات کو خوشلوبی سے قلم بند کرنا

انکی ذہانت کو مزید عیاں کر چکا ہے، بلاشبہ قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت پر لاتعداد کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اس کتاب کے مصنف نے کمال مہارت تحریر کے فن سے اپنا حق ادا کر دیا، اللہ رب العزت سے دُعا گو ہوں کہ مجھ سمیت تمام محبّ وطن پاکستانیوں کو اس کتاب کی روشنی سے استفادہ نصیب فرما کر ملک پاکستان کی سلامتی اور خوشحالی کیلئے اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

نوجوان محقق حافظ محمد شارق

لیکچرار مطالعہ ادیانِ عالم، وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی

قائداعظم محمد علی جناحؒ تاریخ کے ان عظیم رہنماؤں میں سے ہیں جنھوں نے نے پاکستان کی تشکیل سے نہ صرف برصغیر بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی تاریخ کو نیا رُخ دیا ہے۔ پاکستان جن عظیم مقاصد کے پیش نظر وجود میں آیا اس کا ادراک وہی کر سکتے ہیں جنھوں نے اس قوم کو آزاد ریاست کا خواب دکھایا اور ایک بھرپور تحریک کے بعد قربانی اور کرب کے دریا عبور کر کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔ ہمیں اس وقت حسرت و یاس کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا جب نام نہاد دانشور تخلیقِ پاکستان کا بیانیہ بدل کر ایک سیکولر ریاست کا دعوی کرتے ہیں اور انتہائی بددیانتی سے بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے فکر و فلسفے میں تحریف کرتے ہوئے انھیں ایک لبرل لیڈر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت کا چہرہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

استاد محترم مولانا نوراللہ رشیدی صاحب نے تاریخ و مذہب کی کئی بے نظیر تحقیقات پیش کی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں آپ نے قائداعظم کی شخصیت پر انتہائی تفصیل سے لکھا ہے اور اُن پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے جن سے قائداعظم کے نظریۂ پاکستان کی مدلل وضاحت ہوتی ہے۔ یہ کتاب بلا مبالغہ ہزاروں صفحات کا خلاصہ اور قائداعظم کی شخصیت کے حوالے سے ایک منی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کاوش یقیناً امت مسلمہ بالخصوص پاکستانیات کے طلبا و محققین کے لیے ایک بہترین علمی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر آسیہ رشید

اسسٹنٹ پروفیسر نمل لاہور کیمپس

ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات مذاہب

قیام پاکستان دنیائے عالم میں ایک معجزہ تھا۔قائد اور آپ کے ساتھیوں کی ذہانت، پرکشش شخصیت، لگن، محنت سے آزادی کا لمحہ نصیب ہوا تھا منزل آ گئی تھی قائد اعظمؒ وہ رجلِ عظیم تھے جنہیں بعد قیام پاکستان بھی اپنے مشن کی تکمیل کی فکر تھی۔ قیام پاکستان تو سفر کا آغاز تھا یہ سفر آج بھی جاری و ساری ہے اس ملک خداداد میں اسلام کا جھنڈا روشن کیے خواہش اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اُسوہِ نبوی کی روشنی میں متعین کیا۔آپ کے چیدہ چیدہ فرمودات منتخب کر کے مولانا نور نے انتھک محنت دل جمعی سے یہ کتاب مرتب کی۔۔بہر کیف قوموں کو ہمیشہ عظیم ہیرو درکار ہوتے ہیں اور قائداعظم بلاشبہ پاکستان کے ایک ایسے ہیرو ہیں جن پر ساری قوم فخر کرتی ہے۔

کتاب کا نام دیکھ کر ہی اسے پڑھنے کا اشتیاق جاگ اُٹھتا ہے کیونکہ یہ بانی پاکستان/ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق ہے اس طرز پر ابھی تک کم محققین نے قلم اٹھایا کیوں کہ موضوع جہاں اہمیت کا حامل ہے(وہی فتنوں کا بازار گرم ہونے کی شنید فوراً دستک دینے لگتی ہے چہ مگوئیاں ہونے لگتی ہیں۔اصل حقیقت کیا ہے اسی سے مفتی/مولانا نور اللہ رشیدی صاحب نے پردہ اٹھایا ہے)۔نئی نسل کو قائد کے متعلق آ گاہی اور وہ بھی اسلام کے حوالے سے قائد کے خیالات کو پہنچانا ایک عظیم ذمہداری ہے جسے صاحب کتاب نے اپنی مخلصانہ کوششوں اور دیانتدارانہ انداز سے اپنی انتھک محنت سے اس تحقیقی کاوش کو ہم تک پہنچایا ہے۔

کتاب کی خاص بات یہ بھی ہے کہ مصنف نے ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے صرف معلومات بہم نہیں پہنچائیں بلکہ اس کی جانچ پرکھ کر کے اس حوالہ سے تذکرہ کر دیا ہے تا کہ قاری شش و پنج کا شکار نہ ہو۔اس ملک میں اسلام لیواؤں کی کثیر تعداد بستی ہے۔ مدارس بھی ہیں اسکول، کالج، جامعات بھی۔ یہ کتاب ہر عمر کے فرد کے لئے مفید ہے لیکن نوجوان اور نوعمروں کے لئے خزینہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے ان کو اپنے قائد کے افکار اور زندگی کے متعلق جانکاری ملے اور اسلام کا ان کی سوچ کس قسم کی عکاس تھی واضح ہو جاتا ہے۔اس کا اسلام پر عمل کتنا تھا؟

ہماری نسل نو ہمارے ملک و قوم کا مستقبل ہے ان کی فکر و عمل کو قائد اعظم کے افکار و کردار کے سانچے میں ڈھالنے سے ہی ہم اپنی قوم کا مستقبل محفوظ و مامون کر سکتے ہیں۔روشن پاکستان کی ضمانت دے سکتے ہیں قائد اعظم نے اسلام کے اصولوں کے سائے میں زندگی گزاری۔آپ کی اصول پرستی، حق گوئی کا ہر کوئی اپنا پرایا معترف ہے۔

بابائے قوم نے اپنی زندگی میں ہمیشہ دو اصول مدنظر رکھے جو ان کے والد نے ان کو نصیحت کئے تھے وہ اصول یہ تھے۔

"پہلا اصول، اپنے بزرگوں کی فہم و فراست اور ان کے علم و تجربے پر بُھروسہ کرو، ان کی ہدایت پر عمل کرو جیسا وہ کہیں ان پہ عمل کرو۔"

یہ وہ طریقہ، راستہ اور اصول ہے جسے سبھی نے اختیار کیا۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ "اپنی مرضی سے جو چاہو کرو، اپنی غلطیوں سے سیکھو، زندگی کی تلخیوں، سختیوں اور ٹھوکروں سے سبق حاصل کرو۔"

آپ کی کامیابی اور قیام پاکستان میں بھی یہ اصول معاون ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ باپ کی رضا میں رب کی رضا ہے۔قرآن کے مطابق اور اسوۂ نبوی کی تعلیم تھی۔

محترم برادر مولانا صاحب اس سے پہلے بھی کئی کتب تالیف اور تصنیف کر چکے ہیں انہیں تحریر پر خاص مہارت حاصل ہے ۔الفاظ کا چناؤ، ترتیب اور خوبصورت انداز میں تحریر کو آگے بھی بڑھایا اور فہرست کے تمام عناوین بھی قاری اور قاریہ کو اپنی طرف راغب

کرتے ہیں

قائد کس قسم کا پاکستان چاہتے تھے ان کا خیال کو آج ہم کس طرح تقویت دے کر پاکستان کو اسلام کے قریب کر سکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ پاکستان کو قائداعظم کا پاکستان کہا جا سکتا ہے؟ کیا قائداعظم کی شخصیت اور کردار موجودہ پاکستان کے حالات سے مطابقت رکھتے ہیں؟ قطعاً نہیں! یہ یقیناً ہم سب کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس لیے ہمیں اس بات کا عزم کرنا ہے، کہ اس ملک کو ہم نے قائداعظمؒ کے اصولوں کے عین مطابق چلانا ہے اور کوشش کرتے رہنا ہے۔

مولانا نور اللہ رشیدی صاحب محترم کی خاصیت ہے کہ انہوں نے کتاب کے عناوین کو بے حد سوچ وچار غور وحوض تحقیق سے مرتب کیا، جب کہ ایسا اِکا دُکا کتب میں ملتا ہے۔ دوسری اہم خصوصیت کتاب اس کے لئے صاحبِ قلم کا مطالعہ ہے جس سے ان کی محنت چھلکتی نظر آتی ہے۔ تیسری خوبی کتاب کا خود عنوان ہے باقی کتاب خود اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ قاری پڑھنے بیٹھے گا تو قائد کی باتوں کی اتنے سہل اور عمدہ انداز کی تحریر اُٹھنے نہیں دے گی۔ یہ کتاب نوجوان نسل/نسل نو کے لئے افکار خیالات نظریات اسلام کے ساتھ متوازن رویہ اور پاکستان کی ترقی میں کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں یہ کتاب مدد ومعاون ثابت ہو گی اور بہترین صدقہ جاریہ بھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کو اجرِ عظیم عطا کرے اور اسے تبلیغ اور مشن بنا دے کہ قوم کو اس سے نفع ملے۔

حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم

سابقہ ہیڈ آف اناٹومی ڈیپارٹمنٹ خیبر میڈیکل کالج پشاور کبیر میڈیکل کالج پشاور)

مولانا نوراللہ صاحب نے قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی پر کتاب لکھ کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ کتاب تو مجھے نہیں بھیجی لیکن کتاب کے عنوانات کی فہرست بھیج دی تھی۔ فہرست سے اندازہ ہوا کہ کتاب مفید ہے۔ بندہ کو بھی اس موضوع پر لکھنے کا کہا، اس سلسلے میں بندہ نے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔ ایسے آدمی تو آپ کو اب نہ مل سکیں گے جو یہ کہیں کہ ہم نے قائداعظم کو دیکھا اور ان کے ساتھ تحریکِ پاکستان میں رہ کر کام کیا لیکن ایسے آدمی مل جائیں گے جو یہ کہیں کہ ہم نے ان لوگوں کو دیکھا اور ان کے ساتھ رہے۔ جنہوں نے قائداعظم کو دیکھا اور ان کے ساتھ تحریک پاکستان میں کام کیا۔ یہ عاجز بندہ بھی ان لوگوں میں سے ہے چنانچہ بندہ کے دو بزرگ جن سے بندہ کو سلسلہِ تصوف میں اجازت ہے، ایسی شخصیات تھیں جنہوں نے قائداعظم کے ساتھ تحریک میں کام کیا۔

پہلے بزرگ حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ تھے جو قائداعظم کی پارٹی کے پشاور کے جنرل سیکرٹری اور صوبائی کونسل کے ممبر رہے۔ صوبہ سرحد میں کانگریس کی حکومت تھی۔ مرکز سے حکم آیا کہ کانگریس اسمبلی کے اجلاس کو بہ ہر صورت روکنا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے جلوس بڑھا۔ موجودہ پشاور ہائی کورٹ بلڈنگ اسمبلی ہال ہوا کرتا تھا۔ اس کے پاس سڑک ہے جہاں اوپر ریل گزر رہی ہے اور نیچے سڑک ہے۔ اس جگہ انگریزوں نے سرخ فیتہ لگایا ہوا تھا کہ جو اسے پار کرے گا اس پر گولی چلائی جائے گی۔ جلوس کے ساتھ نعرہ تکبیر لگا کر اس کو حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ نے سب سے پہلے پار کیا، جس پر گولی چلائی گئی۔ اس سے کچھ آدمی شہید اور کچھ زخمی ہوئے لیکن اس بات

نے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچا دیا اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کا نعرہ اس زور سے بلند ہوا کہ لوگ جوق در جوق قائداعظم کے جھنڈے تلے آ گئے۔ پاکستان بننے کے بعد جب قائداعظم صوبہ سرحد بحیثیت گورنر جنرل آئے تو یہاں کی مسلم لیگ تین دھڑوں میں منقسم تھی اور تینوں دھڑے کسی شخصیت پر متفق نہیں ہو رہے تھے کہ وہ قائداعظم کو سپاس نامہ پیش کرے۔ آخر حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی پر سب کا اتفاق ہوا اور اُنہوں نے قائداعظم کو سپاس نامہ پیش کیا جس کی اخباری تصویر اب بھی ان کے خاندان والوں کے پاس ہے جو میں نے خود دیکھی ہے۔ ان کی خدمات کے اعزاز میں حضرت مولانا اشرف صاحب کو کارکنوں کا اعزازی سونے کا تمغہ (Gold Medal) بھی بعد از وفات ملا جسے بندہ نے وصول کیا تھا چنانچہ لاہور کے دفتر میں میری تصویریں کے ساتھ یہ ریکارڈ موجود ہے۔ حضرت مولانا اشرف صاحب نے کئی بار میرے سامنے اپنے بیانات میں فرمایا تھا کہ قائداعظم ایک پکے مسلمان تھے اور شریعت کے نفاذ کے بارے میں ان کا ذہن بالکل مثبت اور صاف تھا۔

دوسرے بزرگ بابا حاجی خیال محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ خیال محمد صاحب اسلامیہ کالج کے طالب علم تھے اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے رکن تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے قائداعظم کا صوبہ سرحد کا دورہ ہوا۔ ان کو رہائش کے لیے عثمانی ہاسٹل اسلامیہ کالج پشاور میں کمرہ دیا گیا۔ خیال محمد صاحب قائداعظم کے ساتھ بطور محافظ (Guard) مختص (Select) ہوئے خیال محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ''رات کے دو بجے تک قائداعظم کام کرتے رہے اس اثناء میں اُنہوں نے عشاء کی نماز بھی پڑھی۔ دو بجے اتنے تھکے ہوئے تھے کہ جوتے بھی نہیں اتار سکے اور گر کر سو گئے۔ صبح کی نماز میں نے پھر پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے ڈر لگا کہ بوڑھے کمزور آدمی ہیں کہیں وفات نہ پا گئے ہوں۔ جب سجدے سے اُٹھے تو تسلی ہوئی کہ زندہ ہیں۔ اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں ان کی تقریر ہوئی۔ جس میں پارٹی کے لیے چندہ کی بھی اپیل کی گئی۔ بابا خیال محمد نے کہا کہ آج کل پندرہ سو (1500) میں بکنے والی قراقلی ٹوپی اس زمانے میں پانچ (5) روپے میں بکتی تھی۔

میں نے اپنی ٹوپی چندہ میں دے دی۔ اس پر قائداعظم نے فرمایا کہ اس لڑکے کے معصوم جذبات کو دیکھ کر مجھے تسلی ہوئی کہ میں پاکستان ضرور جیت لوں گا۔ یہ ٹوپی مہتر چترال (چترال ریاست کے بادشاہ) نے قائداعظم کے یادگار کے طور پر لے لی اور اس کے بدلے میں ایک ہزار کا چیک لکھ کر دیا جبکہ اس زمانے میں سونے کی قیمت ۵۰ روپے تولہ تھی۔ جب پاکستان بن گیا اور قائداعظم ہمارے علاقے بنوں میں آئے تو میں چھلانگ لگاتا مجمع کو چیر کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ سیکیورٹی پولیس والے مجھے پکڑنے کے لیے بھاگے۔ میں قریب پہنچا تو قائداعظم نے آواز دی۔ مسٹر خیال محمد اس پر سیکیورٹی والوں کو تسلی ہوئی کہ قائداعظم مجھے ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ قائداعظم نے اپنے فوجی اے ڈی سی (ADC) سے کہا، یہ لڑکا کاکول میں کیڈٹ سلیکٹ ہوسکتا ہے؟ اس نے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو کیوں نہیں۔ اس پر قائداعظم نے کہا کہ میرے کہنے پر نہیں بلکہ قانون کے مطابق (As per merit) خیال محمد بابا فرماتے ہیں کہ میں نے باقاعدہ ٹیسٹ پاس کیا اور کاکول میں کیڈٹ منتخب (Select) ہوگیا۔

ڈاکٹر اختر احمد

(مصنف، سابق قادیانی)

مکرم نوراللہ رشیدی صاحب نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح پر ایک بہترین کتاب "محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ" لکھ کر قوم کو ایک بہترین تحفہ دیا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے قابل ہیں۔ قائداعظم وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب لائے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی بہت کم ہے جو قوموں کی زندگیوں میں انقلاب لائے ہیں اور چند افراد ایسے ہیں صرف چند سالوں کی جدوجہد کے بعد ایک نیا ملک بنانے میں کامیاب ہو جائیں اور وہ عظیم شخصیت قائداعظم تھے مگر قائداعظم کا ظاہری شخصیت کا جائزہ لیں تو ان کا وزن ایک عام آدمی سے بھی آدھا ہوگا مگر اُن کے اندر اللہ پاک نے نہایت طاقت رکھی تھی۔ آپ اصول پسند، صاف گو اور انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ آپ اپنی زندگی میں انقلاب لائے یعنی وہ خواب جس میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک نئے ملک کی جدوجہد کرنے کا حکم دیا اور آپ نے حضور ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ اگرچہ آپ ایک خطرناک بیماری میں مبتلا تھے مگر آپ نے کسی کو نہیں بتایا۔ جب آپ سے ایک صحافی نے سوال کیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ پاکستان کا آئین چودہ سو سال پہلے قرآن کریم کی شکل میں آ چکا ہے۔

نوجوان نسل کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

عرفان محمود برق

مناظرِ اسلام، سابق قادیانی

قائداعظم محمد علی جناح کی انتھک کاوشوں سے 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ پاکستان کا بنانا تو انگریز کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور نہ مکار ہندو کو۔ اللہ پاک کے فضل سے قائد کی بصیرت، مدبرانہ سوچ، دفکری صلاحیتوں اور قربانیوں کا پختہ عزم تھا کہ دنیا کے نقشے پر اسلام کے نام سے حاصل کی گئی ایک عظیم ریاست کا اضافہ ہوا۔

قائد کو ٹی۔ بی جیسا مہلک مرض لاحق تھا جس کا علم اپ کے قریبی رفقاء تک کو بھی آخیر وقت تک نہ ہوا۔ آپ کی بیماری کے آخری ایام میں ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش نے جب آپ کے اس مرض کی تشخیص کی اور آپ کو بتایا کہ آپ کو ٹی بی ہے تو وہ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب یہ تو میں بارہ برس سے جانتا ہوں صرف اس لیے ظاہر نہ کیا کہ ہندو میری موت کا انتظار نہ کرنے لگے۔ (بحوالہ پندرہ روزہ آتش فشاں (لاہور) قائداعظم نمبر 1976ء، ص 41، پاکستان)

پاکستان کے اس عظیم محسن کی وفات پر بڑے بڑے ہندو لیڈروں کی زبانوں سے بھی یہ الفاظ نکلے اور ماؤنٹ بیٹن نے بھی کہا کہ اگر ہمیں پتہ چل جاتا کہ انہیں یہ مہلک مرض لاحق ہے تو ہمارے لیے مطالبہ پاکستان ایک سال مؤخر کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔

اس عظیم قائد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ عظیم مذہبی سکالر محترم جناب حضرت مولانا نوراللہ رشیدی صاحب نے اپنی تصنیف محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ میں کیا۔ کتاب کیا ہے معلومات کا خزانہ ہے۔ محنتِ شاقہ سے تیار کی گئی علم کے موتیوں کی یہ مالا ہر گھر میں ہونی چاہیے تا کہ نسلِ نو کو اپنے قائد کے بارے میں پتہ چل سکے۔

ڈاکٹر محمد آصف

ناظم شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام، پاکستان

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی موجودگی میں قائداعظم نے فرمایا: ’’میں پاکستان کے مقدمے میں مسلمانوں کا وکیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان (میرے مؤکلوں) کو اس مقدمے میں کامیاب کیا۔ پاکستان ان کو مل گیا۔ اب میرا کام ختم ہوا اب مسلمانوں کی اکثریت و جمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہے نظام قائم کرے اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں نظامِ اسلامی اور اسلامی ریاست قائم ہو۔ (پاکستان ایک نعمت ہے، صفحہ ۷۳)

قائداعظم محمد علی جناح کے ایسے بے شمار فرمودات ہیں جن سے پاکستان میں نظامِ اسلامی کے قیام کا وعدہ اور عزم ظاہر ہے جو علمائے حق کی کوششوں کے نتیجے میں سامنے آئی۔ نیز علمائے حق کی خدمات کا اعتراف ہے۔

اللہ پاک برادرم مولانا نوراللہ رشیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے محمد علی جناح کے ان ارشادات اور فرمودات کو اس کتاب میں جمع کیا جس میں قائداعظم کی اسلامی زندگی کے پہلو اُجاگر ہوئے اور اس وطنِ عزیز میں نظام کیا ہو کیسے ہو وہ بھی ارشادات اور تعلیمات قائداعظم کی روشنی میں احسن انداز میں مرتب کیں۔ میں دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ اس کتاب کو وطنِ عزیز میں احیائے دین اور ملک کی استحکام اور سالمیت کا ذریعہ بنائے۔

جناب قاسم علی شاہ

معروف موٹیویشنل سپیکر

قائداعظم محمد علی جناح ایک ایسا موضوع ہے جس پر بہت کم سکالرز نے قدم اٹھایا ہے کہ جناب محمد علی جناح کس طرح قائداعظم بنے اور ان کے کردار کی وہ کون سی خوبیاں تھیں جن کے باعث اُنہوں نے پاکستان کا قیام ممکن کر دکھایا اس لیے کہ شاید کسی محقق یا تاریخ دان نے قائداعظم محمد علی جناح سے محبت ہی نہیں کی جس کے وہ حقدار ہیں۔ لیکن کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' میں مصنف نے قائد کی زندگی کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے جس خوبصورت انداز میں بیان کی ہیں وہ ان کی قائد سے بے پناہ محبت کی عکاسی کرتی ہیں کیونکہ جس شخصیت سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے اس کے بارے میں ہی اسے ذاتی معلومات ہمیشہ شوق سے سنی اور بیان کی جاتی ہیں اس وقت کی انتہائی اہم ضرورت ہے کہ یہ معلومات نسلِ نو کے سامنے لائی جائیں جتنی ضرورت اس وقت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی کیونکہ صرف قائداعظم کی سوچ، عمل دونوں ہی آج کے پاکستان کو صحیح معنوں میں مضبوط، مستحکم، جمہوری، مثالی اور خوشحال پاکستان بنانے میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

یہ کتاب غیر معمولی انفرادیت کی حامل اس لیے بھی ہے کہ اس میں مصنف نے قائداعظم کے پاکستان بننے سے پہلے اور بعد کی تقاریر، ارشادات، نظریات کے ساتھ ساتھ قائداعظم کی عظیم شخصیت کو ایک نئے زاویے سے اُجاگر کیا ہے۔ جس میں اُنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کا اللہ پر ایمان اور اسلام کے ساتھ ان کی گہری شیفتگی کو ظاہر کیا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کے باعث قائداعظم

کی زندگی، ان کی شخصیت اور تاریخ ساز کارناموں، اور اُن کی کن صفات کی بناء پر سب نے بلا حیل و حجت جناح کو اپنا قائد مان لیا۔ اس سب کے بارے میں بڑی تحقیق اور مستند حوالوں سے بلند پایہ مضامین مرتب کر کے قائداعظم کے فرمودات کو نئی نسل تک پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش قبول کرے۔ آمین

اعجاز احمد نواب

(ایڈیٹر ''مسٹر میگزین''، مصنف، پبلشر، بک سیلر)

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اس خاص ملک کے بانی ہیں جو معلوم تاریخ میں پہلا ملک ہے جو مذہب کے نام پر بنا اور یوں مذہب اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سلطنت خداداد پاکستان کے پہلے مذہبی رہ نما ہونے کا اعزاز قائداعظم کو حاصل ہے۔

پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا معجزہ سے کم نہیں۔ اور خاص طور سے جو ٹائمنگ ہے اس پر آسٹرولوجسٹ بھی حیران بلکہ پریشان ہیں۔ اسلامی کینڈر میں اس سے مضبوط اور طاقت ور مبارک گھڑی کبھی نہیں آئی۔

کسی بھی مسلمان سے پوچھیں کہ سب سے مبارک دن کون سا ہوتا ہے وہ کہے گا جمعہ کا دن۔

پھر پوچھیں سب سے مبارک اسلامی مہینہ کون سا ہے۔ مسلمان کہے گا رمضان المبارک

رمضان المبارک میں بہترین جمعہ کون سا ہے تو مسلمان کا جواب ہو گا جمعتہ الوداع

رمضان المبارک میں سب سے مقدس رات کون سی ہے۔ اکثریت کا غالب امکان ہے ستائیسویں رات

یعنی رمضان المبارک، جمعتہ الوداع اور ستائیسویں رات یہ سارے مقدس لمحات اکٹھے ہوئے تو اس دن 14 اگست کی رات تھی۔ پاکستان بننے کی رات تھی۔ اور ان مقدس

گھڑیوں کا ملاپ 14 اگست 1947ء کے بعد کبھی نہیں ہوا اور شاید کبھی نہ ہو۔ اور اس بات کو محض اتفاق نہ سمجھا جائے۔

مولانا طارق جمیل اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اور قائداعظم ایک تانگے پر جا رہے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ قبر میں آپ کا کیا حال ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ میں بالکل آرام اور سکون سے ہوں۔

پاکستان اور قائداعظم کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور اگر قائداعظم نہ ہوتے تو شاید پاکستان نہ ہوتا اور اگر پاکستان نہ ہوتا تو شاید محمد علی جناح نہ ہوتے۔ اس بات کا اندازہ آپ یوں بھی لگا سکتے ہیں کہ پاکستان کی آزادی کا دن 14 اگست حضرت قائداعظم کی یوم پیدائش یعنی 25 دسمبر اور بابائے قوم کا یومِ وفات یعنی 11 ستمبر ہر سال ایک ہی دن کو آتے ہیں۔ آپ 1947ء سے لے کر آج تک کسی بھی سال کے کیلنڈر کا ریکارڈ دیکھ لیں تو اس امر کی توثیق ہو جائے گی۔ یہ تمام باتیں محض اتفاق نہیں بلکہ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ قائداعظم کا اسلام اور پاکستان سے اٹوٹ رشتہ ہے۔

ایک کتاب ''قائداعظم کی بے مثال شخصیت اور درخشاں کردار کی جھلکیاں'' مرتب سلیم چوہدری کے صفحہ نمبر 18 پہ ایک واقعہ درج ہے۔ ایک پرانے مسلم لیگی جن کا نام خواجہ افتخار تھا وہ کہتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تحریکِ پاکستان کے فیصلہ کن انتخابات سے قبل کانگریس اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے جب قائداعظم کی کردار کشی کی مذموم کوشش شروع کی اور ان کی پاکیزہ شخصیت کو خود ساختہ الزامات سے داغدار کرنے کی ناکام مہم چلائی ساتھ ساتھ انہیں کافر اعظم تک کہنے سے گریز نہ کیا تو انہی دنوں حصرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک خواب مسلم لیگ کی طرف سے بڑے بڑے پوسٹروں کی شکل میں برصغیر بھر میں دیواروں پر چسپاں کیا گیا جس میں حضرت مولانا کی طرف سے کہا گیا تھا کہ میں نے نصف شب کے بعد ایک خواب دیکھا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا دربار لگا ہوا ہے۔ ان کے اردگرد خلفائے راشدین اور صحابہ کرام تشریف فرما تھے کہ اسی اثنا میں قائداعظم اس مقدس محفل میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا تو خلفائے

راشدین اور صحابہ کرام ششدر رہ گئے۔ اور بڑے ادب سے سوال کرنے لگے کہ آپ نے ایک داڑھی منڈھے شخص کو اپنے سینے سے کیوں لگایا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کے ظاہری لباس اور شکل و شباہت کو نہ دیکھو بلکہ اس کے سینے میں جھانک کر دیکھو کہ اس میں ملت اسلامیہ کا بے پناہ درد موجود ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اس خواب پر مبنی پوسٹروں نے برصغیر کے مسلمانوں میں قائداعظم کی محبت کو چار چاند لگا دیئے۔

یہ ساری باتیں یہ سارے واقعات یہ سارے اتفاقات اس موقف کو مضبوط کرتے ہیں کہ بابائے قوم ایک پکے، سچے ایمان والی شخصیت تھے۔ اور آنے والے دور کے مورخین حضرت محمد علی جناح کا نام اسلامی مشاہیر میں شامل کرنے اور رکھنے پر مجبور ہوں گے۔

''محمد علیؒ جناح...... ایک اسلامی مطالعہ میں'' قائداعظم کے اسلامی پہلوؤں پر بہترین انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں شامل مضامین اہمیت کے اعتبار سے بہترین ہیں اور اس موضوع پر سیر حاصل معلومات کا احاطہ کرتے ہیں۔

معروف صحافی رانا سعید یوسف

چیف ایڈیٹر ڈیلی لاہور ٹائمز

کسی عظیم شخصیت کے حالات و واقعات اور قومی خدمات کا ذکر کرتے وقت اس کے دینی و مذہبی رجحانات سے چشم پوشی کرنا ایک غیر حقیقت پسندانہ فعل ہے۔ ملک خداداد پاکستان کے بانی حضرت قائداعظم کی سیرت کے اس نہایت اہم پہلو کو بیان کرنے میں اکثر سوانح نگاروں سے سخت تسامح ہوا ہے کہ اُنہوں نے حزم واحتیاط کے بابائے قوم کی اسلام دوستی کے روشن پہلو سے قوم کو کماحقہ روشناس نہیں کرایا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کا اسلام، قرآن، رسولِ کریم ﷺ، صحابہ کرام سے تعلق محبت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

زیرِنظر کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' میں معروف عالمِ دین مصنف صحافی نوراللہ رشیدی صاحب نے حضرت قائداعظم کے ان مثالی افکار و کردار کا ذکر کیا جن کی بنیاد پر قائداعظم کو بانی پاکستان بننے کا شرف حاصل ہوا۔

ان روشن عقائد و نظریات میں حضرت قائد کا اللہ تعالیٰ پر واضح ایمان اور اس کی بارگاہِ اقدس میں سراپا عاجز و منکسر رہنا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے بے پناہ محبت اور ان ﷺ کی نگاہِ فیض کا اُمیدوار رہنا، صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے والہانہ محبت ان کے ذکر کو اپنی گفتگو کا حصہ بنانا اور اپنے افکار و معمولات سے ان کے کمال ادب و احترام کا اظہار کرنا دین اسلام کی حقانیت پر صدق دل سے یقین رکھنا اور اس کے غلبے کے لیے جہدِ مسلسل کرنا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نظامِ حکومت کے نفاذ کی تمنا، ہر شعبہ زندگی

میں محمدی قانون کے اجزا کے لیے بے تاب رہنا جمع امت مسلمہ و غیر مسلمہ کی خیر خواہی کا جذبہ رکھنا۔

مساواتِ اسلامی کا لحہ بہ لحہ اظہار و پرچار کرنا، ذاتی مفاد، جاہ طلبی اور نفاق سے شدید نفرت کرنا، ایسے اوصاف کمالیہ ہیں جن کے حسین سنگم سے بابائے قوم محمد علی جناح اوّل قائداعظم اور بالآخر بانی پاکستان بنے بھلا حیاتِ قائد میں ان پاکیزہ نظریات و عادات کو نظر انداز کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ آخر میں التجاء کہ اللہ تعالیٰ نوراللہ رشیدی ایسے سراپا خلوص و محبت مکرم و محسن عالم دین محقق کی داعی کے علم و عمل میں برکت و ترقی عطا فرمائے اور جس قدر محنت و لگن اور مستند حوالہ جات کی روشنی میں اُنہوں نے دنیائے صحافت میں قائد کی اسلام دوستی کے باب کا آغاز کیا ہے تمام ملتِ اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ قبول فرمائیں۔

معروف صحافی رحمت اللہ محسود

(عرب نیوز، اسلام آباد)

مولانا نوراللہ رشیدی صاحب دین کی ترویج کی خاطر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ میرے لیے بالخصوص اور باقی مسلمانوں کے لیے بالعموم باعثِ فخر ہیں۔ مولانا صاحب نے نہ صرف بے شمار کتابیں مرتب کیں بلکہ ان کے ہاتھوں دو ہزار کے قریب غیر مسلم شرف بہ اسلام ہوئے۔ میرے لیے قابلِ تحسین بات یہ ہے کہ مولانا صاحب کا تعلق پاکستان کے ایک دُور اُفتادہ پسماندہ علاقے جنوبی وزیرستان سے ہے جہاں یہ زندگی کے بنیادی مسائل یکسر ناپید ہیں۔ میں اپنی چودہ سالہ پرپیچ صحافتی زندگی میں آج فخر محسوس کر رہا ہوں کہ مولانا صاحب کا تعلق میرے ہی علاقے سے ہے۔ جو اتنے بڑے پیمانے پر دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے مسلکی اختلاف سے بالاتر ہو کر اسلام، ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' ایک عظیم کارنامہ ہے جو کہ ہماری قوم کے مصنف کے حصہ میں آیا۔ بانی پاکستان کے سیاسی مشاغل، قومی خدمات، کارناموں پر متعدد مقالات، کالمز اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر اس کتاب میں آپ کی اسلامی روحانی زندگی پر لکھا ہے۔ میں محسود قوم کی تمام صحافی برادری کی طرف سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اللہ پاک سے دعا گو ہوں کہ اللہ مزید ترقی عطا فرمائے۔

ہمایوں زمان مرزا

چیئرمین جموں کشمیر ہیومن رائٹس کمیشن

قائداعظم محمد علی جناح کی ذات گرامی نہ صرف اسلامیانِ پاک و ہند بلکہ تمام عالمِ اسلام کے لیے باعث صد افتخار ہے جہاں اُنہوں نے جذبہ ملی سے سرشار ہو کر اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے منتشر و روبہ تنزل اسلامیانِ برصغیر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے انگریز اور ہندو عیار کی دوہری غلامی سے نجات دلائی وہاں عالمِ اسلام کی بقاء وتحفظ کے لیے ناقابلِ تسخیر قلعہ (پاکستان) بھی فراہم کیا۔ بحیثیت ایک رہنما کے وہ ملک و ملت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ اتنا بڑا صاحبِ بصیرت و باکردار مسلمان رہنما صدیوں سے ناپید تھا۔ لیکن افسوس کہ قوم نے نہ محسن کا احترام کیا نہ احسان کی قدر کی۔ محترم بھائی نوجوان عالم دین، صحافی نوراللہ رشیدی نے یہ کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ لکھ کر ہم سب پر احسان کیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نذیر احمد خان

ابن معروف مؤرخ و مصنف منشی عبدالرحمٰن خانؒ

میرے والد محترم منشی عبدالرحمٰن خان 1931ء میں علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریکِ آزادی کے قافلہ میں شامل ہوئے۔ آپ نے تحریک پاکستان بانیانِ پاکستان بالخصوص قائداعظم محمد علی جناح پر بہت علمی اور تحقیقی کام کیا جو کہ اس وقت بھی کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ خاص کر محمد علی جناح کے اسلامی کردار اور ان کے اسلامی فلسفے اور وطنِ عزیز میں خلفائے راشدین کا نظامِ حکمرانی جو آخر وقت تک قائد محترم کی تمنا رہا پر بہت اہم کتابیں لکھیں۔

ایک مقام پر والد صاحب فرماتے ہیں کہ قائداعظم کے ساتھ سب سے بڑی بے انصافی یہ ہوتی چلی آ رہی ہے کہ ان پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آپ کو مومنانہ صفات، مذہبی جذبات، دینی تاثرات، اسلامی رُجحانات کے آئینہ میں پیش نہیں کیا جیسے دین و مذہب سے آپ کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ حالانکہ آپ کا ہر ارشاد ہر بیان ہر تقریر اسلام کے رنگ میں ڈُوبی ہوئی تھی۔ اگر آپ کی ہر تقریر اور ارشاد کا دیانتدارانہ جائزہ لیا جائے تو وہ اسلام کی کسوٹی پر پورا اُترے گا۔ (قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ، ص ۵)

ہمارے برادرِ مکرم نوجوان عالمِ دین مصنف صحافی نوراللہ رشیدی نے محمد علی جناح، ایک اسلامی مطالعہ کتاب میں قائد محترم کے اسلامی کردار، اللہ، رسول، کتاب پر ایمان اور وطنِ عزیز کی حصولی کا مقصد قائد محترم کا پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام بہت خوبصورت انداز اور مستند حوالہ جات سے اس کتاب کو تیار کیا ہے۔ اللہ پاک قارئین کے لیے ہدایت کا ذریعہ اور مؤلف کے لیے نجات کا سامان بنائیں۔ (آمین، یارب العلمین)

سینئر وکیل حافظ ملک مظہر جاوید

ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مملکتِ خداداد پاکستان میں مختلف اذہان وفکر، مختلف تہذیب وثقافت کے لوگ آباد ہیں۔ ہر طبقہ کے لوگ اپنی فکر وسوچ کے مطابق پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے اسباب بیان کرتے ہیں بالخصوص وہ طبقہ جو اسلام سے دُور ہے۔ یورپی فکر یا سوشلزم کمیونزم کا حامل ہے وہ پاکستان کو سیکولر اور آزاد خیال ریاست کے طور پر منوانے میں بضد ہیں اسی وجہ سے بارہا مرتبہ آئین پاکستان میں مختلف ترامیم کی گئیں حالاتِ حاضرہ میں جہاں ایک طرف مغرب میں اسلاموفوبیا بڑھ رہا ہے دوسری جانب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں طویل عرصہ سے اسلام مخالف قانون سازی کی جارہی ہے۔

اسلام مخالف پالیسیاں بنا کر عوام الناس کو اسلام سے دُور کرنے کی منصوبہ بندی ہورہی ہے۔ ان حالات میں یہ بات بہت اہمیت اختیار کی جاتی ہے کہ اہلِ اقتدار اور عوام الناس کے سامنے بانیانِ پاکستان بالخصوص محمد علی جناحؒ کے افکار و خیالات کے عقدے کھولے جائیں۔ عوام الناس کو یہ شعور دیا جائے کہ محمد علی جناح کا مقصد نظامِ عدل تھا جس کی دلیل ملک کا نام ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھنا کافی ہے اور آئین پاکستان میں یہ واضح کرنا کہ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے مزید آئین میں یہ آرٹیکل شامل کرنا کہ اس ریاست میں کوئی قانون بھی قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگا۔

برادرم نوراللہ رشیدی زید مجدہم کی کتاب بنام محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ کا سرسری مطالعہ کا موقع میسر آیا۔ ایک مہتمم بالشان کوشش و جدوجہد ہے کیونکہ اہلِ

اقتدار اور عوام الناس کو محمد علی جناحؒ کی شخصیت اُن کے افکار و خیالات، حصولِ پاکستان کے لیے جدوجہد کے مقاصد واضح کرنا، انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بلا تصنع برادرم نوراللہ رشیدی کی دیگر کتب اور غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں داخل کرنے، دعوتِ اسلام پھیلانے پر قلبی مسرت ہوئی۔ اللہ وحدہٗ لاشریک برادرم نوراللہ رشیدی کے علم میں عمل میں جان میں مال میں برکت عطا فرمائے۔ ان کے قلم کی روشنی سے پورے جہان کو منور فرمائے۔

سینئر وکیل حافظ فرمان اللہ یوسف زئی

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ فیڈرل شریعت کورٹ

قارئین کرام! میں شعبۂ وکالت سے منسلک ہوں۔ کتاب ہٰذا ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' مؤلف محترم نوجوان محقق نوراللہ رشیدی کا مطالعہ کیا ہے اور میں اسے ملتِ اسلامیہ پر قومی احسان بالخصوص وکلاء برادری پر ایک عظیم احسان سمجھتا ہوں کہ قائداعظم محمد علی جناح جو بانی پاکستان ہیں اور ایک کامیاب وکیل ہونے کے ناطے سے ہماری وکلاء برادری کے قائد ہیں ان کے متعلق بعض حلقوں میں یہ غلط تاثر دیا جاتا ہے کہ آپ کی تربیت پر مغربی اثر بہت گہرا تھا مگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کی زندگی کے جو اسلامی پہلو سامنے آئے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ایک صحیح العقیدہ انسان اور باکردار مسلمان تھا۔

میرے برادرِ مکرم نوراللہ رشیدی نے انتہائی جامع اور نہایت مفید کتاب مرتب کی ہے اور مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اُنہوں نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زورِ قلم اور زیادہ کرے۔ یہ کوشش یقیناً نوجوان نسل کے لیے رہنمائی کا باعث بنے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ یارب العالمین

سینئر سیاستدان سینیٹر راجہ ظفر الحق

سیکرٹری جنرل موتمر العالمِ الاسلامی

چیئرمین پاکستان مسلم لیگ

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح صاحب کی بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ایک آزاد اسلامی ریاست برصغیر کے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ لیکن شروع دن سے اس نئی ریاست کے خدوخال کے بارے میں غیر مسلم اور بعض مسلمان رہنماؤں نے شدید مخالفت کی۔ مگر ان ساری مخالفتوں کی تردید اس سطح پر نہ کی گئی اور نہ حضرتِ قائداعظم کی یہ شانِ قیادت تھی کہ وہ ان مخالفینِ نظریہ پاکستان کو بھی مسکت جواب دیتے بلکہ اُنہوں نے اپنا موقف مختلف موقعوں پر بڑے واشگاف الفاظ میں پیش کیا۔ آج بھی اس اسلامی ریاست کے مخالفین اپنے مذموم پراپیگنڈے میں مصروف ہیں گو کہ ایک بڑی اکثریت اب پاکستان کی اسلامی بنیاد کی قائل ہو چکی ہے۔ استحکامِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ تحریکِ پاکستان کے نظریاتی پہلو کو ہمہ وقت واضح الفاظ میں نوجوان نسل کی تربیت کے لیے اُجاگر کرتے رہنا چاہیے۔ یہ فریضہ محترم نوراللہ رشیدیؔ صاحب نے بڑی وضاحت اور دلائل کے ساتھ جناب بانی پاکستان کی تحریروں اور تقریریوں کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔ یہ بنیادی کام اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

☆

سید نیر حسین بخاری

معروف سیاست دان، سینئر وکیل، مرکزی جنرل سیکرٹری PPP،

سابق چیئر مین سینٹ، پاکستان

زندہ قومیں اپنے محسن، قائدین کو یاد کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں تا کہ ان کے کارناموں اور تعلیمات سے آگاہ ہوسکیں ان کی تقلید کرتی رہیں اور ان کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ترقی کی منازل طے کرتی رہیں اور ان کا ملک مستحکم سے مستحکم تر ہوتا چلا جائے لیکن یہ افسوسکہ اب یہاں دیکھنے میں آ رہا ہے کہ پاکستانی قوم بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں، اتحاد، تنظیم اور یقین محکم کو یکسر فراموش کر چکی ہیں۔

ہر چند کہ بانی پاکستان کے حالاتِ زندگی، ان کے کردار و افعال، سیاسی بصیرت اور قیامِ پاکستان کے لیے ان کی انتھک جہد مسلسل کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے مگر آپ کے روحانی اسلامی پہلو پر کم لکھا گیا ہے۔ یہ خدمت ہمارے محترم نوجوان مصنف نوراللہ رشیدی کے حصہ میں آیا موصوف نے قائداعظم کی زندگی کے مذہبی و روحانی پہلو پر یہ کتاب لکھی ہے۔ اللہ پاک اس کتاب کو وطن کے استحکام اور سالمیت کے لیے ذریعہ بنائے اور مصنف کے علم وقلم میں مزید برکت اور روانی پیدا فرمائے۔

سینئر سیاست دان قمر زمان کائرہ

صدر PPP، پنجاب سابق وفاقی وزیر اطلاعات

قائداعظم محمد علی جناح کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے وہ نہ صرف اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں کی دھڑکن ہیں بلکہ عالمِ اسلام ان کے عظیم اور مفرد کارنامے کا موقف اور احسان مند ہے مسلمان تو کجا اغیار بھی ان کے عزم و استقلال، بلند خیالی، عالی ظرفی، اصول پرستی، راست بازی، خودداری، معاملہ فہمی، بے خوفی، حق دہی و حق طلبی، امانت، دیانت، ذہانت اور بے لوث قیادت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے قوم ان کو ''قائداعظم''، بابائے قوم اور بانی پاکستان کے اعزازات سے نواز چکی ہے۔ مگر آج پہلے سے زیادہ تعلیمات اور ارشادات قائدمحترم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ نئی نسل کو قائداعظم کی تعلیمات سے آگاہ ہو۔ شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ قائداعظم کی تعلیمات و ارشادات سے نئی نسل آگاہ ہو برادرم محترم نوراللہ رشیدی صاحب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' میں قائداعظم کی ان تعلیمات اور ارشادات کو جمع کیا ہے جس کا تعلق اسلام، قرآن، رسول اور وطنِ عزیز کے آئین اور اس کے متعلق اللہ قبول فرمائے۔

حلیم عادل شیخ

رہنما پاکستان تحریک انصاف، پارلیمانی لیڈر سندھ اسمبلی

قائداعظم محمد علی جناح ایک ایسا نام ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے دلوں کی ہر دھڑکن کے ساتھ ابد تک دھڑکتا رہے گا۔ یہ ایسا پھول ہے جو اسلام کے گلشن میں ہمیشہ مہکتا رہے گا۔ یہ ایسا نغمہ ہے جو وطن کی فضاؤں میں تا قیامت ترنم سے معمور رکھے گا۔ بانی پاکستان کی قومی و سیاسی زندگی کے بارے میں تو کئی کتابیں اُردو میں اور انگریزی میں لکھی گئی اور لکھی جائیں گی مگر ان کی زندگی کا اسلامی، روحانی تذکرہ سرسری ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی نوجوان مصنف نوراللہ رشیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے قائد محترم کی زندگی کے اسلامی پہلو پر یہ اہم اور بہترین کتاب مرتب کی۔ اللہ قبول فرمائے۔

☆

نابینا مصنف قاضی نوید ممتاز

چیف ایڈیٹر آڈیو ٹائمز ملتان

یوں تو قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت کے حوالے سے بے شمار کتب شائع ہو چکی ہیں۔ قائداعظم پر لکھنے والے قلم خود پر ناز کرتے ہیں کہ اُنہوں نے جناح کی مدح سرائی کے لیے استعمال کیا گیا۔ کیونکہ محمد علی جناح بلاشبہ مدبر رہنما اور مجدد تھے۔ زیرنظر مطالعہ کتاب جو مولانا نوراللہ رشیدی کی شاندار تحقیق وتصنیف ہے ''محمد علی جناح...... ایک اسلامی مطالعہ'' اس کے 360 صفحات کا ہر حرف سچائی کی وہ روشن کرن ہے جو اُن عقل کے اندھوں کو مدلل انداز میں سمجھا رہی ہیں کہ قائد اسلام سے جدا نہ تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ رسولِ اللہ ﷺ نے مجھے خواب میں تشریف لا کر حکم دیا کہ میں جناح صاحب کا ہاتھ تھامے رکھوں اور اُنہیں نہ چھوڑوں۔ سو کے قریب موضوعات میں سے ہر موضوع مولانا نوراللہ رشیدی کی بہترین تحقیق کا آئینہ دار ہے اور آج کے دور کی ضرورت بھی ہے نسلِ نو کو نظریہ پاکستان سے دور کرنے کی نام نہاد روشن خیال مافیا کی سازش کے مقابل یہ کتاب آہنی چٹان ہے۔ کئی سو لوگوں کو مسلمان اور بہت سی کتب تحریر کرنے کے بعد اس کتاب کا مارکیٹ میں آنا حلقۂ علم و دانش کے لیے تازہ ہوا کا وہ جھونکا ہے جو جھوٹ کی فضا میں صداقت کی بہار بن کر آئے اور چھائے گا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور روحِ قائد اس تصنیف سے اپنے مزارِ مبارک میں راحت محسوس فرمائے۔ آمین

راجہ نور محمد نظامی

اسسٹنٹ ڈائریکٹر تاریخ و ثقافت، گندھارا ہسٹوریکل ٹیکسلہ

مولانا نوراللہ رشیدی صاحب چیئرمین تبلیغ اسلام پاکستان آپ ایک فاضل عالم دین، مبلغ اسلام، مصنف، کالم نگار ہیں۔ آپ محب وطن پاکستانی، ملک وملت کا درد رکھنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ میں آپ کو خصوصی وصف عطا کیا ہے اندرونِ سندھ کے بے شمار غیر مسلموں نے آپ کی تبلیغ اسلام سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ النور ریفارمنگ سنٹر اسلام آباد کے نام سے اسلام آباد میں بھی ایک ادارہ قائم کیا ہے اس ادارہ میں غیر مسلموں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بہت احسن طریق سے خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ نوجوان علماء کے لیے خطابت، صحافت کورسز کرار ہے ہیں۔ سکول کالج و یونیورسٹیز کے طلبا کے لیے علمی سیمینارز کراتے ہیں۔ میرے ذاتی کتب خانہ' کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک میں اکثر علمی ادبی اور تصنیفی تحقیقات کے سلسلے میں تشریف لاتے ہیں جب بھی آتے ہیں آپ کے ہمراہ علماء کرام، مشائخ عظام اور اہلِ فضل وکمال حضرات کی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ محبت، پیار اور خلوص کرنے والے انسان ہیں۔ چند ماہ قبل اپنی نئی تصنیف محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ اس سے قبل بھی آپ کی چند تصانیف تبلیغ اسلام، روحانیت، صحافت کے موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔

اب آپ کی کتاب ''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' کا مسودہ ملاحظہ کیا اور اس کی فہرست دیکھ کر دل خوش ہوا۔ اس سے قبل قائداعظم کی شخصیت پر لکھنے والوں نے اپنے اپنے مسالک کی روشنی میں آپ کو پیش کیا جس سے قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت

کو جو بانی پاکستان اور داعی اتحاد مسلم تھے متنازعہ شخص بنا کر پیش کیا جب کہ رشیدی صاحب نے قائداعظم کی شخصیت کی اختلافی باتوں سے ہٹ کر صرف اسلام کی روشنی میں پیش کیا۔ ''محمد علی جناح۔ ایک اسلامی مطالعہ'' قائداعظم کی مکمل شخصیت، اُن کی اسلامی ارشادات، فرمودات کے حوالے سے تصنیف کی گئی۔ اس کی فہرست ہی دیکھنے سے اس کتاب کی افادیت معلوم ہوتی ہے۔ مصنف نے قائداعظم کی تحقیق کے متعلق بہت سے چھپے ہوئے گوشے بحوالہ اور مستند منظر عام پر لا کر کتاب کی اہمیت میں بہت اضافہ کیا۔ یہ کتاب پڑھنے والوں کے لیے زندگی میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف نے اتنی خوبصورت جامع کتاب لکھ کر حق ادا کر دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا رشیدی صاحب کے علم وقلم میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر چوہدری تنویر سرور

مصنف، کالم نگار، صدر ایف جے رائیٹرز فورم پاکستان

''محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ'' محترم نور اللہ رشیدی صاحب کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں انہوں نے برصغیر کے عظیم راہنما اور بانی پاکستان کی زندگی کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اس کتاب میں قائداعظم کے فرمودات سے لے کر قائداعظم کا جنازہ تک کو بڑی گہرائی سے قلم بند کیا گیا ہے میرے خیال میں ایسی تفصیلی کتاب قائداعظم کی زندگی پر نہیں ملتی میں نے اس کتاب کے جو موضوعات دیکھے ہیں اس سے ثابت ہے کہ یہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک منفرد کتاب ہے قائداعظم کی زندگی پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن محترم نور اللہ رشیدی صاحب کی محنت اور قائداعظم سے محبت سے ہی ایسی کتاب روشناس ہوئی ہے۔

اس کتاب میں ''قائداعظم اور اسلام''، ''قائداعظم اور عشق مصطفیؐ''، ''قائداعظم اور سیکولرازم'' پر قلم اُٹھایا ہے۔ محترم نور اللہ رشیدی صاحب نے ہمیں پاکستانیت اور ایک مسلمان بننے کا بھی درس دیا ہے۔ اس کتاب کو آپ ضرور اپنی نئی نسل تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی اسلام اور قائداعظم کی زندگی کے بارے میں جان سکیں۔ میں نے پہلی بار دیکھا ہے کہ کتاب کا انتساب سابقہ اور موجودہ حکمرانوں، پارلیمنٹ، صحافت، دینی وعصری مراکز کے نام کیا گیا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ کتاب کی طرح اس کا انتساب بھی منفرد ہے۔

نور اللہ صاحب ایک عالم دین اور ایک سچے مسلمان ہیں اور اب تک ان کے ہاتھ سے 1780 غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں مجھے پوری امید ہے کہ نور اللہ رشیدی صاحب کی یہ کتاب جب آپ کے ہاتھ میں ہوگی تو آپ کی زندگی میں بھی ضرور تبدیلی آئے گی میں محترم نور اللہ رشیدی صاحب کی اس کاوش اور کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

حافظ محمد زاہد

کالم نگار، مصنف، نائب صدر' آل پاکستان رائٹرز ویلفیئر ایسوسی ایشن

دنیا میں ایسے لوگ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں جنہوں نے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہو۔ ایسے ہی عظیم لوگوں میں شمار ہوتا ہے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا جن کی قیادت میں مسلمانانِ برصغیر نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی اور دنیا کے نقشے کو اس طرح بدل دیا کہ اس نقشے پر ایک اور ملک ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا اضافہ ہوگیا۔

قائداعظم محمد علی جناح فطرتاً اسلامی مزاج رکھنے والے انسان تھے اور ان کے تصورِ پاکستان پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر شروع دن سے ہی ایک اسلامی ریاست بنانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلسل تکرار کے ساتھ ایک آزاد اسلامی مملکت کی بات کی اور پُرزور مطالبہ کیا کہ ہم اسلامی تہذیب اور اسلامی قوانین چاہتے ہیں۔ اس حوالے سے قائداعظم کے سو سے زائد اقتباسات کو اسلام سے دلچسپی رکھنے والے مصنفین اور مؤرخین نے اپنی کتابوں میں نمبروار جمع کیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم ایک اسلامی ریاست کا قیام چاہتے تھے۔

روزِ روشن کی طرح ان واضح حقائق کے باوجود ہمارے ہاں کا ایک سیکولر طبقہ تاریخ اور ان حقائق کو مسخ کر کے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ قائداعظم خود بھی سیکولر تھے اور وہ ایک سیکولر ریاست کا قیام چاہتے تھے۔ انہی سیکولر لوگوں کی سازشوں کا نتیجہ ہے کہ پون صدی گزرنے کے باوجود پاکستان صحیح معنوں میں ایک مکمل اسلامی ریاست نہیں بن سکا۔
اس ضمن میں معروف عالم دین اور نامور صحافی مولانا نور اللہ رشیدی صاحب نے ''قائداعظم: ایک اسلامی مطالعہ'' کے عنوان سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جس میں انہوں

نے قائداعظم محمد علی جناح کے اسلامی کردار، نظریات اور تصورات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور مستند حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے کہ قائداعظم فطرتاً اسلامی مزاج کے حامل تھے، اور ان کی آزادی کی ساری تحریک بھی ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تھی اور قیامِ پاکستان کے فوراً بعد انہوں نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے کوششیں بھی شروع کر دی تھیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مولانا نوراللہ صاحب کا اندازِ سخن انتہائی سہل ہے اور دلائل بہت جاندار اور مؤثر ہیں اور یہ کتاب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک ''دستاویز'' کی حیثیت رکھتی ہے اور گھٹاٹوپ اندھیرے میں ''روشنی کی کرن'' کی مانند ہے۔اس کتاب کو نہ صرف ہر لائبریری کا حصہ ہونا چاہیے بلکہ اس کتاب کی انفرادیت اور اہمیت کو دیکھتے ہوئے میرا حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ اسے تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ ہماری نئی نسل قائداعظم کے اسلامی افکار اور تصورات سے آگاہ ہو سکے۔

مولانا صاحب اس حوالے سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تاریخ کو صحیح انداز میں پیش کرتے ہوئے سیکولر ذہنیت رکھنے والوں کو چاروں شانے چت کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے قلم کے فیض سے چہار دانگ عالم کو منور فرمائے، آمین یارب العالمین!

ڈاکٹر ہدایت اللہ منہاس

مرکزی سیکرٹری جنرل پاکستان لبریشن لیگ،

چیف ایڈیٹر ماہنامہ خورشید ملت اسلام آباد

مولانا نوراللہ رشیدی کی تصنیف کردہ کتاب ''محمد علی جناح ...... ایک اسلامی مطالعہ'' کا سرسری مطالعہ کیا اور بے حد خوشی ہوئی کہ اس کتاب میں مولانا نوراللہ رشیدی نے قائداعظم محمد علی جناح کے حالاتِ زندگی، اُن کی اسلام سے محبت، حصولِ پاکستان میں کردار، تحریکِ پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھیوں کے بارے میں تحقیق کر کے ایک خوبصورت انداز میں قلمبند کیا۔ تمام مضامین میں مستند حوالوں سے عرق ریزی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پاکستان کے نوجوان نسل کے علم میں اضافہ ہوگا۔ آئندہ آنے والی نسلوں کی رہنمائی کا باعث ہوگی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا نوراللہ رشیدی کی اس عرق ریزی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے علم میں مزید اضافہ فرمائے۔

پروفیسر سرفراز علی

ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ پولیٹیکل سائنس، اسلامیہ کالج، لاہور

بانی پاکستان محمد علی جناحؒ نہ صرف ایک بلند پایہ سیاست دان، اعلیٰ سیاسی فکر اور بالغ نظر لیڈر تھے بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کے بھی بے حد مداح اور اسلامی نظریۂ زندگی کے قائل تھے۔ ان کی ذاتی زندگی اپنی فلاح و بہبود کے لیے نہیں تھی بلکہ اُنہوں نے مسلمانانِ ہند کی آزادی، ان کے عروج و کمال اور نجات کی خاطر اپنا تن من دھن بھی قربان کر دیا تھا۔

اللہ ہمارے نوجوان عالم دین مولانا نوراللہ رشیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جنہوں نے قائد محترم کی زندگی کے اس پہلو پر لکھا جو عام طور پر اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

دل کی بات

قارئین کرام! بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم کے سیاسی مشاغل، قومی خدمات اور کارناموں پر متعدد مقالات، مضامین، کالمز اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ میں نے اس کتاب میں آپ کے مذہبی، روحانی، اسلامی پہلو پر لکھا ہے کیونکہ اس حوالے سے کم لکھا گیا ہے اور مزید ضرورت بھی ہے تاکہ نوجوان نسل کو قائد محترم کی اصل تعلیمات، ارشادات اور اس وطن عزیز میں کیسا نظام چاہتے تھے اور کس مقصد کے لیے اس وطن عزیز کو حاصل کیا ہے اور قائد محترم کا اللہ رسول قرآن صحابہ کرام، اہل بیت عظام، بزرگانِ دین سے تعلق و عقیدت جیسے عنوانات و موضوعات سے آگاہی حاصل ہو۔

اس تحریر سے مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلاف کو ہوا دینا مقصود نہیں اس موضوع پر بھی کئی مقالات، کالمز اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں مسلم لیگ اور کانگریس سے وابستہ مخلص مسلم عوام، علماء اور مسلم قائدین کا احترام کرتا ہو۔ اور جس نے قائد محترم سے علم و تحقیق کی بنا پر اختلاف کیا یا اختلاف کے بعد اپنی رائے سے رجوع کیا اس کو بھی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

اور جنہوں نے صرف قائد محترم کا نام استعمال کیا یا آپ کر رہے ہیں احترام کے ساتھ میں ان کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ قائد محترم کی اصل تعلیمات اور ارشادات کو مشعل رہ بنائیں اور جس مقصد کے لیے اس مملکت کو آزاد کیا اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے قائد محترم کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور جو قائد محترم کو لادین، سیکولر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں وہ ازسرِ نو قائد محترم کی تقاریر، خطبات اور ارشادات کو پڑھیں تاکہ اصل حقیقت سے آگاہی ہو۔

صوبائیت پرستی اور فرقہ پرستی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ نومبر 1946ء میں خواتین و طالبات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب مسلمانوں کی نجات اس میں ہے کہ وہ متحد ہو جائیں وہ شیعہ، سنی اور وہابی کے امتیازات کو بالائے طاق رکھ دیں وہ صوبائی

تعصب کو بھی خیر باد کہہ دیں بعض مسلمان کہتے ہیں کہ وہ پنجابی ہیں اور بعض اپنے تیئں بنگالی کہتے ہیں ایسا طریق فکر مسلمانوں کے لیے سخت مصیبت کا باعث بنے گا، ہم صرف اسلام کے خادم ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا اب اپ نے ایک علاقہ حاصل کر لیا ہے ایک وسیع علاقہ یہ کسی پنجابی، سندھی یا پٹھان یا بنگالی کا نہیں ہے، آپ سب کا ہے۔ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام اور خدام کا جو مسلک تھا میرا وہی مسلک ہے میں نبی کریم ﷺ کا سچا اور مخلص خادم ہوں اور اس عقیدہ پر قائم ہوں۔لہٰذا خدارا مسلمانوں کے آپس کے اختلافات وہ فرقہ کے نام ہو، نسل، قوم یا صوبے کے نام پر ہوں سیاست کے نام پر ہوں حقوق کے نام پر سب کو ترک کر کے ایک اور نیک بنو۔علمی اور سیاسی اختلاف کی گنجائش ہے جو کہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔مگر نفرت و تعصب، گالی گلوچ قتل کی گنجائش نہیں ہے۔

افسوس آج کا پڑھا لکھا طبقہ بھی قائد محترم کے متعلق بنیادی معلومات سے ناواقف و ناآشنا ہیں۔لہٰذا تعلیمی نصاب میں بانی پاکستان کے اسلامی کردار اور رسول اللہ ﷺ، قرآن پاک، صحابہ کرام، اہلبیت عظام، بزرگانِ دین سے محبت اور عقیدت کو اور برصغیر کی سیاست میں ان کی بے باک قیادت کا تذکرہ شامل کیا جائے۔تاکہ اصل حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔اس کتاب سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں علمی اور تحقیقی بنیاد پر ہر ایک کو اختلاف کا حق حاصل ہے مگر ٹھوس دلائل، مستند حوالہ جات اور مکمل کتاب پڑھنے کے بعد دلیل اور تحقیق کی بنیاد پر کوئی کمزور بات نظر آئے تو آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تدارک کیا جائے۔

اس کتاب کو جن کتب سے مرتب کیا ہے ان تمام مصنفین و مولفین کا شکر گزار ہوں بالخصوص جن سے اقتباسات پیش کیے ہیں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، سیاسی و مذہبی رہنماؤں، وکلاء، صحافی اور ڈاکٹروں کا بے حد مشکور ہوں جنھوں نے اس کتاب پر تقاریظ و تبصرے لکھے۔

خیر اندیش

نور اللہ رشیدی

پاکستان کا مطلب کیا

اصغر سودائی ☆

پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
شب ظلمت میں گزاری ہے اٹھ، وقت بیداری ہے
جنگ شجاعت جاری ہے آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
چھوڑ تعلق داری چھوڑ اٹھ محمود، بتوں کو توڑ
جاگ، اللہ سے رشتہ جوڑ غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
نغموں کا اعجاز یہی نعرہ سوز وساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی وقت کی یہ آواز سنا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
تجھ میں ہے خالد کا لہو تجھ میں ہے طارق کی نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
جرأت کی تصویر ہے تو ہمت عالمگیر ہے تو
دنیا کی تقدیر ہے تو آپ اپنی تقدیر بنا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ

پنجابی ہو یا افغان مل جانا شرط ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان حکم نبی منشائے خدا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ
اے اصغر! اللہ کرے ننھی کلی پروان چڑھے
پھول بنے خوشبو مہکے وقتِ دعا ہے ہاتھ اُٹھا
پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ

☆ جناب اصغر سودائی شاعر، ماہر تعلیم، تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن اور سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے یہ ترانہ 1944ء میں اپنے زمانۂ طالب علمی میں لکھا تھا جو بالآخر تحریکِ پاکستان کا نعرہ بن گیا۔ آپ علامہ اقبالؒ کالج سیالکوٹ کے پرنسپل بھی رہے۔

''قائداعظم'' مفتی اعظم کی نظر میں''

حضرت مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحبؒ

کوئی دانشمند اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ضروری تھا تو اب فرض ہے کیوں کہ اس ملک میں مسلمانوں کی قومی بقا بدوں اس کے محال ہے، لیکن مسلمانوں کی چند جماعتیں اور افراد اس نظم واجتماع میں شریک ہونے سے اس لئے رکے ہوئے ہیں کہ ان کو قائدین مسلم لیگ پر کچھ اعتراضات ہیں۔

اس جگہ پہلے یہ سمجھ لینا ناگزیر ہے کہ کسی جماعت یا انجمن کا صدر ہونا اور شئے ہے اور امارت شرعیہ اور چیز ہے، بہت سے شبہات تو اس جگہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ایک انجمن کے قائد کو اصلاحی اور شرعی امیر قرار دیکر اس کے احکام اس پر نافذ کر کے اس کے تمام شرائط اس میں تلاش کئے جاتے ہیں، مسلمانوں کی جنگ آزادی کا ماہر فن جرنیل ہو نے کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح کو قائد تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ مفتی ہیں، ان سے حلال وحرام کا فتویٰ لیا جائے گا، نہ وہ کوئی پیر ومرشد ہیں ان کی قیادت تو صرف مسلم جمہوریت نے صرف اس لئے تسلیم کی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو انگریز اور ہندوؤں سے مقابلہ درپیش ہے، انگریز اور ہندو عدو سے متصادم ہیں، انگریز اس وقت بین الاقوامی مقتضیات کی بنا پر چیخ اور پکار کی بنا پر ہندوستان کو آزادی دینا چاہتا ہے اور عددی اکثریت اور بے حد اور بے شمار دولت وثروت کے بل بوتے اس علاقہ کی تنہا مالک بننا چاہتی ہے، اور دس کروڑ مسلمانوں کے گلے میں طوق غلامی چاہتی ہے اس لئے یہ جدل ہماری ہے، جنگ کوئی توپ وتفنگ کی تو نہیں، بلکہ آئین وقانون کی ہے۔

ادھر باتفاق موافق ومخالف یہ امر مسلم ہے کہ اس جنگ میں قائد محمد علی جناح سے

" بہتر جرنیل نہ صرف مسلم قوم بلکہ کسی دوسری قوم میں بھی نہیں ہے، کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ وہ قوم اپنے اندر ایسا جرنیل رکھتے ہوئے تامل کرے کہ اس میں تقویٰ وطہارت کی کمی پاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ وطہارت اسلام کا مقصودِ اعظم ہے، اگر مسلمانوں کے ہر کام کو چلانے والے متقی و پارسا میسر آئیں تو بلاشبہ سعادت کبریٰ ہے لیکن اگر اس کام کے لائق متقی موجود نہ ہوں تو غیر متقی سے کام لے لینا اس فسق وفجور کے دور میں ہی نہیں، بلکہ خیر القرون میں بھی حرام نہ سمجھا گیا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''السیاسۃ الشرعیہ'' میں لکھا کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے آپ کے کسی صوبہ دار نے دریافت کیا کہ دو فرد ہیں، پہلا فرد غیر متقی ہے، لیکن وہ اپنے فن کا ماہر ہے، جب کہ دوسرا فرد پرہیز گار ہے لیکن وہ ماہر فن نہیں ہے، آپ فیصلہ کریں کہ عہدے کا مستحق کون ہے، آپ نے فرمایا:

> ''پہلے فرد کی قوت مسلمانوں کے کام آئے گی اور اس کے اعمالِ قبیحہ کی خرابی اس کی ذات کو ہوگی، متقی کا تقویٰ اس کے کام آئے گا اس لئے غیر متقی کا انتخاب ہونا چاہیے۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے عقلی وشرعی حیثیت سے کارگر اس کو ٹھہرایا جو کام کی پوری اہلیت رکھتا ہو اس کے ساتھ اگر تقویٰ وطہارت بھی ہو تو سبحان اللہ، ورنہ شرط اول کا لحاظ مقدم ہے۔

(پاکستان ایک نعمت ہے ص 11 تا 12)

قائداعظم کا پاکستان

حضرت مولانا محمد صدیقؒ
شیخ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان

آج کل ایک جماعت مغرب اور روس سے متاثر ہے وہ اس ملک کو سیکولر ثابت کرنے کوشش کر رہی ہے، اور نظریہ پاکستان اسلام کی نفی کر رہی ہے، امریکہ، برطانیہ، انڈیا، اور غیر مسلم حکومتیں اس کوشش میں ہیں کہ پاکستان سے نظریہ اسلام ختم کیا جائے، مذہب سے آزاد حکومت قائم ہو نوجوان مرد وزن کو کسی مذہب کا پابند نہ کیا جائے، مغربی آوارگی، فحاشی عریانی اور بے راہ روی کو عام کیا جائے، اس پر ضروری ہے کہ عوام کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا جائے اور قائداعظم کا پاکستان کیا تھا؟ اس کی حقیقت ظاہر کی جائے۔

نظریہ پاکستان: قیام پاکستان کا محرک دوقومی نظریہ تھا:

دوقومی نظریہ کا مطلب...... برصغیر میں ایک قوم آباد نہیں بلکہ ہندو، مسلمان یعنی مسلم اور غیر مسلم دونوں قومیں آباد ہیں جو بالکل جداگانہ تشخص کی حامل ہیں ان کی پیدائش، وفات شادی بیاہ، کھانا پینا اور لباس جدا جدا ہیں، یہاں تک کہ دونوں کے مقتداء یکسر مختلف ہیں، لہٰذا لیڈر بانی پاکستان نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے لیے ایک خطہ زمین ہو جس میں وہ انفرادی، اجتماعی زندگی گزار سکیں۔

پاکستان کی اوّل تجویز:

مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ”دل یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت قائم ہو بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو شرعی عدالتیں ہوں،

دوسری قوموں سے مل کر یہ نتائج کب حاصل ہو سکتے ہیں ؟اس مقصد کے لیے صرف مسلمانوں کی جماعت ہونی چاہیۓ اور اسی جماعت کو یہ کوشش کرنی چاہیۓ۔''

(سیرت اشرف، صفحہ 50)

علامہ اقبال مرحوم کی تائید:

حالات بد سے بدتر ہو رہے تھے انگریزوں کے ساتھ ہندو مل کر مسلم کش فسادات کر رہے تھے، ان حالات سے مجبور ہو کر علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی 29 دسمبر 1930ء کو قوم کو یہی مشورہ دیا جو جون 1928ء میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دیا تھا۔

چنانچہ علامہ صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میں ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہا ہوں، کیونکہ یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کیے بغیر ہندوستان میں مغربی جمہوریت کا نفاذ کیا جائے، لہٰذا مسلمانوں کا مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے (خطبہ صدارت الٰہ آباد) گویا کہ مجدد وقت کی غیبی تائید اس دور کے عظیم شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی کر دی، چنانچہ حکیم اختر صاحب مرحوم فرماتے ہیں: میرے سامنے آل انڈیا مسلم لیگ کا سب سے بڑا اجتماع ہوا جس میں میں نے خود شرکت کی تھی اور اس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ مسلمانوں کے لیے الگ خطہ بنانا چاہیۓ۔

تحریک پاکستان کا پس منظر:

جب انگریز نے ملک چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اسوقت تین جماعتیں تھیں کانگریس، جمعیت العلماء ہند، مسلم لیگ، مع جمعیت الاسلام، آزادی کے بعد کیسے رہنا ہے تینوں جماعتیں اپنے اپنے فارمولے دے رہی تھیں، کانگریس کی طرف سے نہرو رپورٹ کے نام سے یہ فارمولا شائع ہوا جس میں ہندو کو بالادستی دی گئی تھی، جمعیت العلماء ہند کی طرف سے جو فارمولا پیش کیا گیا اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو برابر کی نمائندگی دی گئی تھی اور

اس کے مطابق حکومت قائم بھی ہو گئی تھی، نوبزادہ لیاقت علی خان اس کے وزیر خزانہ تھے لیکن دونوں طرف سے فرقہ پرستی میں شدت پسندی کی وجہ سے حکومت ختم کر دی گئی، مسلم لیگ دوقومی نظریہ کے مطابق تقسیم چاہتی تھی مسلمانوں کی اکثریت نے اس نظریہ کو قبول کیا اور تحریک پاکستان زوروں سے شروع ہوگئی، گلی گلی کوچہ کوچہ مسلم لیگ کے حق میں جلوس نکلتے تھے اور ایک ہی نعرہ لگتا تھا، پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہ الا اللہ''۔ مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' تاحد نظر جلوس یہ نعرہ لگاتا تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، بازاروں، گلیوں، اور چوکوں میں لا الہ الا اللہ کی آواز گونجتی تھی۔

تقسیم کے نظریہ کو پروان چڑھانے کے لیئے ہندو مسلم فسادات کرائے گئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندو مسلم اکٹھے نہیں رہ سکتے جس کا کچھ نتیجہ ہم نے پاکستان بنتے وقت دیکھا تھا۔

ہم نے پاکستان بنتے دیکھا:

پاکستان کے لیے جب ہندوستان تقسیم کیا گیا تو ہندو اور سکھ مسلمانوں کو لوٹنے مارنے اور لڑکیوں کو اغوا کرنے لگ گئے اور محتاط اندازے مطابق 10 لاکھ مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے قتل کیا اور پچاس ہزار لڑکیاں اغوا کر کے لے گئے، ہندوؤں نے منصوبہ کے تحت جو مسلمانوں کا قتل عام کیا اس کو منشی عبدالرحمٰن مرحوم نے (پاکستان کی قیمت نامی کتاب میں سن وار اور تاریخ وار) نقل کیا ہے، جس کو پڑھ کر کوئی مسلمان ہندوؤں کو خیر خواہ نہیں سمجھ سکتا 14 اگست 2013ء کو نوائے وقت میں مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''ہم نے پاکستان بنتے دیکھا'' اور اس مضمون کے تحت لوگوں کے تاثرات نقل کے گئے۔

(1) فاطمہ صغریٰ ...... مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ پاکستان نہیں ہے جس کے لیئے قائداعظم اور اس کے دور کے لوگوں نے قربانیاں دیں، تحریک پاکستان کی جدوجہد اپنے بچوں، بہنوں، بیٹیوں اور بزرگوں کی قربانیوں کے زخم ہر سال 14 اگست کو تازہ ہو جاتے ہیں۔

(2) بیگم ایم خورشید ......آزادوطن کے لئے خون کی ندیاں بہہ گئیں، آبادی کا اتنا بڑا تبادلہ تاریخ میں کبھی نہیں ہوا، خاندان ایک دوسرے سے الگ ہو گئے آباؤاجداد چھوٹ گئے۔

(3) کرنل احمد حسین ......انڈیا سے کئی لوگوں سے بھرے ٹرک آتے جسے ہم گڑھوں میں دباتے۔

(4) سید مشکور حسین ...... میری آنکھوں کے سامنے میرے گھر والوں کو ہندوؤں نے خون میں لت پت کیا اور گھر کو آگ لگادی

(5) اقبال احمد مغل ...... راستے میں ہم نے کئی خونی مناظر دیکھے جس کو سوچ کر اب بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کو نیزوں میں پرو کر ناچنے والے ہندو، سکھ مجھے کیسے بھول سکتے ہیں؟ ہمیں لاٹھیوں سے مارنے کے فوراً بعد ہندو حملہ آوروں نے مٹی کا تیل جلانے والی گیس ڈال کر مکانوں کو اور لاشوں کو آگ لگادی۔

(6) ابو الفاروق جالندھری...... وہ دن کتنے سنگین تھے جب سکھ کرپانوں سے حملہ آور ہوتے اور مسلمانوں کو چاقو کی اجازت نہ تھی میرے ماموں سکھوں کے علاقے میں رہتے تھے سارے خاندان کو قتل کر کے گھروں کو لوٹ لیا، وہ کتنی دہشت ناک گھڑیاں تھیں جب سکھ درندوں سے عصمت بچانے کیلئے معصوم بچیوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگادی۔

کلیجہ پھٹتا ہے جب سنتے تھے کہ مسلمانوں کی پچاس ہزار بیٹیاں سکھ اٹھا کر لے گئے حیرت ہوتی ہے جب ہمارے سربراہ اس قوم کو پسندیدہ قراردینے کی باتیں کرتے ہیں، جس قوم کو ناپسندیدہ قرار دے کر ملک کو تقسیم کیا آج وہ پسندیدہ کیسے بن گئے۔الحذر الحذر الحذر۔

فرموداتِ قائداعظمؒ

قائداعظم پر آج کل الزام لگایا جا رہا ہے وہ سیکولر نظام کے حامی تھے 27 سال گزرنے کے بعد نظریہ پاکستان میں شکوک وشبہات ڈالے جا رہے ہیں یہ شکوک وشبہات انڈیا اور مغرب کی طرف سے درآمد ہو رہے ہیں، کبھی اتحاد بین المذاہب کی تحریک کبھی بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر اسلام کے تشخص (کہ اسلام ہی ناجی مذہب ہے) کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، آزاد خیال روشن خیال ذہن مسلمان اس کی آبیاری کر رہے ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ قائداعظم پاکستان کے متعلق کیا تصور رکھتے تھے تحریر کیا جاوے تاکہ پاکستان کے نظریہ اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کرنے والوں سے قارئین متاثر نہ ہوں، اور شکوک ڈالنے والوں کو قائداعظم کا پاکستان پڑھا کر ان کے غلط نظریہ کو رد کرسکیں، چنانچہ زیرِ نظر سطور میں قائداعظم کی تقاریر پاکستان بننے سے پہلے اور بعد کی تحریر کی جائیں گی جس سے قارئین کو قائداعظم کے نظریات کو سمجھنے میں آسانی ہوگی اور وہ روشن خیال ذہن سے متاثر نہ ہوں گے۔

ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک قطعہ زمین حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہمارا مقصد ایک ایسی تجربہ گاہ کا حصول تھا جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو بروئے کار لاسکیں، اسلام نے ہمیں جمہوریت اور مساوات کی تعلیم دی ہے اور ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے، اسلامی ریاست کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکشی کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا قرآن حکیم کے احکام ہی معاشرت وسیاست میں ہماری آزادی کی وسعت وتحدید کا تعین کرسکتے ہیں، ہماری نجات کا واحد ذریعہ ان

زریں اصولوں اور ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہے جو رسالت پناہ نے ہمیں عطاء کیا ہے۔

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد نہ تو وطن ہے نہ نسل بلکہ کلمہ توحید ہے اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے، ہمیں اپنی پاک سرزمین میں اسلامی جمہوریت معاشرتی انصاف انسانی مساوات کے اصولوں کے احیاء اور فروغ کی پاسبانی کرنی ہے ہمیں ایسے باایمان لوگوں کی ضرورت ہے جو حوصلہ اور عزم رکھتے ہوں اور اپنے عقائد کی خاطر نبرد آزما ہو سکتے ہوں ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشرتی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو ایسا نظام پیش کر کے ہم اپنے فرض کی بجا آوری کریں گے اور انسانیت کو صحیح اور سچے امن کا پیغام دیں گے، ہمیں ضروری اور بنیادی نوعیت کی صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لینا ہوگا اور یہی عمل عوامی ضرورت کے تحت بعض دوسرے شعبوں میں بھی کرنا پڑے گا۔

ایک عظیم تہذیب اور تاریخ کے وارث ہونے کی حیثیت سے ہمیں کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہئے اور کام کام اور کام کو اپنا شعار بنانا چاہئے کہ کامیابی ہمارا مقدر ہے۔

یہ سہ گانہ اصول پیش نظر رکھئے ایمان، اتحاد تنظیم۔

(بحوالہ ماہنامہ اوقاف فروری 1977)

پاکستان بننے سے پہلے کی تقاریر

پہلی تقریر:۔۔۔۔علامہ اقبال کی پر زور دعوت پر قائداعظم لندن سے واپس آئے تا کہ مسلمانوں کی قیادت کر سکیں، انہوں نے مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں ایک نہایت ایمان افروز بیان دیا جو اس وقت مناظرہ کراچی میں شائع ہوا، بعد ازاں ندائے ملت لاہور نے اپنی اشاعت 5 اپریل 1970ء میں بھی اسے نقل کیا اور زمیندار لاہور میں بھی شائع ہوا جس سے نہ صرف آئندہ قائم ہونے والی نسل مسلم ریاست کی نظریاتی حیثیت واضح ہوتی ہے، بلکہ مسلم ممالک پر مشتمل اسلامی بلاک کے قیام کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا اب اسے چھوڑ کر انڈیا اس لئے آیا ہوں کہ ''لا الہ الا اللہ'' کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لئے کوشش کروں میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت تھی مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازتی، اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم مارکیزم اور کمیونزم کی حمایت شروع کروں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز مل سکتا ہے اور دولت بھی، مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو تج کے انڈیا میں محدود آمدن کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا تا کہ پاکستان وجود میں آئے اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظام میں ہی ہے، ذرا خیال فرمایئے کہ اگر لا الہ الا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے تو افغانستان، ایران، ترکی، اردن بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین شام، تیونس، مراکش، الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر کتنا عظیم الشان اسلامی بلاک بن سکتا ہے۔

(اسلام اور انقلاب ص 237 مؤلف منشی عبدالرحمٰن مرحوم)

دوسری تقریر:...... گیا بہار ریلوے اسٹیشن ...... لاہور 11 جنوری 1938ء کو لاکھو ں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ آج عظیم الشان مجمع میں آپ نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز بخشا ہے، آپ مسلم لیگ کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتے بہت سے لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں خصوصاً ہندو دوست، جب کہتے ہیں یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں، اسلام ہمیں مکمل ضابطہ دیتا ہے نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی کو صبح وشام ضرورت ہو تی ہے، جب اسلام کا نام لیتے ہیں اسے کامل لفظ دین کی حیثیت سے لیتے ہیں ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی عدل مساوات اور اخوت پر ہے۔

تیسری تقریر:...... علی گڑھ میں جب ان سے پوچھا تھا کہ پاکستان کا آئین کس طرح کا ہوگا؟ تو ان کا جواب تھا کہ میں کون ہوتا ہوں آئین دینے والا ہمارا آئین وہی ہے جو 1300 برس پہلے ہمارے عظیم پیغمبر ﷺ نے دیدیا تھا ہمیں صرف اس آئین کی پیروی کرتے ہوئے اس کا اخذ کرنا ہے اور اس کی بنیاد پر اسلام کا عظیم نظام نافذ کرنا ہے یہی پاکستان ہے۔

چوتھی تقریر: ...... ایک موقع پر قائداعظم نے اپنے تصور ریاست کو ان الفاظ میں واضح کیا: ”اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے اور نہ پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی قرآن کریم کے احکام ہی سیاست اور معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کر سکتے ہیں اسلامی حکومت او ر دوسرے لفظوں میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔“

(خطاب عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن 1941)

نومبر 1945ء کے پیغام عید میں فرمایا: ''جب ہمارے پاس قرآن کریم جیسی مشعل ہدایت موجود ہے تو پھر ہم اس کی روشنی میں ان اختلافات کو کیوں نہیں ختم کر سکتے۔''

(حیدرآباد دکن جلسہ سے خطاب 14 فروری 1945)

اس میدان سیاست میں ہندو مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے لوگ پوچھتے ہیں کون فتح یاب ہوگا؟ علم غیب تو خدا کو ہے لیکن میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر صبر اور رضا پر کاربند ہوں اور اس ارشاد خداوندی کو بھی فراموش نہ کریں کہ ''تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں'' تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں، ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔

پانچویں تقریر: اگست 1947ء میں حیدرآباد دکن کے طلبہ نے اسلامی حکومت کے لوازم کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کرنے کی اپنے طور پر کوشش کی ہے اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں ان کی زندگی کے سراب کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا معاشی، غرض کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو، مسلمانوں کے لئے الگ آزاد، خودمختار مملکت کے حوالے سے قائداعظم کے ذہن میں روز اول سے ایک واضح نقشہ تھا۔

پاکستان بننے کے بعد کی تقاریر:

پہلی تقریر: قیام پاکستان کے چھ ماہ بعد ایک تقریر میں فرماتے ہیں، اس اسکیم کو پیش کرتے ہوئے جو اصول میرے دل میں جاگزیں تھا وہ مسلم ڈیموکریسی کا اصول تھا یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس ذات اقدس ﷺ کے اسوہ حسنہ کے اتباع میں مضمر ہے جس نے ہمیں قانون خداوندی عطاء فرمایا ہے، آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی

اصولوں پر رکھیں ہمارے خدا نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہماری مملکت کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں۔

(سبی دربار، 14 فروری 1948ء)

دوسری تقریر:...... پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم گزشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے خدا کے فضل سے ایک حقیقت بن کر سامنے آ چکا ہے لیکن ہمارے لیے ایک آزاد مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں او رسانس لے سکیں اور جس میں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشو و نما پاسکیں اور جہاں اسلام کے عدل عمرانی کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لائے جاسکیں۔

(خالق دینا ہال کراچی میں خطاب 11 اکتوبر 1947ء)

تیسری تقریر:...... 30 اکتوبر 1947ء کو آسٹریلیا کے ایک نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: کہ پاکستان دنیا کے نقشہ پر لاتعداد ممالک سے بھرا ہوا ہے محض ایک اور نام اضافہ نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان اسلامی ممالک کی طویل صف میں ایک نہایت ضروری اضافہ ہے آسٹریلیا کے پیغامات اور مراسلات بحیرہ روم اور یورپ تک اسلامی دنیا سے گزر کر ہی پہنچ سکتے ہیں پاکستان قدرتی طور پر اسلامی ممالک سے بہتر قریبی تعلق رکھتا ہے۔

چوتھی تقریر:...... 24 دسمبر 1947ء کو ایک عرب ملک کے سفیر کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے، اسلام نے ثقافتی تہذیبی، ماضی اور ہماری گزشتہ روایات کو اتنا وابستہ، گہرا اور قریب کر رکھا ہے کہ اس امر میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد کو مکمل کرنے کی ہمدردی رکھتے ہیں۔

پانچویں تقریر:...... (اسلامیہ کالج پشاور 13 جنوری 1948ء) فرمایا ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا ایک زمین کا ٹکڑا لینے کے لیئے نہیں کیا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل

کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلامی اصولوں کو آزما سکیں، قائداعظم اس حقیقت کا ادارک رکھتے تھے کہ اسلام صرف مسلمانوں کی نجی زندگی کا راہنما ہے بلکہ ان کی اجتماعی حیات کے سیاسی، معاشی، اور معاشرتی پہلو کو بھی اسلامی قوانین اور تعلیمات کیمطابق استوار کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

چھٹی تقریر:...... 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوی ایشن سے خطاب میں اس شرانگیزی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لئے اس طرح قابل عمل ہیں جس طرح 1300 سال پہلے قابل عمل تھے میں نہیں سمجھ سکا لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر یہ بات پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان آئین شریعت کی بنیاد پر مدون نہیں کیا جائیگا میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف نہ ہونا چاہیے ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی آپؐ نے جس چیز میں ہاتھ ڈالا کامیابی نے آپؐ کے قدم چومے تجارت سے لے کر حکمرانی تک ہر شعبہ جات میں آپ کامیاب رہے رسالت مآب ﷺ پوری دنیا کی عظیم ہستی تھے، 1300 سال پہلے ہی اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ 14''

فروری کو شاہی دربار سبی (بلوچستان) میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔'' ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنادیں صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں اور اسلامی تصورات پر رکھیں۔

ساتویں تقریر:...... 21 فروری 1948ء میں انہوں نے اسلامی جمہوریت اسلامی معاشرتی عدل وانصاف کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب آپ کو اپنے وطن کی سرزمین میں اسلامی جمہوریت اسلامی معاشرتی عدل وانصاف اور مساوات انسانی کے اصول پر پاسبانی کرنی ہے، آپ کو ان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

آٹھویں تقریر:...... بانی پاکستان نے پاکستان بننے کے بعد فرمایا یہ ملک احکم

الحاکمین کی طرف سے بطور انعام عطا ہوا کسی قوم پر اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا انعام کیا ہوسکتا ہے؟ یہی وہ خلافت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ سے کیا تھا کہ اگر تیری اُمت نے صراطِ مستقیم کو اپنے لیے منتخب کیا تو ہم اس زمین کی بادشاہت دیں گے، اللہ تعالیٰ کے اس انعام عظیم کی حفاظت پاکستان کے ہر مرد وزن، بچے بوڑھے اور نوجوان پر فرض ہے۔

نویں تقریر:...... 21 مارچ 1948ء کو قائداعظم نے فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے جہاں ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھینچی جائے خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔

دسویں تقریر:...... 21 مارچ 1948ء کو قائداعظم نے واضح طور پر فرمایا کہ:

> ''پاکستان کسی ایک طبقے کی لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کے لیئے نہیں بنا، پاکستان میں رہنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع ملیں گے، پاکستان امیروں جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لیئے نہیں بنایا گیا، پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے پاکستان غریبوں کا ملک ہے اس پر غریبوں کو حکومت کا حق ہے، پاکستان میں رہنے والے ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کیا جائے کہ غریبوں اور امیروں میں تفاوت باقی نہ رہے، پاکستان کا اقتصادی نظام اس کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائے گا، ان اصولوں پر جنہوں نے غلاموں کو تاج وتخت کا مالک بنا دیا انہوں نے سخت لب ولہجہ میں فرمایا کہ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں او رسرمایہ داروں کو متنبہ کر دوں کہ اس طبقہ کی خوشحالی کی قیمت غریبوں نے ادا کی ہے ان کی خوشی کا سہرا جس نظام کے سر ہے وہ انتہائی ظالمانہ

شرانگیز ہے، اس نے اپنے پروردہ عناصر کو اس حد تک خودغرض بنادیا ہے کہ انہیں دلیل سے قائل نہیں کیا جاسکتا، اپنی مقصد براری کے پروردہ عناصر کو اس قدر خودغرض بنادیا ہے کہ عوام کا استحصال کر نے کی خوئے بد ان کے خون میں رچ گئی ہے، سرمایہ دارانہ نظام مغرب کی تباہی کا سبب بن رہا ہے قائداعظم نے اقتصادی ماہرین کو اس نظام کو اختیار کرنے سے روکا اور اسلامی معاشی نظام اپنانے کی تلقین کی۔"

گیارہویں تقریر:...... 15 جولائی 1948 کو سٹیٹ بنک پاکستان کے افتتاح کے موقع پر فرمایا: میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی مجلس تحقیق بینکاری کے طریقے کیوں وضع کرتی ہے، جو معاشرتی اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہو مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے لاینحل مسائل پیدا کردئے اکثر لوگوں کی رائے ہے مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچاسکتا ہے جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلارہی ہے ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی، معاشی نظام قائم کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔

بارہویں تقریر:...... 28 اگست 1948ء قیام پاکستان کے اگلے سال عید کے موقع پر آپ نے عالم اسلام کو عید کا پیغام ان الفاظ میں دیا "تمام اسلامی حکومتوں کو عید مبارک ہو میرا عید کا پیغام سوائے دوستی اور بھائی چارگی کے کیا ہوسکتا ہے؟ ہم سب یکساں طور پر ایک کٹھن دور سے گزر رہے ہیں۔

سیاسی آزادی کا ڈرامہ جو فلسطین، انڈونیشا اور کشمیر میں کھیلا جارہا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے ہم اپنے اسلامی اتحاد ہی کے ذریعے دنیا کے مشورہ خانوں میں اپنی آواز کی قوت محسوس کراسکتے ہیں۔

پاکستان کی پہلی سالگرہ:

14 اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر فرمایا: یاد رکھئے کہ پاکستان کا قیام ایک اایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں، یہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت ہے اگر ہم دیانت داری سے، تندہی سے اور بے غرضی کے ساتھ کام کریں تو یہ سال بسال شاندار ترقی کرتی رہے گی، مجھے عوام پر کامل بھروسہ اور یقین ہے کہ ہر موقع پر وہ اسلام کی تاریخ شان وشوکت اور روایات کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔

قائداعظم کے ایک معتمد ساتھی نواب بہادر یار جنگ کا ایمان افروز خطاب:

دسمبر 1943ء قائداعظم کی موجودگی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد کراچی میں کیا اس خطاب میں پاکستان کے اساسی نظریہ پاکستان کے نظام تعلیم، اور آئین و دستور کا قرآن وسنت کے تابع ہونے کا واشگاف الفاظ میں ذکر کیا گیا یہ بات واضح الفاظ میں ذکر کی گئی کہ مکر وفریب کی سیاست کا سیکولر سیاست کے بانیان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا، یہ خطاب ایک طرف سیکولر سازشی گروہ کے روز افزوں پروپیگنڈے کا موثر جواب ہے تو دوسری طرف مسلم لیگی حکومت کو نفاذ اسلام کی بنیاد کی یاد دہانی کرتا ہے جس کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا نیز اس خطاب سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پاک سرزمین کو سیکولرزم اور مکر وفریب کی آلائشوں سے نمٹنے کی ضرورت ہے جس کا واحد راستہ کتاب کی پیروی اور سنت کا اتباع ہے برادران اسلام! ملک کی مسلم لیگ کا اجلاس ہو چکا ہے حسب روایت قدیم میں آپ کو مخاطب کرنے کے لیے کھڑا ہوں اس اجلاس کو مسلم لیگ کی زندگی کا نیا باب تصور کرتا ہوں اس کی منظور کردہ قرار دادیں چھ میں سے تین میرے نزدیک زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

(1) کونسل آف کمیشن کی قرارداد نمبر (2) پنج سالہ پروگرام بنانے والی کمیٹی کی قرارداد نمبر (3) الیکشن کے مطالبہ کی قرارداد حضرات پاکستان حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں تھا

پاکستان کو پاکستان بنا کر قائم رکھنا مشکل ہے، آپ کے قائد نے ایک سے زیادہ مرتبہ اعادہ فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور، قانون کو خود مرتب کرنے کا حق نہیں رکھتے، دستور مرتب متعین ان کے ہاتھ میں موجود ہے وہ قرآن پاک ہے کتنے صحیح نظر کتنے صحیح فیصلے ہیں، اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے، کہ پاکستان اس لئے نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی جگہ حاصل کریں جہاں شیطان کا آلہ کار بن کر اس پٹی پر عمل کریں جس پر آج ساری دنیا کاربند ہے۔

ہمارے پاکستان کا اگر یہی مقصد ہے تو کم از کم میں ایسے پاکستان کا حامی نہیں ہوں اس امر کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ یہاں قرآنی نظام حکومت ہو، یہ ایک انقلاب ہوگا یہ ایک نشاۃِ ثانیہ ہوگی یہ حیات نو ہوگی اس میں خوابیدہ تصورات اسلامی جاگیں گے حیات اسلامی ایک مرتبہ پھر کروٹ لے گی، پلاننگ کمیٹی آپ کے لئے جو دستوری سیاسی نظام مرتب کرے گی اس کی بنیاد اگر کتاب وسنت پر نہیں تو وہ شیطانی سیاست ہے، ہم ایسی سیاست سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں،

برادران عزیز! اس پلاننگ کمیٹی کا مقصد ہے کے مسلمانان ہند کو عموما اور مسلمانان پاکستان کو خصوصا پاکستان میں رہنے کے قابل بنائے اور پاکستان کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے معاشرتی، تعلیم، معاشی سیاسی نظام عمل مرتب کرے دنیا جانتی ہے کہ دنیا کا کوئی عمل اتفاق کی عملی صورت اختیار نہیں کرسکتا جب تک پہلے ذہنی حیثیت مکمل نہ ہوجائے، تاریخ عالم گواہی دیتی ہے کہ ہر انقلاب کو عملی صورت اختیار کرنے سے پہلے ذہنی انقلاب سے گزرنا ہوتا ہے، تاریخ انقلاب میں صرف محمدی انقلاب ایک ایسا انقلاب تھا جس نے تیئس (23) برس کی قلیل مدت میں دونوں منزلوں کو طے کرلیا۔

ذہنی انقلاب کے پیدا کرنے کی ایک صورت تو اجتماعات ہے اور محفلیں ہیں، لیکن انقلاب کو وجود میں لانے کا مستقل اور بنیادی ذریعہ صحیح اور موثر تعلیمی نظام کی ترویج ہے، ہندوستان کی سب سے بڑی بدبختی یہی تھی کہ یہاں کا تعلیمی نظام اس قوم نے مرتب کیا جو نہ صرف ہندوستان کی سرزمین پر قابض ہونا چاہتی تھی، بلکہ اس کے معاشی ذرائع پر

بھی قابض ہونا چاہتی تھی بلکہ اس کے آس پاس کے ذہن وفکر پر بھی اپنا قبضہ جمانا چاہتی تھی اس مقصد کے لیے اس نے ہماری تاریخ کو اس انداز میں ہمارے سامنے پیش کیا جس نے ہم میں خودفراموشی کو بڑھایا اور خود اعتمادی کو گھٹایا جس نے ہماری مشرقی خصوصیات کو فنا کر دیا اور ہمیں مغربی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا ضرورت ہے مستقبل کے لائحہ عمل میں سب سے پہلا مقام تعلیم کو دیا جائے، ایسا تعلیمی نظام جس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو، جس تعلیمی نظام سے گزرنے کے بعد بچہ اسلامی نظام میں نشوونما پائے تا کہ اپنی عملی زندگی میں ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت سرانجام دے۔ میں اعلی تعلیم کے مقابلے میں ابتدائی تعلیم کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ ابتدائی تعلیم بنیاد ہے، جس کی مضبوطی پر عمارت کے استحکام کا انحصار ہے، یاد رکھو! قوم کی بدعملی صرف اخلاقی پستی ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ اس قوم کی سیاسی غلامی اس کا سب سے بڑا سبب ہے۔ میرے عزیزو! دوسرا اہم مسئلہ جو اس کمیٹی کے دائرہ کار میں ہے، وہ آپ کا معاشی نظام ہے، آپ جانتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ کشمکش سراسر معاشی ہے جو لڑائی اس وقت لڑی جارہی ہے اس کے اسباب پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معاش اور صرف معاش ہی اس کی تہ میں کارفرما ہے۔

اسلام کا معاشی نظام:

اسلام کا آفتاب اس وقت طلوع ہوا جب ایک طرف دنیا میں سیم وزر کے فلک بوس پہاڑ تھے، دوسری طرف بھوک وافلاس کے عمیق غار تھے، نام نہاد پیشواؤں نے مذہب کو آلہ کار بنا کر بنی نوع انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سخت اصولوں کے تحت اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان امتیاز پیدا کر دیا شہنشاہیت اور سرمایہ داری کا دور دورہ تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبش لب ''لا الہ الا اللہ'' کہہ کر:

(1) ہلالِ حق سے باطل کی ساری عمارتوں کو مسمار کر دیا انسانیت کی سطح ایک کر دی۔

(2) امتناع سود سے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی۔

(3) وراثت کے قانون سے دولت جمع ہونے کے راستے روک دیے۔

(4) زکوۃ نے اس دولت کو جو کسی نہ کسی طرح ان موانع کی موجودگی میں جمع ہو جاتی تھی تقسیم کر دیا۔

(5) ارتکاز دولت اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ کر دیا۔

(6) جمع مال کی مذمت اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کے ذریعے مدینہ منورہ کو عہد رسالت کے آخری ایام میں مسکین کے وجود سے خالی کر دیا۔

(7) ''الارض للہ'' کا قرآنی پیغام سنا کر نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کی ملکیت کو خدا اور اس کے خلیفہ یعنی اسلامی ریاست کے لئے مشترک قرار دیا کسی فرد واحد کو یہ حق نہ رہا کہ ان کے ذریعے دولت کے ڈھیر جمع کر لے۔

(8) نہر دریا اور معدنیات سب ریاست اسلامیہ کی مشترکہ قرارداد دے کر غریب کو حصہ دار بنایا کہ اس معاشی نظام کی موجودگی میں کسی اور معاشی نظام کی طرف نگاہ دیکھنے کی ضرورت ہے؟

برادرانِ ملت! یاد رکھیے پلاننگ کمیٹی کا تقرر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کی نشاۃِ ثانیہ ہے وہ قوم جو تعلیمی معاشی حیثیت سے آزاد نہ ہو سیاسی حیثیت سے بھی آزاد نہیں ہو سکتی تعلیمی اور معاشی غلامی کے ساتھ سیاسی آزادی غلامی کی بدترین قسم ہے۔

آپ کی توجہ خصوصیت سے اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ پاکستان کا مطالبہ کر کے اگر ایسا ملک چاہتے ہیں جس میں پاک لوگ رہتے ہیں تو میرے دوستو یاد رکھو جسمانی ناپاکی دُور ہو سکتی ہے اور آسانی کے ساتھ دُور ہو سکتی ہے لیکن ذہن و فکر اور قول و عمل کی ناپاکی وہ گندگی ہے جس کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام جیسی ہستیاں بھیجیں وہ گندگی اس وقت دور ہو سکتی ہے، جب نبی کی اتباع کی جائے، کیا ان کی ناپاکیوں میں آلودہ ہو کر جھوٹ کو اپنا شعار بنا کر مکر و فریب میں مبتلا ہو کر اور ظلم و استبداد کو جاری رکھ کر ہم دعویٰ کر سکتے ہیں، کہ ہم پاک ہیں، اگر ان گندگیوں سے پاک نہ ہوئے اور ہندوستان کو خود مختار حکومت بھی مل گئی تو کیا وہ پاکستان کہلانے کی مستحق ہو گی؟ پاک ہونے کی کوشش کو آج سے شروع کرو اور یاد رکھو نہ صرف پاکستان میں رہنے

کے لئے پاک بننے کی ضرورت ہے کہ بلکہ پاکستان کے حصول کے لئے بھی پاک بننے کی ضرورت ہے۔

مرض الوفات میں قائداعظم کی خواہش:

قائداعظم نے واضح الفاظ میں اپنی بیماری کے دوران اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہا گویا ان کی آخری خواہش تھی جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ کیا تم جانتے ہو جو مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا کبھی نہیں کر سکتا تھا میرا ایمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض ہے، کہ پاکستان وجود میں آیا اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تا کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔

(ڈاکٹر ریاض علی شاہ روزنامہ جنگ 1988)

اس سے معلوم ہوا کہ قائداعظم ملک میں خلافت کا نظام جاری کرنا چاہتے تھے، خلافت کے نظام میں اقتصادی نظام جس میں ریاستی وسائل سے سب کو متمتع ہونے کا موقع دیا جائے، معاشی اعتدال قائم ہو، ایسا نہ ہو کہ دولت امیروں کے درمیان گھومتی رہے عام لوگ زندگی کی بنیادی ضرورت کو ترستے رہے، ریاست پر لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کی ذمہ داری ہے، تا کہ کوئی شخص بھوکا، ننگا نہ ہو کوئی تعلیم علاج معالجہ اور چھت سے محروم نہ ہو، قائداعظم پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلام کے لازوال بے مثال اصولوں پر ترتیب دینا چاہتے تھے۔

(پاکستان کی قدر کریں ص 84 تا 104)

ایک متنازعہ تقریر

پروفیسر محمد شریف بقا

قائداعظمؒ مرحوم و مغفور نے اپنے سیاسی نظریات کی اشاعت کے لیے نہ صرف زبان سے کام لیا بلکہ اُنھوں نے اپنے قلم کو بھی استعمال کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامیانِ ہند کے اندر حصولِ آزادی کا شدید ترین جذبہ موجزن ہو گیا اور قیامِ پاکستان کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان کی تقاریر، بیانات، پیغامات اور انٹرویوز مطبوعہ شکل میں محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ ان کے درست نظریۂ حیات سے آگاہی کے لیے ان سب کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ان کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنے سے پہلے یہ اشد ضروری ہے کہ ان کے تمام نظریات کا عمیق مطالعہ کیا جائے۔ اس کے بغیر اگر کوئی الل ٹپ بات کہہ دی جائے تو اسے خیالِ خام تصور کیا جائے گا۔ جن لوگوں نے ان کی تحریروں کا سطحی مطالعہ کیا ہے وہ آج کل ان کے بارے میں چند ایسے امور کو موضوعِ بحث بنائے ہوئے ہیں جو عوام الناس کے فکری انتشار کو جنم دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں یا تو وہ اپنی لاعلمی، کم نگاہی کا ثبوت دے رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ تعصب سے کام لیتے ہوئے بانی پاکستان سے غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ ایسے حضرات نے قائداعظمؒ کی ایک اہم تقریر کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہوئے اُنھیں سیکولر ثابت کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ قائداعظمؒ نے یہ تقریر 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں کی تھی۔ اس میں اُنھوں نے مملکت کی کے دیگر دستوری امور کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کرنے کے علاوہ پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض پر بھی روشنی ڈالی۔ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے

کہ پاکستان کی اقلیتوں کے جملہ حقوقِ شہریت کے تحفظ اور پُر امن زندگی کی ضمانت کے بغیر پاکستان صحیح معنوں میں ترقی یافتہ، خوشحال اور مستحکم نہیں ہوسکتا۔ اُنھوں نے متعدد مواقع پر اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ پاکستانی اقلیتیں نہ صرف شہری بلکہ انسانی برادری کے حوالے سے بھی ہمارے ساتھ گہرے روابط کی مستحق ہیں۔ وہ انھیں جان، مال اور عزت کی حفاظت کی بار بار یقین دہانی کراتے رہے کیونکہ وہ بہ دل و جان ان کی فلاح و ترقی کے خواہاں تھے۔ اقلیتوں کے بارے میں اُنھوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ یہاں بڑے اختصار کے ساتھ ان کے چند اہم اور فکر انگیز اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ہمیں پتہ چل جائے کہ اُنھوں نے قیامِ پاکستان سے قبل اور اس کے بعد ان اقلیتوں کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس میں کوئی تضاد اور ابہام نہیں پایا جاتا بلکہ وہ ان کے اس نظریے کے تسلسل ہی کا آئینہ دار ہے۔ اُنھوں نے 15 نومبر 1942ء کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہماری مذہبی تعلیم ہمیں یہ حکومت دیتی ہے کہ مسلمان حکومت میں ہر غیر مسلم اقلیت کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔''

اسی طرح اُنھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ دہلی کے اجلاس میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے 24 اپریل 1943ء میں کاہ تھا:

> ''ہمارے پیغمبرؐ نے غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف عادلانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کرکے واضح ترین ثبوت دیا ہے۔''

☆......☆......☆

اب قائداعظمؒ کی اس اسلامی فکر کی عکاسی کے ضمن میں ان کی دو اور تقاریر کے مختصر اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے 14 جولائی 1947ء کو نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کے مسئلہ پر یوں روشنی ڈالی:

> ''ان کے مذہب اور عقیدے کی حفاظت کی جائے گی اور ان کی

آزادیٔ عبادت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوگی۔"

11 اگست 1947ء والی متنازعہ تقریر میں بیان کردہ اپنے اسی نظریے کی تائید اور وضاحت کرتے ہوئے اُنھوں نے فرمایا:

"پاکستان یا ہندوستان میں رہنے والی مختلف مذاہب کی حامل اقلیتیں کسی خاص مذہب، عقیدے، یا نسل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان ملکوں کی شہریت سے عاری نہیں ہو جاتیں۔ میں نے کئی بار خصوصاً قانون ساز اسمبلی میں اپنی افتتاحی تقریر میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کو کسی اور جماعت کی طرح شہریت کے حقوق اور مراعات دی جائیں گی۔ وہ غیر مسلم ہر لحاظ سے بلا امتیاز عقیدہ و ذات پاکستان کے شہری ہوں گے...... ہر شہری سے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اس مملکت کے ساتھ وفادار رہے۔"

(رائٹر کے نامہ نگار سے انٹرویو، 25 اکتوبر 1947ء)

کیا ان اقتباسات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہ سیکولر تھے؟ اب یہاں 11 اگست 1947ء والی تقریر کا وہ اقتباس پیش کیا جاتا ہے جسے بعض حضرات نے متنازعہ بنا دیا ہے۔ اُنھوں نے کہا تھا:

"...In this country everyone is free to go to their churches, mosques or other places of worship... we are all citizens of one state. Then in the course of time - not religiously, as everyone has his own belief. Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims."

اپنے ان الفاظ میں محمد علی جناحؒ نے مملکتِ پاکستان کے تمام باشندوں کے ایک اہم اور بنیادی حقِ شہریت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس امر کی طرف بلیغ اشارہ کیا ہے کہ ان سب کو اپنی اپنی عبادت گاہوں میں جا کر اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہو گی۔ اس میں کسی کے ساتھ بھی کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ گو اس

قانونی مساوات کے نقطۂ نظر سے کوئی بھی مذہبی امتیاز نہیں ہوگا۔ عیسائی، ہندو، مسلمان اور دیگر مذاہب کے پیروکار اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق اس قانونی مساوات کے یکساں حق دار ہوں گے۔ اس سے بعض حضرات یہ غلط نتیجہ نکالتے ہیں کہ قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کے قائل تھے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُنھوں نے قرآن و حدیث اور اسلامی عدل و انصاف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بجا کہا ہے کہ صحیح اسلامی مملکت میں غیر مسلم شہریوں کو جان، مال، عزت و آبرو، امن و امان وغیرہ کے یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔ تاریخِ اسلام ایسے لاتعداد واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں اس اسلامی اصولِ عدل و احسان کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے غیر مسلم رعایا کو عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی فلاح و بہبود، خوشحالی، پُرامن معاشرت اور آزادیٔ عقیدہ کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

قرآنِ حکیم نے فرمایا ہے:

"وَلَقَدْ کَرمنا بَنِی آدم" (بنی اسرائیل، آیت ۷۰)

"اور ہم نے اولادِ آدم کو باعثِ تکریم بنا دیا ہے۔"

قرآن نے آزادیٔ مذہب پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:۲۵۶)" "دین میں کوئی جبر نہیں۔"

غیر مسلموں کی مذہبی دلآزاری سے منع کرتے ہوئے قرآن نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (سورہ الانعام، 108)

"اور تم ان لوگوں کو گالی نہ دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔"

یہ آزادیٔ عقیدہ اور وسیع مذہبی رواداری اسلامی تعلیمات کا طرۂ امتیاز ہے۔ قائداعظمؒ نے قرآن کے اسی زرّیں اصولِ شہریت کی روشنی میں یہ کہا ہے کہ اسلامی آئین کی رُو سے مملکتِ اسلامیہ کے تمام باشندے بلاتمیز مذہب و نسل، قانونی مساوات کے حق دار ہیں۔ بانیٔ پاکستان کی اس اسلامی فکر کو سیکولرزم (Secularism) قرار دینا کم علمی، جہالت اور کم نگاہی کا ثبوت ہے:

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ ابوالعجبی ست

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بانیِ پاکستان کی اس اسلامی فکر کے مطابق غیر مسلم باشندوں کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی جان، مال اور عزت و آبرو کے مکمل حقوق نہ مل سکے۔ اس میں نہ تو اسلام کو ہدفِ تنقید بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی پاکستان اور اس کے بانی کو۔ اس صورتِ حالات کے ذمہ دار وہ اربابِ حل و عقد تھے جنھوں نے پاکستان کو حقیقی طور پر ایک فلاحی اسلامی مملکت نہ بنایا۔

مسٹر محمد علی جناح، قائداعظم کیسے بنے؟

مولانا کوثر نیازی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوں تو مادر گیتی ہر روز لاکھوں افراد کو جنم دیتی ہے، لیکن ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو تاریخ کے صفحات اور لوگوں کے ذہنوں میں اپنے نقوش ثبت کیا کرتے ہیں، قائداعظم انہی میں سے ایک تھے انھوں نے پاکستان کی صورت میں ایک ایسا حسین وجمیل اور خوش آئند نقش صفحہ گیتی پر ثبت کیا کہ جب تک یہ نقش سلامت اور قائم رہے گا ان کی یاد دلاتا رہے گا۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ قائداعظم رحمہ اللہ کے اس مختصر مطالعہ کردار سے ہماری غرض محض ان کو خراج تحسین پیش کرنا نہیں بلکہ ان کے سنگ ہائے میل کی نشاندہی کرنا ہے جو ہماری قومی شاہراہ زندگی پر بھی نصب ہونی چاہئیں۔

ان کی سیرت کوئی سربستہ راز نہیں تھی جس کے جاننے کے لئے رازدانوں کی ضرورت محسوس ہو اس لیے ان کی زندگی کی جزئیات اور تفصیلات آزادی کے ہر طالب علم کے سامنے پوری طرح عیاں ہے، اور ان کا عزم بلند ان کا پختہ کردار ان کی اصول پسندی ان کی مستقل مزاجی اور ان کی ملی حمیت اور خصوصیات تھیں جن سے ان کی زندگی عبارت تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر ڈٹ جاتے تھے اور پھر انھیں کوئی قوت کوئی لالچ اور کوئی ترغیب وتحریص متزلزل نہ کر پاتی تھی جن اصولوں کو انہوں نے درست سمجھا ہمیشہ ان کا پاس کیا۔ جو مقصد انہوں نے اپنے پیش نظر رکھا اسے پورا کرنے میں اپنی ساری صلاحیتیں

جھونک دیں اور جس نصب العین کو انہوں نے ایک بار اپنا لیا اس تک پہنچنے کی جدوجہد میں اپنا خون جگر صرف کر دیا ان کی ایک بڑی خصوصیت مزاج ملی سے ہم آہنگی اور ان کی جمہوریت پسندی تھی۔ملت کی قیادت ہاتھ میں لینے سے پہلے ان کے اور ملت کے عام افراد کے درمیان وہی بعد تھا جو آج بھی اونچے اور متوسط طبقہ کے افراد میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جب انہوں نے ملت کی قیادت سنبھالی اس کے قریب تر ہونے کی سعی کو اس کی اُمنگیں سمجھا اور اس کے دل کی دھڑکنوں میں اپنے قلب کی دھڑکنوں کو سمو دیا، فکر و نظر لباس اور طور اطوار میں اپنے آپ کو ملت سے ہم آہنگ بنانے میں کوشش کی اور یہی وہ بات تھی جس نے انہیں ملت کی آنکھ کا تارا بنا دیا اور ملت نے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا اور بالآخر اسی اعتماد کے بل پر وہ کرہ ارض کے نقشے پر ایک اسلامی مملکت اُبھارنے میں کامیاب ہوگئے۔ان کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے قومی اور سیاسی کاموں سے ذاتی مفاد حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی روپیہ اور شہرت جیسی چیزیں ان کو اپنی محنت اور قابلیت کے بل پر پہلے ہی حاصل تھیں۔قوم کی قیادت یا مناسب نمائندگی کے ذریعے انہوں نے اپنی ذات کے لیے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جائیداد نہیں بنائی قومی دولت میں سے کوئی حصہ ناجائز طریقے سے نہیں اڑایا، عزیزوں اور دوستوں پر ہن نہیں برسایا، لائسنس اور پرمٹوں کو خوان یغما نہیں لٹایا پھر انہوں نے اپنے اثر ورسوخ، عہدہ اختیار اور سربراہی ملت کے بل پر کبھی ذاتی خدائی جمانے کی کوشش نہیں کی عوام پر کبھی دھونس نہیں جمائی اور اپنے آپ کو معیار قانون اور مختار کل نہیں بنایا۔

ان کے کردار کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے ایک بڑا عظیم الشان سیاسی معرکہ خالص دلیل کی طاقت کے بل بوتے پر لڑا اور اس میں کامیابی حاصل کی ایک لمحہ کیلئے جبریت دہشت یا سازش وتشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا دستور و قانون کی پابندی برقرار رکھی اور ہمیشہ آئینی طریقہ کار سے بازی جیتنے کی کوشش کی عوام پر اعتماد کیا اور رائے عامہ کو ساتھ لے کر چلے یہ اس وجہ سے تھا کیونکہ ان کے ذہن کی بنیادی ساخت جمہوریت پسندانہ تھی، انہوں نے عملاً ساری عمر پارلیمانی طریقہ کار کے تحت کام کیا اور اس کے

اصولوں وروایات کی کڑی پابندی کرنے کی ایک روشن مثال قائم کی۔

قائداعظمؒ کی زندگی کے یہ نقوش بلاشبہ بڑے حسین وجمیل اور بڑے دل آویز اور دل کش ہیں، مگر مجھے کہنے کی اجازت دیجئے کہ ان میں سے کوئی نقش جس نے قائد کو قائداعظم رحمہ اللہ تعالی بنا دیا ہوان نقوش نے ان کو قائداعظمؒ بنانے میں مدد ضرور دی لیکن تنہا انہی خصوصیت کی بنا پر وہ قائداعظم رحمہ اللہ تعالی نہیں بنے۔ یہ بات واضح طور پر ہمارے سامنے ہے۔کہ 1930ء تک قائداعظم رحمہ اللہ کے سامنے کوئی نصب العین نہ تھا اس لیے وہ اپنی فکر وعمل کی عظیم صلاحیتوں کے باوجود قائداعظم رحمہ اللہ علیہ نہ بن سکے۔ وہ بڑے کامیاب وکیل تھے اور کامیاب وکیلوں کی ہمارے یہاں اب بھی کمی نہیں وہ بڑے با اصول تھے اور ہم ایک نہیں اس دور کے کئی لیڈروں کے نام بتا سکتے ہیں جو بڑے بااصول تھے اور جن کو کسی قیمت پر اپنے موقف سے نہیں ہٹایا جاسکتا تھا وہ بہترین پارلیمنٹرین تھے اور سراسر قانونی اور آئینی ذہن رکھتے تھے اور آئین سے بال برابر اِدھر اُدھر نہیں ہوتے تھے یہ تمام خوبیاں یقیناً قابل ستائش ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ قائداعظم رحمہ اللہ تعالی ان خوبیوں کی وجہ سے قائداعظم رحمہ اللہ تعالی نہیں بنے تھے یہ تمام خوبیاں زیادہ لوگوں میں نہیں تو سو پچاس میں تو آج بھی مل جائیں گی یہ قوم ایسی گئی گزری بھی نہیں کہ اس میں بااصول وراست گوحق پرست اور قانون وآئین پسند لوگ ہی سرے سے ناپید ہو جائیں، اس لئے وہ یہ خصوصیات نہیں ہیں جنہوں نے قائداعظم کو قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ بنایا مگر محض انہی خصوصیات پر قیادت عظمیٰ کا تاج کسی سر پر رکھا جانا ہوتو اس کے لیے تو اس دور کے کتنے ہی امیدوار نظر آئیں گے قائداعظم رحمہ اللہ کو قائداعظم بنا دیا وہ ''نصب العین'' تھا جس کے اصول پر انہوں نے 1937 کے بعد اپنی جدوجہد کو مرکوز کر دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1940ء میں قائداعظم بن گئے انہوں نے ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ'' نعرہ بلند کیا تو قوم کے پورے مجموعی ضمیر نے ان کی آواز پر لبیک کہا بمبئی مدراس، سی پی یوپی، میسور، متعدد ایسے علاقے تھے جن کا پاکستان میں شامل ہونا ممکن نہ تھا، اس لیے ان علاقوں کے رہنے والے لوگوں کے لئے پاکستان کے تصور میں کوئی فائدہ نظر نہیں آ سکتا تھا، انہیں

اس میں دلچسپی نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن اس کے باوجود پاکستان کے اس ''مطلب'' شرق وغرب کے ہندی مسلمانوں کے اعصاب پر ایک عجیب اثر کیا اور ہندوستان کے ہر گوشے سے......

''لے کے رہیں گے پاکستان''

''دینا پڑے گا پاکستان''

کی آوازیں اٹھنے لگیں، ہندو اور انگریز دونوں اس ریلے کے سامنے بہہ گئے اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

اسلامی نقطہ نظر سے قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کو اس دنیا میں ہماری زبانی تعریف وتوصیف اور اس کی شان میں کی جانے والی کوئی قصیدہ سرائی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، اس کے لئے تو وہی نیک اعمال فائدہ بخش ہو سکتے ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں کیے ہوں یا باقیات الصالحات کے طور پر اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہو قائداعظم رحمہ اللہ کا نیک عمل پاکستان کی صورت میں موجود ہے، اس مملکت کے لیے یہ کہہ کر انہوں نے جدوجہد کی تھی کہ اس میں اسلامی نظام حیات قائم کیا جائے گا پاکستان بنانے میں تو وہ کامیاب ہو گئے لیکن اسے اسلامی بنانے کی انہیں مہلت نہ مل سکی اس طرح ان کا یہ سب سے نیک عمل اب تک ادھورا ہے، ہم ان کے اس ادھورے نیک عمل کو مکمل کر کے اور ''باقیات الصالحات'' کی صورت دے کر ان کے لیے دوسری دنیا میں ثواب اور بلند مراتب کا دوامی سامان کر سکتے ہیں، پاکستان کے اسلامی مملکت سے جب تک اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہے گا اور دنیا کو فلاح وخیر حاصل ہوتی رہے گی اس کا حسن ثواب قائداعظم رحمہ اللہ کے نام اعمال میں بھی لکھا جاتا رہے گا۔

(اقتباس: قائداعظم رحمہ اللہ کا تصور پاکستان مشاہدات وتصورات صفحہ نمبر 305)

قائداعظم محمد علی جناحؒ کا تصور پاکستان

ڈاکٹر مجید امجد نظامی

جناب ڈاکٹر مجید نظامی نے 14 ستمبر 2009ء کو ایوان کارکنان تحریک پاکستان میں قائداعظم کا تصور پاکستان کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس آزاد مملکت میں آئین وحکومت کے حوالے سے بھی قائداعظم کے تصورات بڑے واضح تھے ایک مرتبہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آپ سے دریافت کیا گیا کہ پاکستان کا آئین کس طرح کا ہوگا تو آپ نے جواب میں فرمایا

> ''میں کون ہوتا ہوں آپ کو آئین دینے والا ہمارا آئین تو ہمیں آج سے تیرہ سو سال پہلے دیا تھا، ہمیں تو صرف اس آئین کی پیروی کرتے ہوئے اسے نافذ کرنا ہے اور اس کی بنیاد پر اس مملکت میں اسلام کا عظیم نظام حکومت قائم کرنا ہے اور یہی پاکستان ہے۔''

قائداعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دین اسلام نہ صرف مسلمانوں کی نجی زندگی کے رہنما اصول فراہم کرتا ہے بلکہ اپنے پیروکاروں سے اپنی سیاسی معاشی، معاشرتی اور پوری اجتماعی زندگی کو بھی اسلامی نہج پر استوار کرنے کا تقاضہ کرتا ہے، قائداعظم پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے متمنی تھے، نہ کہ ایک سیکولر جیسا کہ آج کل ہمارے کچھ نام نہاد دانشور اور بزعم خویش مورخ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، بابائے قوم نے اغیار کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنی تقاریر میں واضح کیا کہ

پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے سوا کسی دوسرے نظریے یا ازم کی کوئی گنجائش نہ ہوگی، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور کے نظام حکومت سے بہت متاثر تھے۔ 21 مارچ 1948ء کو فرمایا:

"میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھینچ جائے، خدا میری اس آرزو کو پورا کرے گا۔"

(اقتباس؛ قائداعظم کا تصور پاکستان شائع کردہ نظریہ پاکستان ٹرسٹ لاہور)

نظریہ پاکستان کیا ہے؟

پروفیسر محمد مظفر مرزا

اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک مخصوص نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا اور وہ نظریہ تھا، "نظریہ پاکستان" برصغیر میں دو قومی نظریے کی کوکھ سے ابھرنے والا یہ نظریہ دراصل اپنے تمام معانی، مصادر و منابع کے نقطہ نظر سے نظریہ قرآن اور نظریہ اسلام ہے کیونکہ تحریک پاکستان کے مراحل کے دوران اسلامیان ہند نے جو نظریاتی نعرہ بلند کیا تھا۔۔۔۔۔

"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

ایک طویل عرصے سے قومی اور عالمی سطح پر دانشوران کرام اور جملہ دیگر مفکرین و متفکرین حضرات اس جھمیلے میں مبتلا ہیں کہ نظر پاکستان کیا ہے؟ اس کے اصل مفاہیم ومطالب کیا ہیں؟ تحریک پاکستان کے تاریخی، قومی اور سیاسی احوال کی روشنی میں نظریہ پاکستان کس طرح معرضِ وجود میں آیا، اس کے اصل مصادر او رمنابع کیا ہیں، ہم نے چند بڑے بڑے زعماء کرام، اساتذہ کرام اور علمائے صد احترام سے یہ کہتے سنا ہے کہ نظریہ پاکستان کی تفہیم وتفسیر سمجھ میں نہیں آ رہی، قومی اور غیر قومی اخبارات رسائل جرائد اور میگزینوں میں نظریہ پاکستان کے باب میں تشکیک اور غلط فہمیاں پڑھنے کو ملتی ہیں، پھر مستزاد یہ کہ بعض اچھے خاصے صاحبان علم اور دانش نے نظریہ پاکستان کے مطالب اور مفاہیم کو گڈ مڈ کر کے رکھ دیا، بلکہ حضرت قائداعظم رحمہ اللہ، اقبال رحمہ اللہ تعالی تحریک

پاکستان، تخلیق پاکستان اور نظریہ پاکستان کے خلاف اپنے بغض، عناد، کدورت اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں جس کا باعث یہ ہے کہ بالخصوص نظریہ پاکستان کے بنیادی ازلی مطلق اور اصولی تقاضوں کو کاری ضرب لگتی رہتی ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

نظریہ پاکستان کیا ہے؟ یہ نظریہ اسلام ہے یہی وہ جذبہ اسلام ہے یہی وہ روحانی انقلاب ہے، یہی قرآنی برکت ہے، اور یہی دوقومی نظریے کی بنیاد ہے، یہی دوقومی نظریہ اپنی روحانی معنویت اور اسلامی قومی نظریات وتصورات کی شکل میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے نظریہ پاکستان کی شکل میں نمودار ہوا اور حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالی کو فرمانا پڑا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

یہی نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے اور یہی نظریہ قرآنی احکام کی شکل میں متشکل ہوا چنانچہ دوقومی نظریہ کی صداقت کے روحانی تصور ہی کو نظریہ پاکستان کا نام دیا گیا، لہذا پاکستان دنیائے انسانیت کی تاریخ میں پہلا ملک ہے جو کسی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے، یہ پروپیگنڈہ ایک عرصے سے جاری ہے، اور شدمد سے جاری ہے کہ نظریہ پاکستان تحریک پاکستان کے مراحل کے دوران کبھی استعمال نہیں ہوا حالانکہ حضرت قائداعظم نے بذات خود42۔ 1941 کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسوں میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کے الفاظ کئی بار دہرائے اس حوالے سے رسالہ ''چراغِ راہ'' کا نظریہ پاکستان کا نمبر اس جہت میں ایک کارآمد کاوش کا نام ہے، جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب ''pakstan of foundations Ideological'' جو 1959 میں شائع ہوئی، نظریہ پاکستان کے حوالے سے ایک دقیع کوشش کا نام ہے، ڈاکٹر وحید قریشی کی کتاب ''pakstan fondations Ideologial'' بھی اس حوالے سے ایک انتہائی معتبر اہمیت کی حامل ہے، جس میں حضرت قائداعظم اور حضرت علامہ اقبال کے قومی نظریات وتصورات کی روشنی میں بتفصیل بحث کی گئی ہے، نظریہ پاکستان کسی فرد، کسی

گروہ، کسی سیاسی جماعت کسی مفاداتی طبقے کی تخلیق نہیں، اس کا تعلق تحریک پاکستان کے اسلامی اور بنیادی مقاصد کے بنیادی اور اساسی فلسفوں سے ہے، جو تحریک پاکستان کے مراحل کے دوران ہر لمحہ جلوہ گر رہے ہیں اور یہی باعث ہے کہ مخالفین نے نظریہ پاکستان، پاکستان کے نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے، اور پاکستان کو ملیا میٹ کرنے کی گھناؤنی اور انتہائی غلیظ کاروائیوں میں مصروف رہی ہیں اور ابھی تک وہ برسرِ پیکار ہیں۔

نظریہ پاکستان دراصل مطالبہ پاکستان تھا ایسا مطالبہ جو کفرستان ہند میں اذان اسلام کی تجدید کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ یہ اذان ہند کو قبول تھی اور نہ آج تک کو قبول ھے، بلکہ عصر حاضر کے جدید سیاسی قومی اور بین الاقوامی تقاضوں کی روشنی میں بالکل ہی قبول نہیں، یہ ایک الگ دل دوز موضوع ہے، جس پر بہت کچھ تحریر کیا جانا چاہیے، اور ممکن ہو سکے تو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے علمی ادبی اور قومی اداروں کو بھی اپنے علمی، قومی اور نظریاتی فرائض انجام دینے چاہیں، اور قوم کے افراد کو ان کے قلوب وارواح اور جذبات و احساسات کو درد آشنائی سے ہمکنار کرنا چاہیے، یہی نظریہ ''پاکستان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی انقلاب افزا اور ولولہ انگیز ترجمانی، امنگ، ترنگ اور صدا تھی، جو اب بھی ہے، رہے گی اور قیامت تک رہے گی مایوسی اور شکستگی مسلمانوں کی ذات میں اللہ تعالی نے ودیعت ہی نہیں کی بلکہ یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ نظریہ پاکستان دراصل دین متین کے حق میں حلف برداری کے تصور کی حیثیت رکھتا ہے۔

(اقتباس: نظریہ پاکستان صفحہ نمبر 2322)

ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا کا ایک فکر انگیز مقالہ بعنوان قائداعظم رحمہ اللہ کا تصور پاکستان جسے نظریہ پاکستان ٹرسٹ لاہور نے شائع کیا ہے آپ اپنے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''زیر نظر کتابچے کا موضوع (قائداعظم کا تصور پاکستان) کے اعتبار سے جتنا بھی مواد چھان پھٹک کر دیکھا اور سمجھا اس سے صرف ایک

ہی نتیجہ سامنے آیا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے پاک، صاف اور ستھرے ذہن میں صرف ایک ہی بات نقش تھی کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمان اپنی علیحدہ مملکت قائم کریں جہاں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ آئین کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں، یقین کیجیے کہ پاکستان کے لئے اس کے علاوہ ان کے ذہن میں کسی اور قسم کا نظام حکومت یا طرز زندگی قطعاً نہیں تھا، یہ میرا ایمان ہے میرا عقیدہ ہے میرا یقین ہے اور مستند تاریخی شواہد بھی پکار پکار کر یہی یقین دلا رہے ہیں۔"

قائداعظم کی بیسیوں تقاریر کا نچوڑ یہ تھا کہ برصغیر میں مسلمانان ہند کی قومی آزادی ہو تہذیبی تحفظ کے حوالے سے اسلامی نظریہ حیات کے اصولوں پر مبنی ریاستی اور سماجی ڈھانچے کی تشکیل کی جائے، جس سے ایک اسلامی مملکت کی فلاحی نتائج سامنے آئیں اور دوسرے بھی اسلام کے ابدی صداقت سے مستفیض ہوں، اس بات کی انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس منعقدہ۔12۔جون 1945 کے موقع پر اس طرح کہا:

"پاکستان کا منشا صرف آزادی اور خودمختاری کا حصول نہیں بلکہ وہ اسلامی نظریہ حیات ہے جو ایک بیش قیمت عطیے اور خزانے کی حیثیت سے ہم تک پہنچا ہے، جسے ہم نے نہ صرف قائم رکھنا ہے بلکہ ہم توقع کرتے ہیں کہ دوسرے بھی اس کے فوائد اور حصول میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائے۔"

(وحید احمد، The Nationa Voice، صفحہ 100 جلد چہارم)

اسی بات کو اپنے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلبا سے خطاب کے دوران اس سے زیادہ صراحت سے واضح کر دیا کہ اس کے بعد کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ یقینی طور پر پاکستان میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام ہی چاہتے تھے،

انہوں نے فرمایا:

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔“

(قائداعظم کا پاکستان صفحہ نمبر 112)

21 نومبر 1945 کو ٹاؤن ہال لاہور میں خواتین کو خطاب کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی عدل وانصاف کے احیاء کے بارے میں اس طرح فرمایا:

”ہم حکومت قائم کرنے کے لئے علاقہ مانگتے ہیں جس میں ہم اسلامی عدل وانصاف کی تاریخ دہرائیں گے۔“

(قائداعظم اور اسلام ص 94)

قائداعظم رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا تقریروں اور بیانات کا بغور تجربہ کریں تو ان میں اسلام، اسلامی روایات اسلامی تعلیمات قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے اس طرح سجے ہیں جیسے نگینے۔ اسلام اور اسلامی روایات قائداعظم کے بیانات کی روح ہیں لیکن ایسے ظالم اور منافق لوگ بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ جو ان کے خلوص کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، حالانکہ ان کے بیانات کو سمجھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں اسلامی طرز فکر کو بہت اہمیت حاصل تھی وہ ایک مخلص مسلمان اور اسلام کے سچے پیروکار تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام رائج کرنے کے لئے آرزومند تھے۔

(قائداعظم کا تصور پاکستان صفحہ نمبر 52)

جناب محمد حنیف شاہد نظریہ پاکستان ٹرسٹ لاہور کے زیراہتمام ایک ایمان افروز اور عشق ومحبت پر مبنی کتابچہ بعنوان بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں "قائداعظم رحمہ اللہ تعالی کا نذرانہ عقیدت شائع کروایا ہے، تحریک پاکستان کے دوران ہی ختم نبوت کے حوالے سے مقتدر شخصیات کی طرف سے لیکچروں کا اہتمام کیا جاتا اور

بعدازاں لیکچروں کو کتابچوں کی صورت میں تحریک ختم نبوت کی جانب سے شائع کیا گیا، محمد علی جناح رحمہ اللہ نے """ رحمتہ للعالمین"، صلی اللہ علیہ وسلم" پر تقریر کی اور بعدازاں سید محمد سرور شاہ گیلانی نے اسے اردو ترجمہ کی صورت (مشتمل بر سولہ صفحات) میں شائع کیا۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ علیہ اپنی زیر نظر تقریر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم "رحمتہ للعالمین" کے آخری پیرا میں آقائے نامدار سرور دو جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "پیغمبر آخرالزماں" اور "رحمتہ للعالمین" کے معزز القاب سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حضور اکرم اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور وقتوں کے لئے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے، ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جب کہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق و معارف کے تمام امور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی اس لئے ہمارے پیغمبر آخرالزمان کو "رحمتہ للعالمین" کے معزز لقب سے خالق اکبر نے سرفراز فرمایا:

جناب محمد حنیف شاہد نے اس کتابچے کو مکمل شائع کیا ہے، جس کا عنوان "رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔

بن کے رہے گا پاکستان

منشی عبدالرحمٰن خان

مسلمان ہندو سامراج اور انگریز سامراج کے درمیان گہیوں کی طرح پس رہے تھے، جہد للبقا کے کے لئے ایک نقطہ پر جمع ہو گئے اور مسلم لیگ نے قائداعظم کی زیر کمان ان کی حفاظت و مدافعت کے لئے مورچہ لگا دیا اگرچہ اس وقت تک عام طور پر یہی خیال تھا کہ:

نہیں بنے گا پاکستان

مگر تھانہ بھون کا مرد دور بیں چشم فراست سے صاف دیکھ رہا تھا

بن کے رہے گا پاکستان

اس لیے دور اندیش اور خیر اندیش کو اب یہ فکر دامن گیر ہو رہی تھی کہ ہندوستان میں جو اسلامی سلطنت قائم ہو اس کا نظام کتاب و سنت کے مطابق ہو اور یہ تبھی ممکن تھا کہ امیر سلطنت اور ارکان سلطنت خود کتاب و سنت کے پیرو ہوں اس لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے ارباب مسلم لیگ کو تبلیغ کرنے کا فیصلہ فرمایا:

جس کی تفصیل تھانہ بھون کے رئیس اعظم دربار اشرفیہ کے سفیر خانقاہ امدادیہ کے مہتمم اور حضرت تھانوی کے برادرزادہ حضرت مولانا شبیر علی تھانوی کی "روئیداد تبلیغ" میں یوں درج ہے:

''واقعہ مئی 1939 کا ہے کہ ایک روز دوپہر کا کھانا کھا کر میں اپنے دفتر میں

کام کر رہا تھا جو حضرت حکیم الامت کی سہ دری کے سامنے تھا، حضرت حکیم الامت دو پہر کا کھانا نوش فرما کر قیلولہ کے لیے خانقاہ میں تشریف لائے اپنی سہ درے میں پہنچ کر مجھے آواز دی میں فوراً حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا حضرت سر جھکائے ہوئے تھے کچھ متفکر تشریف فرما تھے، اس زمانہ تک پاکستان کا مشہور ریزولیوشن لاہور پاس نہیں ہوا تھا مگر کانگرس اور ہندوؤں کی ذہنیت بہت کچھ بے نقاب ہو چکی تھی، اور عوام اور خواص کی زبان پر یہ آ گیا تھا کہ ہندو کے ساتھ مسلمان کا نباہ ناممکن ہے، اس لئے مسلمانوں کے لیے علیحدہ سلطنت قائم کرنا ضروری ہے، غرض حضرت نے دو تین، منٹ کے بعد سر اٹھایا اور جو ارشاد فرمایا اس کے الفاظ آج تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور بحمداللہ حافظہ میں محفوظ ہیں آپ نے فرمایا:

> ''میاں شبیر علی ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور بھائی جو سلطنت میں ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق اور فاجر کہتے ہیں مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہذا ہمیں کوشش کرنا چاہیے، کہ یہی لوگ دین دار بن جائیں اور بھائی آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولوی کو مل بھی جاوے تو شاید مولوی چلا بھی نہ سکے، یورپ والوں سے معاملات ساری دنیا سے جوڑ توڑ ہمارے بس کا کام نہیں اور سچ تو یہ کہ سلطنت کرنا دنیا داروں ہی کا کام ہے مولوی کو یہ کرسیاں اور تخت زیب بھی نہیں دیتا اگر تمہاری کوشش سے لوگ دین دار اور دیانت دار بن گئے اور پھر سلطنت انہیں کے ہاتھ میں رہی تو چشم ما روشن دل ماشاد کہ ہم خود سلطنت کے طالب ہی نہیں ہم کو تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دیندار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس! تا کہ اللہ کی دین کا بول بالا ہو میں نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقے میں عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقے یعنی خواص سے اس پر

ارشاد فرمایا کہ اوپر کے طبقے سے کیونکہ وقت کم ہے خواص کی تعداد کم ہے اور "الناس علی دین ملوکہم" اگر خواص دیانتدار بن گئے تو انشاء اللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

(روئیداد ص 1)

پہلا تبلیغی وفد:

4 جون 1938ء کو ممبئی میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا ارباب لیگ کو تبلیغ کرنے کی وجہ سے حضرت تھانوی نے اس اجلاس کے زمانہ میں ایک تبلیغی وفد بھیجنے کا فیصلہ فرمایا آپ نے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کو اس وفد کا امیر مقرر فرمایا اور مولانا شبیر علی صاحب تھانوی اور مولانا عبدالکریم صاحب گم تھلوی اور سہارنپور کے ایک تیسرے صاحب کو اس وقت کے ارکان کے طور پر انتخاب فرمایا وفد کے اخراجات کے لیے اپنے مبلغ تین سو روپیہ اپنی جیب خاص سے مولانا شبیر علی صاحب کے حوالے کیے اور انہیں فرمایا کہ:

''مولانا شبیر احمد ریل کے جس درجہ (سیکنڈ یا فرسٹ) میں سفر کرنا چاہیں ان کے لئے اسی درجے کا ٹکٹ لیا جائے اور تم لوگ تھرڈ یا انٹر میں سفر کرنا اگر ممبئی میں خرچ کی اور ضرورت ہو تو حکیم سعید صاحب گنگوہی معروف حکیم اجمری) سے لے لینا اور بمبئی ہی سے بذریعہ خط اس قرض کی رقم کی مجھے اطلاع دے دینا تا کہ میں ان کو روانہ کردوں واپس آ کر بتاو گے تو ادائیگی میں دیر ہو جائے گی۔'' روئیداد ص 2

اطلاع روانگی وفد:

آپ نے وفد کی روانگی کی اطلاع مولانا شوکت علی مرحوم کو بھیج دیا اور احتیاطا مندرجہ ذیل خط جناب محمد اسماعیل خان صاحب بیرسٹر ایم، ایلی وصدر مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ یو، پی کو بھی لکھ دیا:

مکرم ومحترم جناب نواب محمد اسماعیل خان صاحب صدر مسلم لیگ صوبہ یوپی

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ بدست جناب وصل صاحب بلگرامی موصول ہوا پڑھ کر بہت مسرت ہوئی الحمدللہ آنجناب نے بھی شرکت علماء کے اہمیت کومحسوس فرمایا، حسب مشورہ سامی آج ایک خط مولانا شوکت علی کی خدمت میں اس وفد کے قیام وغیرہ کے انتظام کی بابت لکھ دیا گیا ہے، اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کھانے کا انتظام یہ حضرات خود کریں گے انشاء اللہ یکم جون کو یہاں سے روانہ ہوکر یہ حضرات 3 جون کی صبح کو ایکسپریس سے ممبئ پہنچیں گے امید ہے جناب والا اس وفد کی شرکت کے لیے مسٹر محمد علی جناح اور دیگر اراکین مسلم لیگ سے اس درمیان میں تمام معاملات ضرورت طے فرمائیں گے۔والسلام ۔اشرف علی تھانوی تھانہ بھون

ضروری ہدایات:

مسلم لیگ کے روح رواں مسٹر محمد علی جناح سے گفتگو کرنے کے متعلق حضرت تھانوی نے مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ امیر وفد کوحسب ذیل ہدایت دیں:

"جناح صاحب سے جو باتیں کرنی ہیں وہ میں نے مولانا شبیر احمد کو خط میں لکھ دیں وہ امیر الوفد بھی ہیں، اور گفتگو کا سلیقہ بھی ان کو بہت بہتر آتا ہے لیکن اگر کسی سے گفتگو کا تم کو اتفاق ہوجائے تو گفتگو میں اس کا لحاظ رکھنا کہ گفتگو کو نرم لہجے میں ہو اختلافی مسائل درمیان میں بالکل نہ آویں اگر مخاطب اختلافی مسائل درمیان میں لانا چاہے تو بہ لطائف الحیل اس سے گریز کرنا اور دوسری گفتگو شروع کردینا اگر مخاطب کے کسی عمل کے متعلق کچھ تنقید کرنا ہو تو لہجہ تنقیدی نہ ہو بلکہ ہمدردانہ اور تبلیغی ہو الفاظ بھی نرم ہوں اور "کلموا الناس علی قدر عقولھم" کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب ایسا دینا جس کو مخاطب آسانی سے سمجھ سکے جس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ میں فتح پورہ سے الہٰ آباد جارہا تھا ریل میں کچھ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ نوجوان ہمسفر ہو گئے مجھے وہ پہچانتے نہ تھے مگر صورت سے مولوی سمجھ

کر پوچھنے لگے مولانا شریعت نے کتا پالنا کیوں منع کیا ہے حالانکہ اس میں بہت سی صفات اچھی ہیں یہ زمانہ وہ تھا جب قومی ہمدردی کا علی گڑھ میں بہت زور تھا میں اگر ان کے سامنے شرعی مسائل بیان کرتا اور اللہ اور رسول کے احکام بیان کرتا تو بحث کا دروازہ کھل جاتا اور وہ مقصد کہ ان کے دل میں کتے کے پالنے کی برائی بیٹھ جائے حاصل نہ ہوتا اس لئے میں نے ان سے کہا کہ کتے میں ساری صفات مسلم مگر ایک عیب ایسا ہے کہ سب پر پانی پھیر دیتا ہے انہوں نے کہا کہ مولانا وہ عیب کیا ہے تو میں نے کہا کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں اپنی قوم کے کسی فرد کو دیکھتا ہے تو فوراً لڑنے مرنے کو کو تیار ہو جاتا ہے، اس پر وہ سب نوجوان بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے واقعی یہ جنس پاس رکھنے کے قابل نہیں ورنہ ہم میں بھی یہ اثر آوے گا تو یہاں اس کا لحاظ رہے کہ مقصد ہاتھ سے نہ جانے پائے لیکن مخاطب کے فہم کا بھی ضرور لحاظ رہے۔

(روئیداد ص 3)

یہ ہدایت لے کر مولانا شبیر علی صاحب یکم جون کو دیو بند کے ارادے سے روانہ ہوئے دوسرے ارکان نے وفد کو ہمراہ لے کر مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں پہنچے مولانا تھانوی کا والا نامہ پیش کیا اتفاق سے مولانا موصوف کی والدہ ماجدہ سخت علیل تھی جس کے پیش نظر انہوں نے عذر فرمایا، مولانا شبیر علی صاحب نے بہت اصرار کیا مگر مولانا عثمانی والدہ کو اس حالت میں اکیلا چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے جس پر ارکان وفد واپس تھانہ بھون آ گئے اور تمام واقعہ حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا جس سے حضرت کو بہت گرانی ہوئی اور یہ فرمایا بہتر ہے "الخیر فیما وقع "خاموش ہو گئے اور مندرجہ ذیل خط نواب محمد اسماعیل صاحب کو لکھ دیا:

اطلاع التواء:

مکرم و محترم جناب نواب محمد اسماعیل خان صاحب زاد فضلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

جناب کو اس سے قبل اطلاع دی گئی تھی کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں 4 جون کو علماء کا وفد شریک ہوگا اور جناب نے اس کے لئے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے جملہ ذمہ داری قبول فرمائی تھی، مگر اتفاق سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی والدہ صاحبہ کی علالت نے خطرناک صورت اختیار کر لی اس لئے مولانا موصوف کی روانگی بھی مشکوک ہو گئی جس کی جناب کو اطلاع دینا ضروری ہے، وقت پر تار سے میرا اطلاع دی جائے گی کہ وفد روانہ ہوا یا نہیں والسلام احقر عفی عنہ!

چونکہ وفد کی روانگی قطعی طور سے ملتوی نہیں کی گئی بلکہ احتمال ہے کہ وقت پر روانہ ہو جائے اس لئے احتیاطاً آپ جملہ انتظامات درست فرمانے میں دریغ نہ فرمائیے۔

مگر حضرت کو فوری طور پر کوئی ایسا موزوں آدمی نہ مل سکا جو مسٹر جناح سے حضرت کے حسبِ منشا گفتگو کر سکتا کیونکہ حضرت تھانوی جانتے تھے کہ مسٹر جناح بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالی کے بڑے قانون دان بڑے مناظر اور اجتماعیت کے بڑے نبض شناس تھے اور اپنے پیروؤں سے ان کی بڑی خصوصیت اپنی بات پر جم کر دوسروں سے اپنی بات منوانے کی قوت تھی۔"

(یادرفتگان ص422)

اس لئے ان سے گفتگو کرنے کے لیے بھی ایک صاحب اثر و تاثیر موقع شناس اور معاملہ فہم کی ضرورت تھی جس کے بروقت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے وفد روانہ نہ ہو سکا۔

دوسرا تبلیغی وفد:

اس موقع کے ضائع ہو جانے کے بعد دسمبر 1938 میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس پٹنہ میں ہونا قرار پایا جہاں سب ارباب و ارکان لیگ کا اجتماع تھا اس لئے حضرت تھانوی نے اس تاریخی اجتماع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک اور تبلیغی وفد مرتب فرمایا جو مولانا شبیر علی صاحب تھانوی مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا عبدالجبار صاحب ابو ہری مولانا

عبدالغنی صاحب پھول پوری اور مولانا معظم حسین صاحب امروہی پر مشتمل تھا۔ مولانا مرتضٰی حسن صاحب چاند پوری کو رئیس الوفد مقرر فرمایا اور بغرض اخراجات 200 روپیہ اپنی جیب خاص سے مولانا شبیر علی صاحب کے حوالے کیے اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب پٹنہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب وکیل کے ہاں قیام کریں، جو حضرت کے جان نثار خادم تھے، اس وفد کی آمد کی اطلاع مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو بھی پٹنہ بھیج دی تا کہ وہ اس کے قیام کا انتظام کر چھوڑیں۔

24 دسمبر 1938 کو مولانا شبیر علی صاحب مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا عبدالجبار صاحب تھانہ بھون سے روانہ ہوئے مراد آباد میں امروہہ سے آکر مولانا معظم حسین صاحب اور آگے مولانا عبدالغنی صاحب بھی مل گئے احتیاطاً مولانا شبیر علی صاحب نے مراد آباد سے ہی مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو حسب ہدایت حضرت تھانوی تار بھی دے دیا کہ ہم فلاں گاڑی سے آرہے ہیں اگلے روز صبح چھے بجے یہ وفد پٹنہ پہنچا، اسٹیشن پر مولانا عبدالرحمٰن معہ دیگر حضرات بغرض استقبال موجود تھے اور رئیس الوفد مولانا مرتضٰی حسن صاحب پہلے ان کے مکان پر پہنچ چکے تھے لیگ کا اجلاس اسی روز شروع ہونا تھا مولانا شبیر علی صاحب اپنی ''روئیداد'' میں لکھتے ہیں کہ:

اہتمام ملاقات:

ہمارے بعض ساتھیوں نے اجلاس میں شریک ہونا چاہا مگر میں نے عرض کیا کہ ہم اس وقت آزاد نہیں ہیں بلکہ حضرت کے فرستادہ ہیں، جب تک جناح صاحب سے گفتگو نہ ہو چکے اور ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ہم جلسے میں شرکت نہیں کر سکتے، میں ابھی نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب کے پاس گیا اور انھوں نے فوراً جناح صاحب کو اطلاع کی جناح صاحب نے اسی روز شام کے پانچ بجے کا وقت گفتگو دیا، لہذا میں نے واپس آکر مولانا مرتضٰی حسن صاحب کو اطلاع دی، حضرت رحمہ اللہ نے اپنے تالیف شدہ دو رسالہ طبع کرا کر ہمارے ساتھ کر دیئے تھے کے ممبران لیگ کو خصوصیت سے اور جو بچیں وہ

عوام میں تقسیم کر دینا ان میں سے ایک رسالہ میں حضرت کا مسلم لیگ کے نام تاریخی پیام تھا جس کی روشنی میں جناح صاحب سے گفتگو کرنا تھی اس لئے میں نے وہ دونوں رسالے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے حوالے کئے اور عرض کیا کہ چونکہ گفتگو آپ کو ہی کرنی ہے لہٰذا ان رسالوں کو ملاحظہ فرمائیں تاکہ گفتگو میں آسانی رہے، اس پر مولانا نے گفتگو سے عذر فرمایا اور فرمایا کہ بھائی ان سے گفتگو تمہیں ہی کرنا اول تو آپ حضرتؒ کی طرف سے امیر الوفد ہیں پھر ہمارے سب کے بزرگ ہیں اور میرے استاد بھی ہے لہذا آپ کے سامنے ہمارا کسی کا بھی گفتگو کرنا اور خاص کر میرا خلاف قاعدہ ہے اور دوسرے گستاخی بھی ہے مگر مولانا عذر فرماتے رہے، بڑی خوشامد کے بعد 12 بجے وہ گفتگو کے لیے راضی ہوئے اور میں دونوں رسالے ان کی خدمت میں پیش کر کے بے فکر ہو گیا۔

شام کو ساڑھے چار بجے گھر سے روانہ ہوئے ٹھیک پانچ بجے ہم نے جناح صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع کرائی انہوں فوراً بلا لیا جناح کے کمرے میں پہنچنے کے لئے کچھ سیڑھیاں چڑھ کر جانا پڑتا تھا جب سے مجھے نمونیہ ہوا تھا، چلنے سے یا سیڑھی پر چڑھنے سے اب تک میرا سانس پھول جاتا تھا جس سے فوراً گفتگو کرنا مشکل ہوتا جب نصف سیڑھیاں طے کرلیں اور میرا سانس کافی پھول رہا تھا تو اس وقت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بھیا! تو گفتگو کریا نہ کر میں تو گفتگو نہ کروں گا اب ادھر تو یہ جلدی کے جناح صاحب ہمارے منتظر بیٹھے ہیں ادھر میرے اوپر بم گرا میں نے ہر چند عرض کیا کہ حضرت میری حالت تو دیکھئے میں گفتگو کے قابل کہاں ہوں، پھر نہ گفتگو کا اسلوب سوچا نہ کچھ آخر میں کیسے گفتگو کر سکتا ہوں لیکن مولانا نے نہ مانا آخر طوعاً و کرہاً میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا ہے یوں ہی سہی

قائداعظم سے وفد کی پہلی ملاقات:

چنانچہ ہم سب اوپر پہنچے جناح صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے ہم کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے سب سے مصافحہ فرمایا عبدالعزیز صاحب بیرسٹر پٹنہ نے جن کے جناح

صاحب مہمان تھے، ہمارا سب کا تعارف کرایا سب بیٹھ گئے اور گفتگو شروع ہو گئی جو میں نے حضرت کی ہدایت کے مطابق کی یہ گفتگو قریباً ایک گھنٹہ جاری رہی جناح صاحب نے نہ صرف یہ کے جوابات تسلی بخش عنایت فرمائے بلکہ ان کے جوابات ایسے تھے کہ ہم سب اور خصوصیت سے میں تو بہت متاثر ہوا کیونکہ اگر دوران گفتگو میں ان کے کسی دینی عمل کی کوتاہی کے متعلق عرض کیا گیا تو بغیر کسی تاویل یا حجت کے انہوں نے اپنی کوتاہی کو تسلیم کیا اور آئندہ اس عمل کی اصلاح کا وعدہ کیا اور ہم سے کہا کہ آپ بھی دعا کریں کہ میں اپنی اصلاح کر سکوں میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہم سب تو جناح کو کیا متاثر کر سکتے تھے اور میری خصوصیت سے کوئی حیثیت ہی نہ تھی نہ دینی، نہ دنیوی یہ صرف حضرت کا وہ روحانی فیض کام کر رہا تھا جو حضرت کی توجہ سے پہنچ رہا تھا اور جناح صاحب بھی حضرت کے فرستادہ وفد سے متاثر تھے ورنہ سب جانتے ہیں کہ جناح کسی بڑے سے بڑے کا اثر بھی قبول کرنے والے نہ تھے۔

تبلیغ نماز:

اس ایک گھنٹہ کی گفتگو میں بہت سے مذہبی امور زیر بحث آئے جن میں سے ایک امر خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس نے قائداعظم کے حالات وخیالات میں انقلاب پیدا کیا مولانا شبیر علی صاحب تھانوی اپنی اس اولین ملاقات کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

دورانِ گفتگو میں نے جناح صاحب سے یہ سوال کیا کہ آپ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے پنڈال وغیرہ بنواتے ہیں اور لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے تکبیر بلند کرتے ہیں اس میں کیا ہے؟ جناح نے فرمایا کہ اس سے غیر اقوام پر رعب پڑتا ہے، میں نے کہا میں ایک اور تدبیر بتا دوں، جس سے رعب زیادہ ہوگا فرمایا وہ کیا ہے میں نے کہا جب دوران جلسہ میں نماز کا وقت آجائے تو اس سوا ڈیڑھ لاکھ کے مجمع کو لے کر باجماعت نماز ادا کریں پھر آپ خود دیکھیں گے کہ کتنا رعب پڑتا ہے اس پر جناح صاحب نے فورا فرمایا کہ آپ

فرماتے تو صحیح ہیں مگر میں اس وقت اس پر عمل کرنے سے معذور ہوں میں نے کہا آپ کو کیا عذر ہے تو فرمایا کہ آپ با جماعت نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، تو امام کس کو بناؤں گا، ممکن ہے کہ میرا خیال صحیح ہو کہ اگر میں امامت کروں سب لوگ نہیں تو بہت بڑی اکثریت میرے پیچھے نماز پڑھ لے گی مگر میں امامت کے قابل نہیں مجھ میں اس کے اہلیت نہیں اس لئے کسی دوسرے کو امام بنانا پڑے گا اگر امام دیوبندی ہو گا تو بریلوی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے اگر بریلوی ہو گا تو دیوبندی نہ پڑھیں گے، اور الگ جماعتوں سے بجائے رعب پڑھنے کے غیر اقوام کو مسلمانوں کا اختلاف نمایاں ہوگا, اب تو اپنی اپنی مسجدوں میں پڑھتے ہیں اور یہاں اگر کوئی جماعت ہوئی تو یہ زیادہ نمایاں ہو گا اس لئے میں اس وقت تو معذور ہوں آگے چل کر دیکھا جائے گا

میں نے کہا اس پر تو بحث طویل ہوجائے گی کہ یہ عذر صحیح ہے یا نہیں اس کے متعلق تو پھر کسی ملاقات میں عرض کروں گا اب دوسری بات عرض کرتا ہوں کہ خود آپ پر بھی تو نماز فرض ہے آپ کیوں نہیں پڑھتے ،آپ جلسوں میں اپنا یہ معمول رکھیں کہ جب نماز کا وقت آوے مصلیٰ بچھا کر آپ نیت باندھ لیں اور کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔

یہاں تک تو میں نے جناح صاحب کی گفتگو نقل کی ہے الفاظ میرے ہیں بات ان کی ہے آگے مندرجہ بالا سوال کا جواب جناح صاحب نے جو دیا اس کے الفاظ آج تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جن کو سن کر مجھے تو پسینہ آ گیا تھا کہ ایک بے عمل مگر اتنا بڑا آدمی یوں مجمعے کے سامنے اقرار خطا کرے بڑی بات ہے ہم جیسوں سے اس قسم کا سوال ہو تو شاید تاویل ہی کرتے ، مگر اللہ تعالی انہیں مغفرت کرے (آمین) کہ وہ کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے میری بات سن کر وہ آگے کو جھک گئے اور نہایت ندامت کے لہجے میں یہ الفاظ فرمائے:

''میں گناہ گار ہوں خطا کار ہوں آپ کو حق ہے کہ مجھے کہیں، میرا فرض ہے کہ میں اس کو سنو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔''

چونکہ اس کمرے میں ہمارے (ارکان وفد) کے علاوہ بارہ تیرہ اور حضرات بھی

موجود تھے جن میں مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپوری مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل پٹنہ بیرسٹر پٹنہ کو جانتا تھا، باقی حضرات سے میں واقف نہ تھا ان سب کے سامنے ان الفاظ سے بغیر کسی تاویل کے اظہار ندامت اور اقرار اصلاح نے مجھے بہت متاثر کیا اس تاویل سے فوراً سنبھل کر میں نے کہا دیکھئے یہ وعدہ جناح کا ہے کسی چلتے پھرتے آدمی کا نہیں اس وعدہ کو پورا فرمایا جاوے اس پر مرحوم سیدھے ہو کر تن گئے اور بار بار سینا پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ:

''جناح کا وعدہ'' جناح کا وعدہ، میں اس کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا آپ میرے لیے دعا کریں۔

(مشاہدات و واردات، ص 141 تا 118)

غرض کہ وہ یہ حالات تھے جن کے تحت قائداعظم نے نماز شروع کی جو آخیر وقت تک اہلسنت کے طریقے پر پڑھتے رہے اور ان کی دیکھا دیکھی بعض بے نمازی بھی نماز کے عادی بن گئے۔

دوسری ملاقات:

اس کے بعد حضرت تھانویؒ نے قائداعظم کے قول و کردار کا گہری نظر سے مطالعہ شروع کر دیا آپ ان میں جب بھی کوئی بات خلاف شریعت دیکھتے اس کے اصلاح کے لیے قائداعظم کے پاس فوراً وفد یا خط بھیجتے، دسمبر 1938 کے بعد قائداعظم نے جو تقاریر کیں ان سے مذہب اور سیاست کے متعلق ان کا نظریہ واضح ہوگیا کہ وہ بھی اہل مغرب کی طرح مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتے ہیں اور الگ رکھنا چاہتے ہیں اس پر حضرت تھانویؒ نے مولانا شبیر علی صاحب کو بلایا اور فرمایا:

''کہ جناح کی تقریروں میں یہ دیکھا گیا کہ مذہب اور سیاست کو الگ سمجھتے ہیں ان کی بابت ان کو سمجھانا ہے۔'' (روئیداد تبلیغ صفحہ نمبر 6)

چنانچہ مولانا شبیر علی صاحب فوراً تیار ہو گئے ان کی درخواست پر حضرت مولانا

ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی اعظم پاکستان کو ان کے ساتھ کر دیا 3 حضرات کا یہ وفد 12 فروری 1939 کو دہلی پہنچا، مولانا شبیر علی صاحب نے قائداعظم سے ٹیلیفون پر اپنا تعارف کراچکا ہوں کہ:

"میں وہی ہوں جو پٹنہ میں نیاز حاصل کر چکا ہوں، اب بھی ہم کو وقت دیا جائے۔"

قائداعظم نے انہیں شام کے سات بجے کا وقت دیا اور یہ سب حضرات ٹھیک وقت مقررہ پر ان کی خدمت میں پہنچے اور اپنی آمد کے مقصد سے انہیں آگاہ کیا۔

مذہب اور سیاست

چنانچہ مذہب اور سیاست پر افہام وتفہیم کا سلسلہ جاری ہو گیا، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب کا بیان ہے کہ:

"وفد نے قائداعظم سے کہا کہ مسلمان کسی تحریک میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس تحریک کو شریعت کے مطابق نہ چلائیں، اس تحریک کے چلانے والے خود کو احکام اسلام کا نمونہ بنائیں اور ان کے پیر و شعائر اسلام کے پابندی نہ کریں، کیونکہ جب یہ سب خود کو احکام دین کا پابند بنالیں گے تو اس کی برکت سے نصرت اور کامیابی خود بخود ان کے قدم چومے گی اور انشا اللہ بہت جلد کامیابی نصیب ہوگی۔

وفد نے مزید کہا کہ مسلمانوں کی سیاست کبھی مذہب سے الگ نہیں ہوئی مسلمانوں کے بڑے بڑے قائد مسجدوں کے امام بھی تھے۔اور میدان کے جرنیل بھی خلفاءِ راشدین حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وغیرہ سب مذہب اور سیاست کے جامع تھے۔

"قائداعظم نے فرمایا کہ میرا تو خیال یہ ہے کہ مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے وفد نے کہا کہ پھر اس طرح کامیابی کی توقع نہیں۔"

غرض کہ اس موضوع پر پورے آٹھ گھنٹے گفتگو ہوتی رہی اور بلاآخر یہ خانقاہ نشین علماء دین کے اس بہت بڑے اور کامیاب سیاستدان کی سیاست کو مذہب کی حدود کے اندر لانے میں کامیاب ہو گئے اور قائداعظم نے وفد کے معروضات کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اپنے اس تاریخی فیصلے سے آگاہ فرمایا کہ!

"دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو میری سمجھ میں اب خوب آ گیا کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔"

(روئیداد صفحہ نمبر 7)

تبلیغی ملاقاتیں:

اسی طرح دربار اشرفیہ کے مبلغین اور قائداعظم کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا جب بھی کسی بھی معاملے میں حضرت تھانوی قائداعظم کی رہنمائی ضروری سمجھتے فوراً ان کی خدمت میں اپنا سفیر بھیجتے، دہلی کی دوسری ملاقات میں مولانا شبیر علی صاحب اپنے ساتھ پھر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو ہمراہ لے گئے، مگر تیسری ملاقات کے وقت مفتی صاحب کو بھی کوئی عذر پیش آ گیا جس پر حضرت رحمہ اللہ نے مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ!

"تم ہر مرتبہ کسی نہ کسی کو ساتھ لے جانے کی کیوں کوشش کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کے معاملہ تبلیغ کے احکام کا ہے مجھے اپنے اوپر اطمینان نہیں میں ساتھیوں سے کہہ دیتا ہوں کہ گفتگو میں ہی کروں گا اگر دوران گفتگو میری زبان سے غلط بات نکلے تو بلالحاظ اس کے کہ میری کچھ ہتک جناح صاحب کے سامنے ہوگی مجھے فوراً تنبیہ فرمادیں گے اس پر حضرت نے فرمایا کہ اجی نہیں !!اس کی فکر مت کرو ہر مرتبہ ساتھی کی تلاش میں دقت ہوتی ہے، اللہ کا نام لے کر جاؤ اللہ مدد کرے گا۔" (روئیداد ص 7)

سفیر اشرف:

چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ دربار اشرفیہ کی طرف سے مولانا شبیر علی صاحب ہی اکیلے بطور سفیر تبلیغ قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، ملاقات کا وقت اور مقام مستقل طور پر مقرر کر رکھا تھا مولانا جب بھی دہلی جاتے اور ملاقات کے لیے فون کرتے خواہ اس وقت کتنے ہی کیوں نہ بجے ہوں انھیں شام کے سات بجے کا ہی وقت بغرض ملاقات دیا جاتا پٹنہ کی ملاقات کے بعد مولانا موصوف نے قائداعظم کے ساتھ جس قدر ملاقاتیں کیں سب کی سب اسی وقت ہوئیں اور کوئی ملاقات اڑھائی گھنٹہ سے کم اور تین گھنٹے سے زیادہ عرصے تک نہیں رہی مولانا بھی ماشاء اللہ اصولوں کے بادشاہ کے سفیر تھے، اور بذلتہٖ بھی بڑے بااصول، اس لئے وہ ٹھیک سات بجے ہی اپنے مخصوص کمرہ ملاقات میں قدم رکھتے جو قائداعظم کی کوٹھی کے برآمدے کے سرے پر واقع تھا دوسرے ملاقاتیوں سے تو قائداعظم ڈرائنگ روم میں گفتگو فرمایا کرتے تھے مگر سفیر اشرفیہ کے لیے ایک خاص امتیاز و اعزاز کے لئے یہ آراستہ کمرہ مخصوص تھا جس میں اور کسی کو شرف ملاقات نہ بخشتے تھے، اگر اتفاق سے مولانا چند منٹ پہلے پہنچ جاتے تو اتنا عرصہ کوٹھی کے باہر ہی ٹہل کر گزار لیتے کوٹھی کے اندر وقت مقررہ سے پہلے قدم نہ رکھتے اور قائداعظم جو ان کے انتظار میں تیار بیٹھے ہوتے مولانا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی فوراً بعد پہنچ جاتے۔

اعترافِ قائداعظم:

حضرت تھانویؒ نے مولانا شبیر علی صاحب کو کبھی سیاست پر گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی تھی کیونکہ سیاست کے تو وہ خود ماہر تھے ان میں جو کمی تھی وہ صرف تدین کی تھی جسے پیدا کرنے کے لئے تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری کیا گیا تھا اسلیئے مولانا نے قائداعظم سے جس قدر ملاقاتیں کیں سب میں مذہبی اُمور ہی زیر بحث لائے اور سیاسیات پر کبھی گفتگو نہ فرمائی چنانچہ مولانا شبیر علی صاحب اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ حسب ارشاد حضرت والا حاضر ہوا وہی شام کے سات بجے تھے ابھی جانبین سے مزاج پرسی ہو رہی تھی کہ موٹر کی باہر سے آواز آئی اور ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب تشریف لائے ہیں میں تو یہ سمجھا کہ آج کی مجلس ختم ہوئی اب کوئی اور وقت لے لوں گا مگر جناح صاحب نے پیشانی پر بل سا ڈال کر ملازم سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو بٹھا دو اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جی فرمایئے، میں نے جو کچھ عرض کرنا تھا شروع کر دیا اور جناح صاحب نے اس پر بحث شروع کر دی ہے، یہ محض حضرت کی توجہ کا اثر تھا کہ مجھ جیسا بے بضاعت آدمی ان کی بحث کا تسلی بخش اور ان کے فہم کے مطابق جواب کر سکتا تھا یہ بحث بھی انھی کے الفاظ پر ختم ہوئی کہ:

''ہاں میری غلطی تھی اب میری سمجھ میں آ گیا۔''

رات کے دس بجے یہ مجلس ختم ہوئی، میں اجازت لے کر کھڑا ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا وقت ہمیشہ لیتا رہتا ہوں مگر آج میری وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو انتظار کی بہت تکلیف ہوئی، اس پر قائداعظم نے فرمایا کہ نہ نہ!! آپ اس کا ہرگز خیال نہ کریں ڈاکٹر صاحب سے ہر وقت بات ہوتی رہتی ہے اور اس وقت بھی وہ جس کام کے لئے آئے ہیں مجھے معلوم ہے مگر آپ تو کبھی تشریف لاتے ہیں اور حضرت تھانوی کی باتیں مجھے سمجھاتے ہیں، علماء میرے پاس بہت آئے مگر سب مجھ سے موجودہ سیاست میں بات کرتے ہیں جس سے وہ حضرات ناواقف ہیں اور میں مذہب سے ناواقف ہوں حضرت تھانوی نے آپ کو ایک مرتبہ بھی کبھی سیاسی گفتگو کے لئے نہیں بھیجا مجھے آپ کے ذریعہ خاص مذہبی معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نصیب نہیں ہوتیں، اگر آپ کو کچھ اور کہنا ہو تو بیٹھ جایئے مجھے کوئی جلدی نہیں ہے، میں بڑے شوق سے سنوں گا:

''میں نے عرض کیا کہ آج تو مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کر چکا آپ کے اس دینی شوق میں اللہ تعالیٰ ترقی دے، اب پھر حاضر ہوں گا فرمایا کہ اچھا یہ آپ کی مرضی اور میں چلا آیا۔''

(روئیداد ص 809)

اعتمادِ قائداعظم:

مولانا موصوف اور قائداعظم کی گفتگو نہایت بے تکلفانہ ماحول میں ہوتی اور اگر کبھی موقع پیدا ہوتا، تو ایک دوسرے سے مزاح لطیف کا تبادلہ بھی کر لیتے جیسا کہ مولانا کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ:

''ایک روز دوران گفتگو میں میں نے عرض کیا کہ جناح صاحب! ہم انگریزی سیاست سے ناواقف ہیں، اس لئے ہم آپ کی تقلید کرتے ہیں، آپ انگریز کے تھپڑ مارنے کو کہتے ہیں ہم تھپڑ مارتے ہیں، آپ گھونسہ مارنے کو کہتے ہیں ہم گھونسہ مار دیتے ہیں، غرض اس معاملہ میں ہم آپ کی تقلید کرتے ہیں اور جتنے ہم سیاست سے ناواقف ہیں، شاید اس سے کچھ زیادہ یا اتنے ہی آپ مذہب سے ناواقف ہیں، تو جس طرح ہم آپ کی تقلید کرتے ہیں مذہبی معلامات میں آپ کو بھی ہماری تقلید کرنے چاہئے، اس پر فرمایا کہ اس وقت دنیا میں کتنے لیڈر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جتنے برسات میں مینڈک! قائداعظم بہت ہنسے اور فرمایا کہ یہ صحیح ہے، پھر فرمایا کہ آپ ہر لیڈر کا کہا مانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ایسی تقلید میں اعتماد شرط ہے فرمایا:

''بس اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں بے چوں وچراں آپ کا کہا مانوں تو میں تیار ہوں آج تک تو میں آپ سے سمجھنے کے لئے بحث بھی کیا کرتا تھا لیکن آج کے بعد میں خاموش بیٹھ کر سنوں گا، اور مذہبی معاملات میں جو ہدایات آپ دیں گے ان کو تسلیم کروں گا کیونکہ مجھے حضرت تھانوی پر پورا پورا اعتماد ہے کہ مذہبی معاملات میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور ان کی رائے درست ہوتی ہے"

میں نے عرض کیا کہ جزاکم اللہ! میرا مقصد بھی حضرت ہی کی رائے ماننے سے ہے، لیکن آپ بحث ضرور کرلیا کریں کہ اس طرح بات سمجھ میں آنے کے بعد پختہ ہو جاتی ہے، مگر یہ ممکن ہے کہ میری کوتاہی تقریر سے کسی وقت کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے اور اس وقت میں یہ عرض کردوں گا اگرچہ میں آپ کو سمجھا نہیں سکا لیکن مسئلہ یہی ہے، تو آپ کو

تسلیم کرنا ہوگا، یہ سن کر فرمایا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا۔

(روئیداد ص 9، 10)

تبلیغی خطوط:

قائداعظم کی خدمت میں تبلیغی وفود بھیجنے کے علاوہ وقتاً فوقتاً حضرت تھانویؒ انہیں تبلیغی خطوط بھی لکھتے رہے، چنانچہ ''اعلام نافع'' میں درج ہے کہ:

''میں خود اس (مسلم لیگ) کی اصلاح کا برابر سلسلہ جاری رکھتا ہوں، چنانچہ عام رسائل بھی اور خاص ذمہ داروں کے نام خطوط بھی بھیجے جاتے ہیں، ابھی لیگ کے اجلاس پٹنہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کا ایک مختصر وفد اسی کام کے لئے بھیجا، پھر 12 فروری 1939 کو چند عزیزوں کو اسی کام کے لئے دہلی روانہ کیا، غرض جتنا مجھ سے ہوسکتا ہے لیگ کے ذمہ دار حضرات کو برابر دین کی تبلیغ کر رہا ہوں، اگر میرے ساتھ سب مسلمان خصوصاً علماء بھی مل کر ان پر زور دیتے اور ان کو نماز روزہ وضع اسلامی اور تمام دینی شعائر کی پابندی پر مجبور کرتے، تو اب تک مسلم لیگ حقیقی معنوں میں مسلم لیگ ہو جاتی۔

(افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص 86)

علاوہ ازیں "افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ "ص 92 پر حضرت تھانوی کا ایک ملفوظ نقل کیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ:

''جس زمانہ میں کانگرس مسلم لیگ سے مفاہمت کی گفتگو کر رہی تھی، میں نے ایک خط مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کو اس مضمون کا لکھا تھا کہ مفاہمت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی حفاظت نہایت اہم اور بہت ضروری ہے اس لیے شرعیات میں آپ اپنی رائے کا بالکل دخل نہ دیں بلکہ علمائے محققین سے پوچھ کر عمل فرمائیں، تو انہوں نے نہایت شرافت اور تہذیب سے جواب لکھا اور اطمینان دلا کہ اسی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔''

قائداعظم چونکہ فطرت سلیم کے مالک تھے اور حضرت تھانوی کی تبلیغ سے بہت

زیادہ متاثر تھے، اس لئے وہ حضرت کی ہدایات کو بڑی مسرت کے ساتھ قبول فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی موجودگی میں قائداعظم کا ایک گرامی نامہ انگریزی میں آیا اس میں درج تھا کہ:

"آپ کا والا نامہ ملا بڑی مسرت ہوئی اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا آئندہ بھی آپ مجھے ہدایات فرماتے رہیں۔"

حضرت تھانوی کے خطوط تو اردو میں ہوتے تھے مگر خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب ان کا انگریزی ترجمہ کر کے اصل خط کے ساتھ منسلک کر دیتے تھے تا کہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو اور اس تمام خط و کتابت کا ریکارڈ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی محفوظ رکھتے تھے۔

1947ء میں جب کہ راقم حضرت تھانوی کی یادگار میں رسالہ "پیغام اسلام" شائع کرنے والا تھا، راقم نے مولانا شبیر علی صاحب سے اس تاریخی خط و کتابت کا بغرض اشاعت مطالبہ کیا تو انہوں نے لکھا کہ یہ خط و کتابت جانبین کی اجازت کے بغیر شائع نہیں کی جاسکتی، حضرتؒ تو موجود نہیں تھے، مگر قائداعظم کی اجازت لینی ضروری ہے ان سے اجازت لینے کے بعد ہی اس کی اشاعت کی اجازت دی جاسکتی ہے، چنانچہ انہیں 25 اپریل 1947 کو بذریعہ چٹھی نمبر 105 قائداعظم سے اجازت حاصل کرنے کے لئے لکھا گیا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ

"مخدومی! السلام علیکم!

میرا قصد وسط مئی میں دہلی جا کر قائداعظم سے ملنے کا ہے، انشاء اللہ خطوط کی نسبت اسی وقت ان سے دریافت کرلوں گا اگر ممکن ہو تو ایک خط بطور یاددہانی ایسے وقت روانہ فرمادیں کہ مجھے 12 یا 13 مئی کو مل جائے تا کہ یاد تازہ ہو جائے۔ والسلام۔

احقر شبیر علی از تھانہ بھون"

بعدازاں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ان کو یاددہانی نہ کرائی جاسکی، پاکستان

بن گیا قائداعظم فردوس بریں کو سدھار گئے، مولانا شبیر علی صاحب بھی ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اس وقت دوبارہ انہیں اس خط وکتابت کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی گئی کیونکہ اب کسی کی اجازت کی ضرورت نہ تھی مگر بدقسمتی سے وہ یہ خط وکتابت ہندوستان میں ہی چھوڑ آئے تھے، جس کے منگانے کے لئے ایک ترکیب نکالی گئی اور مولانا شبیر علی صاحب نے تھانہ بھون لکھ دیا اور احتیاطاً یہ مشورہ دیا کہ:

قائداعظم کی فائل:

"میں نے آج تھانہ بھون خط لکھ دیا ہے اگر وہ خطوط محفوظ ہوئے تو آجاویں گے، حضرت کی وفات کے بعد بمبئی سے پانچ حضرات بطور تعزیت تھانہ بھون آئے تھے، انہوں نے ذکر کیا تھا کہ ہم لوگ کچھ تبلیغ کے سلسلہ میں قائداعظم صاحب کے پاس گئے تھے، دوران گفتگو میں قائداعظم نے بڑے جوش سے فرمایا کہ اس قریب زمانہ میں ہندوستان میں سب سے بڑا عالم کون گذرا ہے؟ یہ پانچوں حضرات کہنے لگے کہ ہمارے ذہن میں حضرتؒ تھے، مگر ہم نے سوچا کہ نہ معلوم ان کے ذہن میں کون ہے؟ اس لیے ہم نے قائداعظم سے ہی دریافت کیا کہ آپ ہی بتائے! اس پر قائداعظم اٹھ کر دوسرے کمرہ میں گئے اور ایک فائل لاکر کھول کر دکھلا کہ آپ لوگ پہچانتے ہیں کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ ہم سب نے حضرت: کی تحریر پہچان کر کہا کہ یہ تحریر تو حضرت تھانوی کی ہے اس پر قائداعظم نے بڑے جوش سے کہا کہ ہاں! اور یہی شخص اس زمانہ کا سب سے بڑا عالم گذرا ہے، اور بہت سے کلمات حضرت کی تعریف میں کہے، اس قصہ کو نقل کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ شائد وہ فائل فاطمہ جناح کے پاس ہو اگر کوئی سبیل ہو تو ان سے بھی تحقیق کر لی جاوے، تھانہ بھون سے خطوط آ گئے تو میں پیش کردوں گا۔

(مکتوب گرامی مورخہ 9 نومبر 1945)

چنانچہ اس سلسلہ میں محترمہ فاطمہ جناح کو 22 نومبر 1954ء اور دوبارہ بطور یاددہانی 22 فروری 1955ء کو دو انگریزی ٹائپ شدہ چٹھیاں بذریعہ رجسٹری بواپسی رسید

لکھی گئیں، جن کی خود محترمہ فاطمہ جناح کی قلمی رسید وصولی موجود ہے مگر انہوں نے ان کا جواب تک نہ دیا حالانکہ ان کے برادر مکرم قائداعظم بقول حضرت تھانوی خطوط کا جواب بہت جلد دیتے تھے۔

ادھر تھانہ بھون سے بھی خطوط کے بارہ میں جو جواب آیا اس کے متعلق مولانا شبیر علی صاحب نے یوں مطلع فرمایا کہ:

> ''قائداعظم کے خطوط کی بابت ہندوستان سے مایوس کن جواب آیا ہے جس کی تفصیل معلوم کر کے میری طرح آپ کو بھی صدمہ ہوگا اس لئے صرف یہی اطلاع کافی ہے۔''

تصدیق صدق:

باغپت ضلع میرٹھ کے رئیس اعظم نواب جمشید علی خاں صاحب بڑے صاحب علم وذوق بزرگ ہیں اپنے علاقہ میں اپنے اخلاص وایثار کی وجہ سے اتنے ہر دلعزیز کہ متواتر تیس برس یو، پی لیجسلیٹیو اسمبلی کے ممبر رہے، حضرت تھانوی کے مریدانِ خاص میں سے ہیں، حضرت تھانویؒ کو نواب صاحب سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ نواب صاحب جب پہلی مرتبہ دربار اشرفیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی تسلی کے لئے حضرت پر بہت سے سوالات کئے جن کے جوابات نے نواب صاحب کو حضرت کے حلقہ مریدین میں شمولیت پر مجبور کردیا، وہ سوالات چونکہ اہم نوعیت کے تھے اس لیے جناب وصل بلگرامیؒ ان کے جوابات قلمبند کرتے گئے تو آپ نے اس مجموعہ ملفوظات کا نام غایت شفقت سے نواب صاحب کے نام کی رعایت سے ''بزمِ جمشید'' رکھا جو یہ مجموعہ کئی بار چھپ چکا ہے۔

نواب صاحب موصوف کے صدق واخلاص سے قائداعظم بڑے متاثر ہوئے وہ انہیں ''یارِ غار'' تصور کرتے تھے اور عموماً موسم سرما میں اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ آرام کرنے کے لئے نواب صاحب کے ہاں باغپت تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہفتوں

وہاں رہتے تھے، وہاں اکثر حضرت تھانوی کا ذکر ہوتا رہتا تھا، نواب صاحب انہیں حضرت کے ملفوظات وغیرہ سنایا کرتے تھے جن میں قائداعظم بڑی دلچسپی لیتے تھے اور حضرت کے متعلق ان کے دل میں غائبانہ محبت وعظمت پیدا ہوگئی تھی۔

مولانا شبیر علی صاحب بطور سفیر دربار اشرفیہ قائداعظم کو جو تبلیغ کرتے رہے اس کے متعلق نواب صاحب اپنے مکتوب مورخہ 4 اپریل 1955ء میں لکھتے ہیں:

جام جمشید:

"یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائداعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت والا کی بدولت تھا مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے قائداعظم کو حضرت والا کے قریب تر لانے میں بڑا کام کیا۔

ایک مرتبہ قائداعظم کے ایما سے نواب اسماعیل خاں صاحب میرے ساتھ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند اہم سیاسی مسائل پر گفتگو کی حضرتؒ نے بڑی شفقت سے تمام گفتگو سماعت فرمائی اور ہر سوال کا ایسا مکمل جواب مرحمت فرمایا کہ نواب اسماعیل خاں صاحب انگشت بدنداں تھے، کہنے لگے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ بوریا نشین نہایت خاموش زندگی بسر کرنے کے باوجود سیاسیات میں ایسی بصیرت رکھتے ہیں، اور ہر مسئلہ پر کس قدر عبور ہے، یہ ملاقات نواب اسماعیل خاں صاحب کی خواہش پر حضرت والا سے میں نے ہی طے کرائی تھی، نواب صاحب آج تک بطور اظہار تشکر فرمایا کرتے ہیں کہ تیری بدولت مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

قائداعظم باغپت کے دوران قیام میں حضرت والا کا بہت خلوص اور ادب سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ قائداعظم کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا انتہائی شوق تھا لیکن افسوس کہ چند در چند وجوہات کی بنا پر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔

قائداعظم پر آخری زمانہ میں جو مذہبی رنگ غالب ہوا اور جس کو ہم سب نے دیکھا وہ حضرت رحمہ اللہ علیہ کی ہی جوتیوں کا صدقہ تھا۔

میرے ایک ملازم جن کا نام حاجی بندو ہے، مجھے بہت عزیز ہیں، دوتین پشتوں سے ان کا میرے خاندان سے تعلق ہے، حضرت کے بھی محبوب مرید ہیں، میاں بندو ان خوش نصیبوں میں سے ہیں، جن کو آخری لمحات تک حضرت والا کی خدمت کا موقع نصیب ہوا حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا نے مجھے لکھا تھا کہ اگر ممکن ہو تو حاجی بندو کو بیماری کے زمانہ میں حضرت والا کی خدمت کے لئے تھانہ بھون بھیج دیا جائے۔

مقام حاجی بندو:

نواب صاحب موصوف کے خادم خاص حاجی بندو صاحب ان خوش نصیب خدام میں سے ہیں جو ایک طرف تو اپنے آقا کو "بہت عزیز ہیں اور دوسری طرف اپنے آقا کے شیخ تھانویؒ کو بہت محبوب" ہیں گویا کہ وہ نواب صاحب کے خادم ہی نہیں، ان کے پیر بھائی بھی ہیں جن کا ذکر خیر مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنی کتاب ''یادگار رفتگاں'' میں ان حسرت بھرے الفاظ میں کرتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کے آخری ایام میں:

> ''خدمت اور خاص کررات کے وقت نوبت بہ نوبت جاگ کر خدمت کی سعادت خدام خاص کی قسمت میں آئی جن میں پہلا درجہ خواجہ عزیز الحسن صاحب کا ہے ان کے علاوہ مولانا جلیل احمد صاحب، بندو میاں، ملازم نواب صاحب باغپت اور مولوی شبلی صاحب جونپوری نے اس خدمت خاص کی سعادت، آخیر تک پائی بعد کو مولانا ظفر احمد صاحب بھی ڈھاکہ سے آکر اس میں شامل ہو گئے۔''

(یادر رفتگاں ص 291)

قائداعظم اور حاجی بندو:

یہ حاجی بندو صاحب 20 اپریل 1943ء کو قائداعظم کے متعلق حضرت تھانوی کی خدمت میں لکھتے ہیں!

از جانب بندو باغپتی :

حضور اقدس مدظلہ العالی !

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

غلام حضور والا کی خیریت چاہتا ہے، بڑی پیرانی صاحبہ اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کی بھی خیریت چاہتا ہے، جناب قائداعظم محمد علی جناح مع اپنی ہمشیرہ کے باغپت نواب صاحب کے مہمان کی حیثیت سے تشریف لائے تھے، چار روز قیام رہا چلتے وقت مجھے بلایا اور کہا کہ خدا نے مجھے بہت دے رکھا ہے میں تمہارے بال بچوں کو کچھ دینا چاہتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ آپ فقط محمد علی جناح ہوتے تو میں لے لیتا مگر آپ تو ہمارے قائداعظم ہیں اس لئے معافی چاہتا ہوں میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ اپنے قائداعظم کو کچھ نذر پیش کروں لیکن اتنی وسعت نہیں ہے۔

حضرت والا کے غلام کو یہ محسوس ہورہا تھا کہ حضرت والا غلام کے پاس ہیں میرے دل سے جو آواز نکل رہی تھی غلام کو یقین ہے کہ حضرت والا ہی بول رہے تھے، دونوں بہن بھائی ادب سے نیچے نظر کئے ہوئے میری بات سن رہے تھے، یہ حضرت والا کا ہی ادب تھا میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں حضرت والا سے آپ کی تعریف کروں گا، کہنے لگے مولانا تھانوی سے ؟ میں نے کہا جی ہاں ! فرمانے لگے کہ تمارے اندر مسلمان کا درد ہے، چاردن جو تم نے ہماری خدمت کی اس سے اندازہ ہوگیا اسی وقت نواب صاحب تشریف لے آئے نواب صاحب سے بہت دیر تک کمرہ میں باتیں کرتے رہے۔

موٹر سوار ہونے سے پہلے میرے پاس آئے کہا السلام علیکم اور مصافحہ کیا اور دہلی چلے گئے، نواب صاحب فرمانے لگے کہ جب قائداعظم نے تمہاری تقریر کو مجھے دہرایا تو ہم تینوں یعنی قائداعظم، فاطمہ جناح، اور میں آنسوؤں سے رونے لگے، نواب صاحب نے کہا کہ چلتے وقت جناح صاحب مجھے یہ کہہ گئے کہ اسمبلی کے اجلاس کے بعد میری وائسرائے سے ملاقات ہوگئی تو میں ان سے کہوں گا مسلم لیگ کی جڑیں اب زمین کی تہ میں پہنچ گئی ہیں۔

حضرت والا نے اس ناچیز غلام کی تمام طمع کی جڑیں کھرچ کر صاف کر دی ہیں اور غلام کو ایسا غنی کر دیا ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھلانے کو دل نہیں چاہتا بلکہ خیال تک بھی نہیں ہوتا، نواب صاحب نے میری بہت تعریف کی یہ سب حضرت والا کی برکت ہے، غلام حضرت والا سے دعا چاہتا ہے، زیادہ حد ادب، والسلام:

(خادم بندو باغپتی، 20 اپریل 1943ء)

اس خط کے حاشیہ پر حضرت تھانوی کے قلم حقیقت رقم سے یہ جواب تحریر ہے؛

"السلام علیکم! شاباش ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند، اللہ تعالیٰ اس دولت میں اور ترقی دے میں اس قدر مسرور ہوا کہ کوئی مضمون بھی ذہن میں نہیں آتا:"

قائداعظم کا خراج تحسین:

متذکرہ بالا خطوط سے نہ صرف حضرت تھانوی کی تبلیغی مساعی پر مزید روشنی پڑتی ہے، بلکہ ان سے صاف ظاہر ہے کہ قائداعظم کے دل میں حضرت تھانوی کی کتنی شرف وعظمت تھی حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کی نظر میں حضرت تھانوی کے بعد کوئی عالم جچتا ہی نہ تھا جیسا کہ مولنا ظفر احمد صاحب عثمانی اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں کہ:

> ''حضرتؒ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ بمبئی میں جمعیۃ علماء اسلام کی کانفرنس ہوئی جس میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ ہیں، اور مولانا محمد طاہر مرحوم وغیرہ شریک ہوئے تو بمبئی کے چند تاجر جن کو حضرت سے تعلق تھا ہم سے ملے اور بیان کیا کہ قائداعظم کی مجلس میں ایک دفعہ یہ گفتگو آئی کہ کانگرس میں علماء زیادہ ہیں، اور مسلم لیگ میں علماء کوئی نہیں ہے یہ سن کر قائداعظم نے جوش کے لہجہ میں فرمایا کہ تم کن کو علماء سمجھتے ہو؟ انہوں نے مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا ابوالکلام صاحب آزادؒ کا نام لیا۔ قائداعظم نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد عالم ہیں مگر ان کی

سیاست ایک ہی ہے کہ انگریزوں کے دشمن ہیں، اس دشمنی میں وہ مسلمانوں کے مفاد کی بھی رعایت نہیں کرتے مولانا کفایت اللہ صاحب واقعی مفتی ہیں، اور کچھ سیاست دان بھی لیکن ابوالکلام نہ عالم ہے نہ سیاستدان ہے مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم وتقدس وتقویٰ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں جو چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں۔''

تاثرات سفیر اشرف:

قائداعظم سے بار بار ملاقات کرنے والے سفیر اشرف مولانا شبیر علی صاحب تھانوی ان کے متعلق اپنے مشاہدات وواردات کی بناء پر لکھتے ہیں کہ:

"بعض حضرات کو میں نے کہتے سنا ہے کہ جناح صاحب بہت ضدی تھے مگر میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر بالکل وثوق سے کہتا ہوں کہ ضداور ہٹ دھرمی آپ کے پڑوس میں بھی نہ رہتی تھی وہ مشورے کرتے رہتے تھے، بحث بھی خوب کرتے تھے اور جب کوئی بات سمجھ میں آجاتی تھی تو ہر مرتبہ وہ ان الفاظ میں اعتراف کرتے کہ ''میری غلطی تھی'' اب میری سمجھ میں آگیا آپ صحیح کہتے ہیں ''تو بھلا جو شخص مجھ جیسے شخص کے سامنے غلطی کا اعتراف کرکے بات کو تسلیم کرے اس کو میں ضدی کیسے سمجھوں ہاں بعد بحث وتمحیص کے جو بات طے کرلیتے تھے پھر اس پر پختہ رہتے تھے، ڈھل مل یقین نہ تھے یہ نہ تھا کہ میں گیا تو میرے ہمنوا ہوگئے اور دوسرا گیا تو اس کے ہمنوا بن گئے۔''

(روئیداد ص 8)

تبلیغ نامہ:

قائداعظم سے چونکہ اردو میں خط وکتابت مفید نہ ہوسکتی تھی اس لئے ان کی خاطر اللہ والوں نے اپنے پاس انگریزی مترجم رکھے ہوئے تھے، جو ان کی عرضداشتوں کو انگریزی میں ترجمہ اور ٹائپ کراکے ان کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے حسن اتفاق سے ایک موقع پر مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کو مترجم دستیاب نہ ہوسکا اور انہوں نے اپنا خط بنام قائداعظم مجھے ڈھاکہ سے روانہ کیا کہ میں اس کا بہترین بامحاورہ انگریزی ترجمہ کراکر حضرت قائداعظم کو بھیج دوں اور اصل خط اپنے رسالہ "پیغام اسلام" میں شائع کردوں جو درج ذیل ہے:

"مکرم المحترم عالی جناب مسٹر محمد علی صاحب جناح صدر پاکستان دام اقبالہ!

السلام علیکم سب سے پہلے تو میں جناب والا کو اس پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے پاکستان کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کو کامیاب فرمایا پھر اس پر مبارک باد دیتا ہوں کہ سلہٹ اور سرحد پاکستان میں شامل فرمایا اور امید ہے کہ انشاء اللہ جلپاتی گوڑی، دارجلنگ، کچھاڑ، گوالپاڑہ، لہکنا، چوبیس پرگنہ، کلکتہ، پورنیہ اور جزائر انڈمان بھی پاکستان میں شامل ہوجائیں گے کیونکہ ان کی آبادی میں جہانتک مجھے معلوم ہوا ہے مسلم اکثریت ہے، اور اگر میرا خیال صحیح ہے تو مسلم لیگ کو اس میں جدوجہد کرنا چاہئے، تیسری مبارک باد اس نعمت غیر مترقبہ پر پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے پاکستان کا پہلا گورنر جنرل جناب والا کو بنایا مسلمانوں کو عموماً اس سے جس قدر خوشی اور فرحت ہوئی ہے اس کو الفاظ سے بیان نہیں کیا جاسکتا، سب لوگ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمادیں، اور آپ کے سایہ عاطفت میں پاکستان کو بہت جلد عظیم الشان مستحکم وقابل فخر اسلامی سلطنت بنائیں آمین۔

اس کے بعد عرض یہ ہے کہ اس دوسری جنگ عظیم نے کائنات انسانی کو جن مصائب سے دوچار کردیا ہے وہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں اور ابھی ایک

تیسری جنگ عظیم کے لئے مادہ پک رہا ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ آئندہ جنگ کے کیا نتائج ہوں گے؟اور دنیا کی بڑی سلطنتوں کا آئندہ نقشہ کیا ہوگا؟ہاں کتاب وسنت کی روشنی میں بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ عالمگیر اضطراب و بے چینی اس مدنیت فاسدہ اور ظالمانہ طرز حکومت کا معاکسہ عمل ہے جس میں آج یورپ اور اس کی تقلید سے دنیا کی تمام سلطنتیں مبتلا ہیں۔

ترجمہ:''بحر وبر کا ہمہ گیر فساد انسانوں کی بدعنوانیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے تاکہ خدا ان کی بدکرداریوں کا کچھ مزہ چکھائے شاید وہ اس طرح حق کی طرف رجوع کریں۔''

قرآن کریم کے ایک ایک لفظ سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ خدائے قدوس کی مخفی اور پر اسرار قوتیں ہر وقت اپنے کام میں مصروف اور مناسب وقت کی منتظر رہتی ہیں۔

ترجمہ: تم اللہ کو ان ظالموں کی بدکرداریوں سے غافل تصور نہ کرو۔

قرآن کریم انسانوں کو متنبہ کر رہا ہے کہ سنن الٰہیہ اور مکافات عمل کے قدرتی نتائج پر غور کرو، اقوام سابقہ کی تاریخ کو گہری نظر سے دیکھو کہ ہم نے ان ظالم اقوام کیساتھ کیسا سلوک کیا؟قدرت کا قانون یہ ہے کہ جب انسانی آبادی ظلم وعدوان، جبر وقہر، زبردستی، خودغرضی شہوت ریرستی اخلاقی گندگی اور غصب حقوق انسانی سے مضطرب ہو جاتی ہے،تو خدا کی انتقامی قوتیں حرکت میں آجاتی ہیں پھر کیا ہوتا ہے؟آبادیوں پر قہر الٰہی نازل ہوتا ہے، یہ عذاب الٰہی کبھی آسمان کی بلندی سے اترتا ہے، کبھی زمین کے نیچے سے ابلتا ہے اور کبھی اقوام عالم میں حسد ورقابت کی چنگاریاں سلگنے لگتی ہیں اور ان کو خطرناک طبقاتی جنگ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، جس کی شعلہ باریوں سے انسانوں کے ردی عناصر فاسدہ کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور صالح عناصر باقی رہ جاتے ہیں، جو صحیح طور پر خدا کی زمین میں نیکی وامن وامان وعدل وانصاف پھیلاتے اور بداخلاقی بددیانتی اور ظلم وعدوان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینکتے ہیں اور

ترجمہ: یقیناً زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔

کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بحروبر پر چھا جاتے ہیں، قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان قوتوں کی تباہی کا سبب نوامیس الٰہیہ کی توہین، ان کے طرز اجتماعی کا فساد تھا ان کے فکروعمل اور طریق تمدن میں رخنہ پڑ گیا تھا، ضابطہ اخلاق کی کڑیاں ڈھیلی پڑ گئی تھیں۔

ترجمہ: "اور ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کرڈالا جنہوں نے اپنی عیش پر اِترانا شروع کردیا تھا، اب ان کے مکانات ہیں جوان کے بعد بہت کم ہی آباد ہوئے۔" (سورۃ قصص)

ترجمہ: "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بہت سے مالدار خوشحال پیدا کردیتے ہیں پھر وہ اس میں فسق وفجور کرتے ہیں۔" (سورہ بنی اسرائیل)

قرآن کریم نے ہرقوم کی دو حالتیں دکھائی ہیں، ایک یہ کہ وہ قوانین طبعی اور نوامیس الٰہیہ کے تحت زندگی بسر کر رہی ہے، اخلاق، وسیرت، تمدن اور معاشی اعتبار سے بہت اونچی سطح پر کھڑی ہے، امن وخوش حالی اور سیر وفراغ کے تمام وسائل اسے میسر ہیں، آزادی اور حریت کی نعمت سے مالا مال ہے، اوران نعمتوں کو بداخلاقی اور ظلم کا ذریعہ نہیں بنا تی، دوسری حالت یہ ہے کہ دولت وثروت کی فراوانی اور سامان معیشت کی کثرت نے اسے اندھا کردیا ہے، وہ نشہ دولت میں مخمور اور نوامیس مذہب سے نفور ہو چکی ہے، اخلاقی قیود اور قوانین سے آزاد خلاف فطرت شہوت کی غلام بن چکی ہے یہی وہ ناقابل اصلاح حالت ہے جس سے قدرت کا ضابطہ انتقام حرکت میں آجاتا ہے، اقوام حاضرہ کا طرز اجتماع اور طریق سیاست بھی اسی مرحلہ پر پہنچ چکا ہے اور یہ صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ خود یورپ کے اہل دماغ اور سنجیدہ طبقے اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آج یورپ کی سیاست اور تمدنی حالت خطرناک درجہ پر پہنچ چکی ہے، اوراس کی سب سے بڑی وجہ اہل یورپ کی مادہ پرستی، زر پرستی اور مذہب سے قطع تعلقی ہے جس نے ان اقوام کو اخلاقی قیود اور نوامیس فطرت کی پابندی سے بے نیاز کردیا ہے، عالمگیر اخوت انسانی صرف چند گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے، اسی چیز نے ان کو دائمی اضطراب اور بے چینی اور شورش وبدامنی کے بے پناہ

سمندروں میں دھکیل دیا ہے اس ہلاکت خیز تمدن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے ہر چندان کے ہر فکر کوشش کر رہے ہیں مگر اب جبکہ اس تمدن فاسد کی لہروں نے تمام یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کوئی کوشش کامیابی کی منزل پر نہیں پہنچتی، چنانچہ مشہور مصنف فرانسیسی فیرنس جیا فرت نے اپنی کتاب ''نغمۃ الحاضرہ'' میں اس کی اچھی طرح وضاحت کردی ہے۔

قائداعظم! آپ کا وقت بہت قیمتی ہے مجھے ڈر ہے کہ آپ میری طویل تحریر سے گھبرانہ جائیں، مگر یقین جانیئے کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ وقت سے بھی زیادہ قیمتی ہے، آج خدا نے آپ کو ایک نئی سلطنت اسلامیہ کا صدر یا گورنر جنرل بنایا ہے، اسی وقت اس کے لئے طرزِ حکومت اور طریق تمدن تیار کرنے کی پوری کوشش فرما دیں حکومت پاکستان کی بنیادوں میں الٰہیہ قوانین مذہب اور اصول اخلاق کی پابندی پر قائم ہونی چاہئے اس کا تمدن اسلامی عدل واانصاف اور تقویٰ پر مستحکم ہونا چاہئے۔

آپ کو اس کی پوری فکر کرنا چاہیئے کہ لوگوں میں مذہب اور خدا سے آزادی پیدانہ ہونے پائے، جس قوم میں یہ آزادی راہ پالیتی ہے وہ کبھی سیدھی راہ پر نہیں آسکتی، نہ اس میں دیانتدار بے غرض آدمی پائے جاتے ہیں، خوف خدا اور خوف عذاب آخرت ہی انسان میں بے غرضی، دیانت امانت، حیا، شرافت کے جواہر کو ترقی دیتا ہے، حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیاست کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے، کہ ان کی تمام تر کامیابی کا راز اس میں مضمر تھا کہ ان کی حکومت وسیاست کی بنیاد تقویٰ اور عدل وانصاف پر تھی، تقویٰ کی وجہ سے اسلامی آبادی کا بڑا حصہ اعلیٰ اخلاق فاضلہ سے آراستہ تھا ہر شخص دیانتدار امانت دار بات کا سچا نگاہ ودل کا پاکیزہ تھا، اس لئے ملک میں جرائم کا وجود بہت کم تھا اور کبھی کسی نے جرم کیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے تک کی رعایت نہیں کی فی الفور اس پر حد اسلامی جاری فرمائی، یہ عدل وانصاف تھا جس کی وجہ سے قلوب رعایا میں ان کی محبت اور عظمت تھی۔

قائداعظم! آپ یورپ سے مشینری حاصل کیجئے اس سے اسلحہ سازی کا سامان

لیجئے، انجنیئر ی اور کیمیا وی تجربہ اور سائنس کے مفید شعبے ضرور لیجئے تا کہ پاکستانؒ کی معدنیات اور خداداد مخفی خزائن سے نفع اٹھا سکیں لیکن اس کا تمدن اخلاق سوز، حیا سوز، طرز معیشت ہرگز نہ لیجئے بلکہ اس کو پاکستان کی ابتداء ہی میں اپنے ملک سے نکال دیجئے میری مراد سینما تھیٹر بے پردگی، گانا بجانا، جوا، سٹہ بازی، سود اور رشوت سے ہے، اسی طرح زنا کاری کے اڈے قائم کرنا، ریڈیو کو لائسنس دینا، یہ تمام یورپ کی نحوست ہے اسلام ان ناپاک حرکتوں کو کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا پس پاکستان کو ان ناپاکیوں سے اول ہی دن پاک کردینا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد کو ہر دم پیش نظر رکھیئے:

> ترجمہ: مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں سلطنت اور طاقت دے دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کا امر کریں اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے صاف بتلا دیا ہے کہ مسلمانوں کو تو سلطنت دینے سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بادشاہی پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ترقی کریں، فرعونیت اور غرور کو اپنے اندر راہ نہ دیں بلکہ خدا کے سامنے خود بھی جھک جائیں اور دنیا کو جھکا دیں، یہ تو خالق کے ساتھ معاملہ ہے اور مخلوق سے معاملہ یہ ہو کہ غریبوں مفلسوں کی پرورش کے لئے زکوۃ دیتے رہیں جو مالداروں سے لی جاتی ہے اور فقراء پر تقسیم کی جاتی ہے، زکوٰۃ وعشر کا جو نظام اسلام نے مقرر کیا ہے، وہ مفلسوں کا افلاس اور فقیروں کا فقر دور کرنے کے لئے پوری طرح ضامن ہے، جب تک بیت المال کا نظام مکمل تھا مسلمانوں میں افلاس فقر کا نام ونشاں باقی نہ تھا حکومت پاکستان کو یہ نظام مکمل کرنا چاہیئے اور خالق ومخلوق دونوں کے ساتھ تعلق کی صورت یہ ہونا چاہیئے کہ نیک کاموں کی خود بھی پابندی کرتے رہیں، اور دوسروں کو بھی حکم دیتے رہیں برے کاموں سے خود بھی دور رہیں اور رعایا کو بھی روکتے رہیں، اس کے لئے حکومت پاکستان کو تبلیغی ادارہ بھی قائم کرنا چاہیئے اور محکمہ احتساب بھی اگر اس مقصد کو حکومت پاکستان نے اچھی طرح ادا کیا تو خدا کی مدد اس کے ساتھ ہوگی اور اگر اس مقصد

کو ادا نہ کرسکی تو جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سلطنت دیتے ہیں اس میں وہ ناکام رہے گی اور جو سلطنت اپنے مقصد میں ناکام رہے، ظاہر ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہیں ہوسکتی، یہ بہت مختصر اشارہ ہے، امید ہے کہ جناب والا اس کی تفصیلات کو خود ہی سمجھ جائیں گے۔ والسلام

بندہ ظفر احمد عثمانی تھانوی خواہر زادہ

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

چنانچہ یہ خط راقم الحروف نے ترجمہ اور ٹائپ کرا کر قائداعظم کی بصیغہ رجسٹری بھیج دیا جس سے وہ بہت متاثر ہوئے اس سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علماء ربانی پاکستان کے قیام واستحکام کے سلسلہ میں کتنی مخلصانہ کوشش کر رہے تھے۔

(قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ، منشی عبدالرحمٰن خان، ص ۵۶ تا ۸۸)

حضرت تھانوی اور جناح کا جنازہ:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے 4 جولائی 1943 کو مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو طلب کیا اور فرمایا 1940ء کی قرار داد پاکستان کو کامیابی نصیب ہوگی، میرا وقت آخری ہے، میں زندہ رہتا تو ضرور کام کرتا، مشیت ایزدی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن قائم ہو، قیام پاکستان کے لیے جو کچھ ہوسکے کرنا اور اپنے مریدوں کو بھی کام کرنے پر ابھارنا تم دونوں عثمانیوں میں سے ایک میرا جنازہ پڑھائے گا اور دوسرا عثمانی جناح صاحب کا جنازہ پڑھائے گا۔"

(بحوالہ قائداعظم کا مذہب وعقیدہ از منشی عبدالرحمٰن ص 249)

نوٹ:۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا جنازہ مولانا ظفر احمد عثمانی جبکہ قائداعظم کا جنازہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھایا، اور یوں حضرت کا خواب اور پشین گوئی دنوں سچ ثابت ہوئیں۔

قیام پاکستان میں علماء حق کی قربانیاں:

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس برصغیر پاک وہند میں اسلامی حکومت کے بقاء اور استحکام کے لیے اور پھر سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد اس کے قائم کرنے اور مسلمانوں کے استقلال کے لیے علماء حق کی مساعی جمیلہ اوران کی جدوجہد کا سلسلہ ازبس طویل ہے، علماء حق نے غیر اسلامی اقتدار کے ہٹانے میں شاندار اور نمایاں حصہ لیا، پھر تحریک پاکستان بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی اس کی تعمیر وترقی میں نہ صرف یہ کہ حصہ ہی لیا بلکہ ہر موقع پر قیادت وامامت کے فرائض انجام دیئے اور پاکستان کی مخالف قوتوں کے سامنے ہمیشہ سینہ سپر رہے، علماء ومشائخ کے زریں کارناموں اور ملی وملکی خدمات کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔اور بزبان حال کہہ رہے ہیں:

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ اکبر کی پھیلائی ہوئی لادینیت کی وجہ سے جب مسلمانان برصغیر کا مستقبل تنگ وتاریک نظر آرہا تھا اور مسلم قومیت کو ہندو اکثریت میں جذب کرنیکے لئے متحدہ قومیت کا سرکاری سطح پر پرچار کیا جارہا تھا تو اس وقت بھی علماء حق کے سرخیل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مذہب اور مسلم قومیت کے لیے اکبر کی گمراہ سیاست کو چیلنج کیا اگرچہ حکومت کی لادینی طاقتوں نے وقتی طور پر حضرت مجدد الف ثانی کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور قید وبند کی صعوبتوں سے آں ممدوح کو دوچار ہونا پڑا لیکن آخر کار حق اور روحانیت کی طاقت باطل نظریات پر غالب آئی اور حق کے سامنے باطل کا سر جھکا اور جہانگیر بایں ہمہ سطوت وقوت حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور جہانگیر کی سیاست اور قیادت کا رخ صحیح سمت میں تبدیل ہوکر مذہب اور مسلم قومیت کا تشخص اور امتیاز از سر نو قائم ہوا، پھر اسی گھرانے میں شاہ جہاں جیسا پختہ مسلمان اسلامی جذبات کا پیکر ظاہر ہوا اور عالمگیر جیسا عالم باعمل اور متقی سلطان پیدا ہوا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مذہب و مسلم قومیت کے لئے یہ عظیم کارنامہ ہے اگر آپ اس وقت حکومت وقت کے باطل نظریات کے سامنے کلمہ حق بلند نہ فرماتے تو برصغیر میں اکبری متحدہ قومیت کے اس طلسم ہوشربا سے تمام مسلمانان ہند متاثر ہو جاتے اور مسلم قومیت کا علیحدہ تصور بھی شاید ہی باقی رہتا اور اکبر کے بعد ہی ہندوستان میں رام راج کا قیام عمل میں آجاتا۔ خدانخواستہ اگر اکبری متحدہ قومیت کا یہ جادو سر چڑھ جاتا تو مسلم وغیر مسلم کی تفریق مٹادی جاتی پھر وہ دوقومی نظریہ جس پر آگے چل کر مسلمانان ہند نے پاکستان کے مطالبے کی بنیاد قائم کی ہے کہاں باقی رہتا۔ درحقیقت دوقومی نظریے کے تحفظ اور بقاء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا کردار تمام مسلمانان ہند پر ایک احسان عظیم کی حیثیت سے تاریخ عالم کے صفحات پر ثبت ہے، شاید اسی کی طرف علامہ اقبال مرحوم نے اشارہ کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

پھر جب انگریز کی سیاست، سکھوں کی چیرہ دستیوں اور مرہٹوں کی نبرد آزمائیوں سے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہورہا تھا اور دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد کے بلند میناروں کے بالمقابل اغیار کا جھنڈا لہرارہا تھا، مسلمانوں کی اسلامی غیرت مجروح ہورہی تھی، اور ہرطرف سے مسلمان قوم بے بسی اور بے کسی کے عالم میں مظلومانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی تھی، اس وقت خاندان ولی اللہی کے چشم وچراغ سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور اسی خاندان کے فیض یافتہ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے علم جہاد بلند کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلامی جہاد کی روح پھونکی۔

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سندھ کے راستے کابل پہنچے جس راستے سے اس قافلے کا گزر ہوتا، لاکھوں مسلمان پروانوں کی طرح اللہ کی راہ میں جان نثاری اور جان بازی کے لیے تیار ہوجاتے اس مجاہد فی سبیل اللہ نے کابل کی سرحد کی طرف سکھوں سے جہاد کیا اور سرحد کا کافی بڑا علاقہ سکھوں سے آزاد کراکر اس پر قبضہ کرلیا اس میں اسلامی قانون جاری کردیا گویا برصغیر میں انگریزوں کے تسلط کے بعد پہلی دفعہ صوبہ سرحد کے اس

علاقے میں اسلامی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور احکام خداوندی کا اجراء اور حدود کا نفاذ ہوا اور برصغیر میں پاکستان کی داغ بیل ڈالی گئی۔

پھر 1857ء میں حکومت برطانیہ کے خلاف جو جنگ لڑی گئی اس میں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں حافظ ضامن تھانوی شہید رحمہ اللہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ وغیرہ۔نیز دوسرے اکابر علمائے دیوبند تھانہ بھون نے مجاہدانہ حصہ لیا اور تھانہ بھون سے شاملی تک کے علاقے میں اسلامی حکومت قائم کرلی لیکن حکومت دہلی کی ناکامی کی وجہ سے یہ سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا اور فتح شکست سے بدل گئی۔

1912ء میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث درالعلوم دیوبند نے افغانستان، شام اور ترکی کے سربراہان مملکت اور ان کے گورنروں انور پاشا اور غالب پاشا سے اپنے نمائندوں مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہ کے ذریعہ اور خود بھی حجاز مقدس کا سفر کرکے ان سے ملاقات کی اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے اور اسلامی حکومت کے قیام کا منصوبہ بنایا لیکن بعض لوگوں کی جاسوسی کی وجہ سے وہ سکیم بارآور نہ ہوسکی۔

ادھر شریف مکہ نے حکومت برطانیہ کے مطالبے کے سامنے سرتسلیم خم کرکے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کو حکومت برطانیہ کی حراست میں دے دیا۔بالآخر شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا عزیر گل، حکیم نصرت حسین، اور مولوی وحید احمد برادر زادہ مولنا مدنی کو جزیرہ مالٹا (مصر) میں تقریباً چار سال کے قریب قید و بند کی مشقتوں کو برداشت کرنا پڑا، رہائی کے بعد بھی ان حضرات نے ملکی سیاسیات اور انگریزوں سے ہندوستان کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

حضرت شیخ الہند جب دنیا سے رخصت ہوگئے تو ان کے نامور تلامذہ اور جانشینوں مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، محدث دارالعلوم دیوبند، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند،

اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ وغیرہ حضرات نے ملکی سیاسیات میں بھر پور حصہ لیا، علماء دیوبند کے سیاسی کارناموں اور مجاہدانہ کاوشوں سے چشم پوشی ایک زندہ حقیقت کی جھٹلانا ہے، حالانکہ علماء دیوبند کی ایک جماعت تحریک آزادی ہند میں اپنی صوابدید کے مطابق حصہ لے رہی تھی اور قربانیاں پیش کر رہی تھی تو دوسری طرف ایک جماعت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں مسلمانوں کے علیحدہ تشخص اور قومی امتیاز قائم کرنے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں اور ساعی تھی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس برصغیر میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے قیام کے خواہش مندر ہے جس زمانے میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ مرکز اور مستقل نظام حکومت کا کہیں ذکر اذکار نہیں تھا اس وقت بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا قیام ان کے تمدن و مذہب کے تحفظ کے لے ضروری ہے برصغیر سے بقول مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں سنا گیا۔

مولانا دریا آبادی لکھتے ہیں:

> ''پاکستان کا تخیل خالص اسلامی ریاست کا خیال سب آوازیں بہت بعد کی ہیں، پہلے اس قسم کی آوازیں یہیں تھانہ بھون میں کانوں میں پڑیں۔''

(حکیم الامت، ص:33)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی دلی تمنا اور دلی دعاء تھی کہ اللہ تعالیٰ حکومت مسلمہ قائم فرمادیں اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔''

(اسعد الابرار، ص:137)

یہ 1928ء کی بات تھی جس میں حضرت تھانوی نے پاکستان کی سکیم اور اس کے لیے نظام اسلام شرعی عدالتوں کا قیام وغیرہ کا نقشہ تیار فرمادیا تھا، بعد میں علامہ اقبال

مرحوم نے اپنے خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ الٰہ آباد منعقدہ 29 دسمبر 1930ء میں اس تخیل کا اظہار کیا پھر مارچ 1940ء کو لاہور میں اس کا بطور ملی نصب العین کے مسلم لیگ کی طرف سے قرارداد پاکستان کی صورت میں مطالبہ کیا گیا۔

جب تک مسلم لیگ نے کانگریس سے علیحدہ ہوکر مسلم قوم کے تشخص مسلمانوں کے قومی استقلال کا مطالبہ نہیں کیا اس وقت تک حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کی بھی تائید نہیں فرمائی، جب مسلم لیگ نے 1938ء میں جھانسی الیکشن میں کانگریس کا مقابلہ کیا اس وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کانگریس کو ووٹ نہ دینے کا تار جھانسی بھجوا کر مسلم لیگ کی حمایت فرمائی، جس پر مسلم لیگ کن کامیابی ہوئی، اور 1938ء کو تھانہ بھون آئے اور وہاں عظیم جلسہ ہوا جلسے میں حضرت تھانوی کے حکم سے مولانا ظفر احمد عثمانی نے تقریر فرمائی اور حضرت کا تائیدی بیان پڑھ کر سنایا۔

اس جلسے میں حضرت تھانوی کے خلیفہ جلیل احمد شروانی بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان بھی شریک تھے پھر 4 جون 1938ء کو ممبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ اور مولنا مفتی عبد الکریم گمتھلوی رحمہ اللہ مفتی خانقاہ تھانہ بھون کو بھیجنا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تجویز فرمایا مگر یہ وفد بوجہ عذر پیش آجانے اجلاس میں شریک نہ ہوسکا، البتہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ میں 16، 17 دسمبر 1938ء کو مرتضی حسن چاند پوری کی قیادت میں دوسرا وفد شریک ہوا جس میں مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری اور مولانا عبد الجبار ابوہر منڈی وغیرہ حضرات شریک تھے، اس وفد نے مسٹر محمد علی جناح کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا پیغام پہنچایا اور زبانی گفتگو کی، اگلے روز اجلاس میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا۔

بہرحال حضرت تھانوی رحمہ اللہ قائداعظم کو وقتاً فوقتاً اپنے مفید اصلاحی مشوروں سے بھی بذریعہ خط اطلاع دیتے رہتے تھے اور یہ باہمی خط وکتابت کا سلسلہ حضرت کے

آخری وقت تک جاری رہا۔آج بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک خط بنام قائداعظم اسلام آباد میں ان کے کاغذات میں محفوظ ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر تیسرا وفد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آرمی بل سے متعلق مسلم لیگ کے موقف کی وضاحت کے لئے بھی قائداعظم کے پاس بھیجا تھا جس میں مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ شامل تھے، سہارن پور کے ایک حلقے میں یوپی اسمبلی کے لیے مسلم لیگ اور کانگریس میں مقابلہ ہوا، اس الیکشن میں بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینے کی ترغیب دی، چنانچہ مسلم لیگ کے امیدوار مولوی منفعت علی صاحب سہارن پور یوپی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کا مسلم لیگ کی تائید میں ایک تفصیلی فتویٰ ''تنظیم المسلمین'' کے نام سے 1352 ھ میں شائع ہوا جوامداد الفتاویٰ جلد 4 کے صفحہ 225 سے 231 تک پھیلا ہوا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے شرح صدر کے ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہونے اوراس کی اصلاح میں کوشش کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

دیوبندی حلقے کے سرخیل اس وقت چونکہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تھے، انہوں نے واضح طور پر مسلم لیگ کی تائید وحمایت فرمائی تھی، اس لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے لاکھوں عقیدت منداور ہزاروں متوسلین جن میں سینکڑوں کی تعداد علماء کرام کی تھی سب نے تحریک پاکستان میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا او مطالبہ پاکستان کی ہر طرح سے تائید وحمایت کی، خصوصیت سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ، علامہ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا مفتی حسن امرتسری رحمہ اللہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ مولانا اطہر علی رحمہ اللہ، مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی رحمہ اللہ مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی رحمہ اللہ وغیرہ حضرات نے حکیم الامت تھانوی کے اس مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جس کا ذکر 1928ء میں کیا تھا تحریک پاکستان میں سب سے زیادہ

حصہ لیا۔

ان حضرات نے ہندوستان کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں اپنی تقریروں اور عملی جدوجہد کے ذریعے تحریک پاکستان کو مقبول عام بنانے اور پروان چڑھانے میں جس شاندار کردار کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے ان حضرات کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کا اعتراف خود قائداعظم مرحوم اور لیاقت علی خان مرحوم نے بارہا کیا اور اسی لیے قائداعظم نے پاکستان کی پہلی پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا ظفر احمد اعثمانی رحمہ اللہ کے ہاتھوں کرائی تھی۔

سرحد اور سلہٹ ریفرنڈم میں کامیابی انہی حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ تھی اگر ان حضرات کی حمایت مسلم لیگ کو حاصل نہ ہوتی تو بظاہر حالات مسلم لیگ کو کامیابی کا حاصل کرنا سخت دشوار اور بہت مشکل تھا، ان حضرات نے مسلم لیگ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی جس کا قائداعظم سمیت تمام زعماء لیگ کو کھلا اعتراف تھا اور یہ اعتراف حقیقت ان لوگوں کے لیے تازیانہ عبرت اور سرمہ بصیرت ہے جو پاکستان کی تحریک میں علماء دیوبند کے کردار کی نفی کرتے اا ور ان کی جدوجہد کو جھٹلاتے ہیں۔

(از تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین)

بعض ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حصول وقیام پاکستان میں علماء کرام نے کوئی قابل ذکر خدمات انجام نہیں دی، حالانکہ علماء حق نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی تاسیس کا اولین سہرا علماء حق کے سر ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علامہ اقبال مرحوم اور قائداعظم مرحوم نے پاکستان بنانے کے لیے جو کام کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن ان حضرات کے زمانہ سے قبل جو کام علماء حق نے کیا ہے اسے بھی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیفات وتعلیمات کے ذریعہ برصغیر میں ایسا ماحول پیدا کیا کہ مسلمان یہاں رہنے کے لیے الگ وطن حاصل کریں جہاں وہ خلافت راشدہ کے عہد کے مطابق اپنی نئی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالیں، پھر آپ کے جلیل القدر صاحبزادے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ بعد ازاں ان کے مرید خاص حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید نے ایک الگ خطہ دارالاسلام بنانے کے لیے جہاد کیا اس طرح سے ہمارے نزدیک اس میں قطعی مبالغہ نہیں کہ پاکستان کی تاسیس سو سال قبل ان بزرگوں نے اپنے خون سے قائم فرمادی تھی۔ ان اکابر علماء دیوبند نے اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد فرمائی اور 1857ء کی جنگ آزادی میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حافظ ضامن تھانوی اور دیگر علماء دیوبند بنفس نفیس میدان جہاد میں نکلے اس کے بعد حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کار آزادی ہند کے لیے سینہ سپر رہے، پھر دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اعلیٰ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانی رحمہ اللہ نے ہندوستان میں 1928ء میں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کا نقشہ پیش کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور اپنے سینکڑوں خلفاء اور ہزاروں متبعین کو ہدایت کی کہ اسلام کی سربلندی اور حفاظت کے لیے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں، چنانچہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے اس اعلان پر مسلمان جوق درجوق مسلم لیگ کے جھنڈ تلے جمع ہوگئے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے 1940ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں پاکستان کا ریزولیوشن پاس کردیا۔

(بحوالہ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، پاکستان کی قدر کریں ص:336 تا 244)

قرآن فہمی

ڈاکٹر صفدر محمود

اکثر محفلوں میں یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ قائداعظم کی تقاریر میں جا بجا قرآن حکیم سے رہنمائی کا ذکر ملتا ہے، کیا انہوں نے قرآن مجید پڑھا تھا اور کیا وہ قرآن مجید سے رہنمائی لیتے تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کے شواہد یا ثبوت دیجئے، رضوان احمد مرحوم نے گہری تحقیق اور محنت سے قائداعظم کی زندگی کے ابتدائی سالوں پر کتاب لکھی اس تحقیق کے دوران انہوں نے قائداعظم کے قریبی رشتے داروں کے انٹرویو بھی کیے۔ رضوان احمد کی تحقیق کے مطابق قائداعظم کو بچپن میں قرآن مجید پڑھایا گیا جس طرح سارے مسلمان بچوں کو اس دور میں پڑھایا جاتا تھا، وزیر آباد کے طوسی صاحب کا تعلق شعبہ تعلیم سے تھا اور وہ اعلیٰ درجے کی انگریزی لکھتے تھے، قیام پاکستان سے چند برس قبل انہوں نے بڑے جوش وخروش سے پاکستان کے حق میں نہایت مدلل مضامین لکھے جو انگریزی اخبارات میں شائع ہوتے رہے، ملازمت کے سبب طوسی صاحب نے یہ مضامین قلمی نام سے لکھے تھے۔ قائداعظم ان کے مضامین سے متاثر ہوئے اور انہیں ڈھونڈ کر بمبئی بلایا، قائداعظمؒ ان سے کچھ کام لینا چاہتے تھے چنانچہ طوسی صاحب چند ماہ ان کے مہمان رہے جہاں وہ دن بھر قائداعظمؒ کی لائبریری میں کام کرتے تھے، انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ قائداعظمؒ کی لائبریری میں قرآن حکیم کے کئی انگریزی تراجم اسلامی شرعی قوانین، اسلامی تاریخ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر اعلیٰ درجے کی کتابیں موجود تھیں اور وہ اکثر سید امیر علی کا قرآن حکیم کا ترجمہ شوق سے پڑھا کرتے تھے انہیں مولانا شبلی نعمانی کی الفاروق کا انگریزی ترجمہ بھی بہت پسند تھا جس پر کئی مقامات پر قائداعظم نے نشانات لگا رکھے تھے کئی

دہائیاں قبل طوسی صاحب کے مضامین لاہور کے ''نوائے وقت'' میں شائع ہوئے تھے، مجھے معلوم نہیں کہ انہیں کتابی صورت میں شائع کیا گیا یا نہیں۔

اس حوالے سے عینی شاہدین کی یادیں ہی بہترین شہادت ہو سکتی ہیں، ایک روز میں جنرل محمد اکبر خان آرمی پی اے نمبر 1 کی سوانح عمری ''میری آخری منزل'' پڑھ رہا تھا تو اس میں ایک دلچسپ اور چشم کشادہ واقعہ نظر سے گزرا۔ جنرل اکبر نہایت سینئر جرنیل تھے اور قیام پاکستان کے وقت بحیثیت میجر جنرل کمانڈر فرسٹ کور تعینات ہوئے، جن دنوں قائداعظمؒ زیارت میں بیماری سے برسر پیکار تھے انہوں نے جنرل اکبر اور ان کی بیگم کو تین دن کے لیے زیارت میں بطور مہمان بلایا اور اپنے پاس ٹھہرایا جنرل اکبر 25 جون 1948ء کو وہاں پہنچے، ان کی قائداعظم سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔

ایک ملاقات کا ذکر ان کی زبانی سنئے ''ہمارے افسروں کے سکولوں میں ضیافتوں کے وقت شراب سے جام صحت پیا جاتا ہے، کیونکہ یہ افواج کی قدیم روایت ہے میں نے قائداعظم سے کہا کہ شراب کے استعمال کو ممنوع کرنے کا اعلان فرمائیں، قائداعظم نے خاموشی سے اپنے اے ڈی سی کو بلوایا اور حکم دیا کہ ''میرا کانفیڈریشن باکس لے آؤ'' جب بکس آ گیا تو قائداعظم نے چابیوں کا گچھا اپنی جیب سے نکال کر بکس کو کھول کر سیاہ مراکشی چمڑے سے جلد بند ایک کتاب نکالی اور اسے اس مقام سے کھولا جہاں انہوں نے نشانی رکھی ہوئی تھی اور فرمایا جنرل یہ قرآن مجید ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ ''شراب و منشیات حرام ہیں'' کچھ تبادلہ خیال کے بعد سٹینو کو بلایا گیا، قائداعظم نے ایک مسودہ تیار کیا ''قرآنی آیات کا حوالہ دے کر فرمایا'' شراب منشیات حرام ہیں۔'' میں نے ایک مسودے کی نقل لگا کر اپنے ایریا کے تمام یونٹ میں شراب نوشی بند کرنے کا حکم جاری کیا جو میری ریٹائرمنٹ تک مؤثر رہا، میں نے قائداعظمؒ سے عرض کیا کہ ہم نے بنیادی طور پر آپ کی تقریروں سے ہنمائی حاصل کی آپ نے فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں قرآن مجید سے رہنمائی لینی چاہئے ہم نے دفاعی نقطہ نظر پر ریسرچ شروع کر دی ہے، اور کچھ مواد بھی جمع کر لیا ہے، قائداعظم نے اس تحریک کو پسند فرمایا ہماری ہمت افزائی ہو

گئی۔"(ص،281-282)

اس حوالے سے ایک عینی شاہد کا اہم انٹرویو منیر احمد کی کتاب "دی گریٹ لیڈر" حصہ اول میں شامل ہے یہ انٹریو ہے عبدالرشید بٹلر کا جو ان دنوں گورنر ہاؤس پشاور میں بٹلر تھا جب قائداعظمؒ گورنر جنرل کی حیثیت سے سرحد کے دورے پر گئے اور گورنر ہاؤس پشاور میں قیام کیا۔انٹرویو کے وقت عبدالرشید بٹلر بوڑھا ہو کر کئی امراض میں مبتلا ہو چکا تھا، اس عینی شاہد کا بیان پڑھیے اور غور کیجیے:

"میری ڈیوٹی ان کے کمرے پر تھی اور قائداعظمؒ کے سونے کے کمرے کے سامنے میرا کمرہ تھا، اس لیے جب وہ گھنٹی بجائیں اور انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں فوراً پہنچ جاؤں۔

سوال: انہوں نے کوئی چیز طلب کی۔

جواب: اس اثنا میں انہوں نے کبھی پانی اور کبھی چائے مانگی،

سوال: جب آپ ان کے لئے پانی چائے لے کر گئے وہ کیا کر رہے تھے،

جواب: وہ بیٹھے خوب کام کر رہے تھے دن بھر کی مصروفیات کے باوجود انہوں نے آرام نہیں کیا، جب کام کرتے کرتے تھک جاتے تو کمرے میں اِدھر اُدھر جاتے میں نے خود دیکھا کہ انگیٹھی (مینٹل پیس) پر رحل میں قرآن پڑا ہے اس پر ماتھا رکھ کر رو پڑتے ہیں۔

سوال: قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں رو پڑتے ہیں اس دوران کوئی دعا بھی مانگتے تھے؟

جواب: میری موجودگی میں نہیں۔

سوال: اس موقع پر ان کا لباس،

جواب: شلوار اچکن

سوال: لیکن میں نے جو سنا ہے کہ رات گئے ان کے کمرے سے ٹھک ٹھک کی آواز آئی شبہ ہوا کوئی سرخ پوش نہ کمرے میں گھس آیا ہو؟

جواب: اسی رات آدھی رات کا وقت تھا ہر کوئی گہری نیند سو رہا تھا ڈیوٹی پر موجود پولیس

اپنا فرض ادا کر رہی تھی کہ اچانک ٹھک ٹھک کی آواز گورنمنٹ ہاؤس کا سناٹا چیر نے لگی، آواز میں تسلسل اور ٹھراؤ تھا میں فوراً چوکس ہوا، یہ آواز قائداعظم کے کمرے سے آ رہی تھی، ہمیں خیال آیا اندر شاید کوئی چور گھس گیا ہے ڈیوٹی پر موجود پولیس افسر بھی ادھر آ گئے، پولیس اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی کہ اندر کس طرح جھانکا جائے ؟ایک ہلکی سی درز شیشے پر سے پردہ سرکنے سے پیدا ہو چکی تھی اس سے اندر کی موومنٹ دیکھی جا سکتی تھی، ہم کیا دیکھتے ہیں کہ قائداعظم انگیٹھی پر رکھے ہوئے قرآن حکیم پر سر جھکائے کھڑے ہیں چہرا آنسوؤں سے تر ہے، تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں پھر قرآن حکیم کی طرف آتے ہیں اس کی کسی آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد پھر چلنے لگتے ہیں، جب ان کے پاؤں لکڑی کے فرش پر پڑتے ہیں تو وہ آواز پیدا ہوتی ہے جس نے ہمیں پریشان کر رکھا تھا، آیت پڑھ کر ٹہلنا یعنی وہ غور کر رہے تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے اس دوران میں وہ کوئی دعا بھی مانگ رہے تھے۔

(ص 240-239)

غور کیجئے جنرل اکبر سے گفتگو کے دوران بکس منگوانا او راس سے قرآن مجید نکالنے کا مطلب ہے قائداعظم قرآن مجید اپنے ساتھ رکھتے تھے اور پھر فوراً نشان زدہ صفحہ نکالنے کا مطلب ہے وہ قرآن حکیم پڑھتے غور کرتے اور نشانیاں بھی رکھتے تھے، یہی باتیں عبدالرشید بٹلر نے بھی بتائیں جہاں تک شراب پر پابندی کا تعلق ہے قائداعظمؒ نے 27 جولائی 1944ء کو ہی راولپنڈی کی ایک تقریب میں ایک سوال کے جواب میں اعلان کر دیا تھا کہ پاکستان میں شراب پر یقیناً پابندی ہوگی۔''

(بحوالہ قائداعظمؒ کے شب و روز خورشید احمد خان مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ص 10)

یہی وہ بات ہے جس سے روشن خیال بدکتے اور پریشان ہو کر سیکولر ازم کا پرچار کرنے لگتے ہیں، قائداعظمؒ ایک سچے اور کھرے انسان تھے وہ وہی کہتے جو خلوص نیت سے محسوس کرتے اور جس پر یقین رکھتے تھے 19 اگست 1941ء کو ایک انٹرویو میں

قائداعظمؒ نے کہا:

''جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورہ کے مطابق میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبتوں اور رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے، میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کیا ہے اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن حکیم کی تعلیمات سے باہر ہو۔''

(گفتار قائداعظم، ص 261)

قائداعظمؒ نے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات اور قرآن حکیم پر غور کا ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا اور اگر وہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس پر غور کرنے کے عادی نہ ہوتے تو کبھی ایسی بات نہ کرتے 12 جون 1938ء کو انہوں نے جو کہا اسے وہ مرتے دم تک مختلف انداز سے دہراتے رہے ان کے الفاظ پر غور کیجئے "مسلمانوں کے لیے پروگرام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان کے پاس تیرہ سو برس سے ایک مکمل پروگرام موجود ہے اور وہ قرآن پاک ہے، قرآن پاک میں ہماری اقتصادی تمدنی، ومعاشرتی اصلاح وترقی کا سیاسی پروگرام بھی موجود ہے میرا اسی قانون الہیہ پر ایمان ہے اور جو میں آزادی کا طالب ہوں وہ اسی کلام الٰہی کی تعمیل ہے (ہفت روزہ انقلاب 12 جون 1938ء ص216) قرآن فہمی کا فیض ہوتا ہے روشن باطن، جوابدہی کا خوف اور زندہ ضمیر قائداعظم نے ایک بار اپنے باطن کو تھوڑا سا آشکار کیا، ان الفاظ میں اس کی جھلک دیکھئے اور محمد علی جناح قائداعظمؒ کو سمجھنے کی کوششیں کیجئے، آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانو! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا، دولت شہرت اور عیش وعشرت کے

بہت لطف اٹھائے، اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمنان لے کر مروں کے میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا، میں آپ سے اس کی داد اور صلہ کا طلب گار نہیں ہوں، میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا ایمان، دل اور ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی ہی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا، جناح مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے، میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

(روزنامہ انقلاب 22 اکتوبر 1939ء)

قائداعظمؒ کے الفاظ کو غور سے پڑھیں تو محسوس ہوگا کہ یہ روشن باطن زندہ ضمیر اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور خوف الٰہی قرآن فہمی ہی کا اعجاز تھا اور مسلمانان ہندو پاکستان کتنے خوش قسمت تھے جنہیں ایسا رہنما ملا اسی لیے تو اقبال جیسا عظیم مسلمان فلسفی، مفسر قرآن اور زندہ کلام کا شاعر قائداعظمؒ کو اپنا لیڈر مانتا تھا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ قائداعظم انگریزی لباس پہنتے انگریزی بولتے اور برٹش انداز کی زندگی گزارتے تھے اس لیے ان کے بارے میں یہ تاثر پھیل گیا ہے کہ انہیں مذہب اور قرآن مجید سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی اسی تاثر کا فائدہ اٹھا کر روشن خیال، سیکولر دانشور یہ کہنے لگے ہیں کہ وہ محض لوگوں کو مسلم لیگ میں آنے کی ترغیب دینے کے لیے بار بار اسلام اور قرآن حکیم کا ذکر کرتے تھے یہ ان حضرات کا سطحی نقطہ نظر ہے کیونکہ انہوں نے قائداعظم کو سمجھنے کی خلوص نیت سے کوششیں ہی نہیں کی نہ ہی انہیں اصلی قائداعظم ''سوٹ'' کرتا ہے۔ بظاہر انگریزی لباس پہننے والے محمد علی جناح کا باطن حُب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن فہمی سے منور تھا جس کی واضح علامتیں بلکہ ثبوت ان کے فرمودات میں ملتے ہیں، قول وفعل کے تضاد کا الزام تو قائداعظم کے بدترین دشمن بھی نہ لگا سکے اس لیے یقین رکھئے کہ وہ سچا اور کھرا انسان جو کہتا تھا اس پر قلبی یقین رکھتا تھا، قائداعظم کا نہ کوئی

ذاتی مفاد تھا نہ کوئی ذاتی ایجنڈا انہوں نے زندگی کا ہر قیمتی لمحہ مسلمان قوم کے لیے وقف کیا ہوا تھا، مثلاً جب وہ گاندھی کے نام خط وکتابت (10 ستمبر سے لے کر 30 ستمبر 1944ء) میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی، فوجداری، عسکری، تعزیری، معاشی اور سیاسی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں، تو یہ ان کی قرآن فہمی کا اعجاز ہے اس طرح جب قائداعظم 4 مارچ 1946ء کو شیلانگ میں خواتین کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ہندو بت پرستی کے قائل ہیں ہم نہیں ہیں، ہم مساوات، حریت اور بھائی چارے کے قائل ہیں جبکہ ہندو ذات پات کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں، ہمارے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم صرف ایک بیلٹ بکس میں اکٹھے ہو جائیں، آیئے اپنی کتاب مقدس قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ اور اسلام کی عظیم روایات کی طرف رجوع کریں جن میں ہماری رہنمائی کے لیے ہر چیز موجود ہے، ہم خلوص نیت سے ان کی پیروی کریں اور اپنی عظیم کتاب قرآن کریم کا اتباع۔'' تو یہ الفاظ ان کے قلب کی گہرائیوں سے نکل رہے تھے اور اسی جذبے کے ساتھ قائداعظمؒ نے مشورہ دیا "ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیئے تا کہ وہ اپنی رہنمائی خود کر سکے کیونکہ قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے (قائداعظم کی تقاریر مرتبہ خورشید یوسفی، جلد سوم ص 2053 عید پیغام 8 ستمبر 1945ء) اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے قرآن ایک مکمل کوڈ ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے قرآن اور اسوۂ حسنہ کا اتباع ہماری نجات کی ضمانت دیتا ہے، یہ الفاظ یہ مفہوم اور پیغام قائداعظم نے اتنی بار دیا کہ اس کی گنتی کرنی ممکن نہیں اور سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی سچا کھرا اور صاحب کردار یہ بات لگاتار کئی برس تک اور موت تک کہتا رہے تو یہ اس کے سچے عشق اور گہرائی لگن کی علامت ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں مذہبی شعور کے احیا اور اسلامی تعلیمات میں گہری دلچسپی کا ہی نتیجہ تھا کہ قائداعظمؒ وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو سے ملے اور اس سے اجازت لے کر عید کے موقع پر 13 نومبر 1939ء کو آل انڈیا ریڈیو سے مسلمانان ہند وپاکستان سے خطاب کیا یہ

خطاب پڑھنے کے لائق ہے کیونکہ اس میں فلسفہ رمضان ونماز اور تعلیمات رسول اللہ ﷺ پر جس طرح قائداعظمؒ نے روشنی ڈالی ہے یہ ان کی قرآن فہمی کا زندہ ثبوت ہے اقتباسات دینے ممکن نہیں صرف ان چند الفاظ پر غور کیجئے تو آپ پر اسلام کی روح کے دروازے کھلتے جائیں گے قائداعظمؒ کے الفاظ تھے:

Man has indeed been called god s caliph in the quran it imposes upon us duty to follow the quran and to behavw tohave towards others as god behavws towords his mankid) speeches e of quid e azam khnurshih yousafi volllp 1060.62

مطلب یہ کہ قرآن حکیم میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر خلیفہ قرار دیا گیا ہے اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل کریں اور دوسروں سے اسی طرح سلوک کریں جس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں سے کرتا ہے سبحان اللہ۔

وزیر آباد کے معلم طوسی صاحب قائداعظم کی دعوت پر ان کی لائبریری میں چند ماہ کام کرتے رہے انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ قائداعظم کی لائبریری میں قرآن حکیم کے کئی تراجم موجود تھے جنہیں وہ پڑھتے رہتے تھے، جناب شریف الدین پیرزادہ کئی برس قائداعظم کے سیکرٹری رہے، انہوں نے ایک انٹرویو میں بتایا:

''قائداعظم کے پاس قرآن حکیم کے چند ایک عمدہ نسخے تھے ان میں کچھ قلمی بھی تھے، ایک بہترین نسخہ احتراماً جز دان میں ان کے بیڈروم میں اونچی جگہ رکھا رہتا تھا میں نے انہیں محمد مار ماڈیوک پکتھال کا قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ پڑھتے دیکھا پکتھال انگریز تھا جو بعد ازاں مسلمان ہو گیا۔''

(بحوالہ قائداعظم اور قرآن فہمی محمد حنیف شاہد ص 73)

میں نے شروع میں ذکر کیا تھا ایک جرنیل اور ایک بٹلر کا لیکن قائداعظمؒ کی قرآن فہمی کی تصدیق ایک ایسے شخص نے بھی کی ہے جو نہایت خود علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر فائز

تھا اسلام اور قرآن مجید پر گہری نظر رکھتا تھا اور ہندو پاکستان میں نہایت احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔وہ شخصیت تھی حضرت غلام مرشد جو قیام پاکستان سے قبل تاریخی شاہی مسجد لاہور کے خطیب رہے اور جن علامہ اقبال سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ انہوں نے 1926ء میں علامہ اقبال مرحوم کے پنجاب قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں بھر پور حصہ لیا، مولانا خود مفسر اور شارح قرآن تھے اس لیے ان کی گواہی حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، ملاحظہ فرمایئے مولانا غلام مرشد کیا فرماتے ہیں ''قائداعظم کا قرآن حکیم کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق تھا میں اس میں ایک ذاتی واقعہ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں، 1945ء کے آخری ثلث کی بات ہے کہ قائداعظمؒ آل انڈیا مسلم لیگ کے اراکین کے ساتھ ''ممدوٹ ولا'' لاہور میں قیام پذیر تھے، ایک نمائندے کے ذریعے مجھے یاد فرمایا، میں فوراً تیار ہو گیا لیکن خیال آیا کہ میں انگریزی نہیں جانتا، اتفاق سے جناب مسعود کھدر پوش آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر نواب شاہ میرے پاس بیٹھے تھے ان سے ترجمانی کے فرائض سرانجام دینے کو کہا، ہم ممدوٹ ولا پہنچ گئے، قائداعظم منتظر تھے فرمایا ایک اہم دینی مقصد کے لیے بلایا ہے، جمعیت العلماء ہند اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے نیشنلسٹ علماء تحریک پاکستان کی مخالفت میں سرگرم ہیں، بہت سے علماء ہمارے ہم نوا ہیں لیکن ان کی کوئی تنظیم نہیں ہے، اس مقصد کے لئے نامزد صدر مولانا شبیر احمد عثمانی نے افتتاح کرنا تھا وہ علیل ہو گئے ہیں پھر کہا تم جلد از جلد خطبہ افتتاحیہ تیار کرو، خاکسار نے شکریہ ادا کر کے رخصت چاہی تو فرمایا ''ذرا ٹھہرو چند بنیادی نکتے ذہن میں رکھ لو، ان کے سامنے میز پر قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ رکھا تھا اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا، میرا اس حقیقت پر ایمان ہے کہ اس کتاب عظیم میں دنیا اور آخرت کی ساری زندگیوں کے متعلق مکمل ضابطے اور آئین موجود ہے۔

مثال کے طور پر انہوں نے کہا: قرآن حکیم میں کہا گیا ہے کہ جرم کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جائے اس پر میں نے کہا آپ کے ذہن میں غالباً قرآن کریم کی وہ آیت ہے (ترجمہ: جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ تو اسی جیسا ہوتا ہے) سورۃ یونس 10۔927) اس پر انہوں نے قرآن حکیم کھولا اور اس آیت کو دیکھ کر فرمایا: بے

شک یہی آیت میرے ذہن میں تھی اس کے بعد کہا دیکھو یہ ایک اصولی حکم ہے اور ابدی یہ دیکھنا اسلامی مملکت کا کام ہوگا کہ معاشرہ کے حالات کی روشنی میں کس جرم کی سزا کتنی ہونی چاہیے جو قرآن کریم کے اصولوں کے مطابق ہو، میں نے سلسلہ کلام منقطع کرتے ہوئے عرض کیا حضورﷺ نے ایسا کچھ خود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کیا تھا جس کی رو سے کہا گیا تھا (ترجمہ :اور معاملات میں ان سے مشورے کرلیا کرو۔آل عمران (3/159) انہوں نے پھر قرآن مجید کھولا اور اس آیت کو نکال کر کہا کہ بات بالکل واضح ہے انہوں نے فرمایا حضورﷺ کے بعد امت کو بھی اس طرح تدوین قوانین کرنا ہوگی، میں نے عرض کیا اس کے لیے خدا کا حکم موجود ہے (ترجمہ:اور جن کے معاملات باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔سورۃ الشوریٰ 24 /38) انہوں نے پھر قرآن حکیم سے یہ آیت نکالی اور کہا خدا کی یہ ہدایت ہماری رہنمائی کے لیے کس قدر واضح ہے، اسلامی مملکت جس کے لیے اراکین کے اصرار پر مختصر کرنا پڑا۔میں اٹھا تو فرمایا دو بنیادی اور نا قابل معافی جرم ہیں، ایک شرک دوسرا تفرقہ، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے ایک مومن دوسرا کافر اسی کا نام دو قومی نظریہ ہے، اس نکتے کو ذہن میں رکھنا، جاؤ خدا حافظ۔

میں رخصت ہو کر آیا تو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ یہ شخص جسے عام طور پر بیرسٹر سمجھا جاتا ہے اسلام کے بنیادی اصولوں پر کتنی گہری نگاہ رکھتا ہے۔میں مختلف مکتبوں اور دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔بڑی بڑی نامور ہستیوں سے شرف تلمذ حاصل رہا، سیاسی لیڈروں، مذہبی رہنمائی کو بھی دیکھا لیکن مجھے پوری زندگی میں قائداعظم سے بڑھ کر کوئی شخصیت متاثر نہ کرسکی میں نے ہر ایک کو ان سے کم تر پایا، بلندء کردار کے اعتبار سے بھی اور قرآنی بصیرت کے نہج سے بھی اس قسم کے انسان صدیوں میں جاکر پیدا ہوتے ہیں۔روزنامہ نوائے وقت 24 دسمبر 2006ء بحوالہ حنیف شاہد ص 86۔81)، اس میں کوئی شک نہیں کہ قائداعظم نے قرآن حکیم اسوہ حسنہ، اسلامی قوانین وغیرہ کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور ان کا تصور پاکستان بھی انہی سے ماخوذ تھا جس کا ذکر بار بار ان کی تقریروں میں ملتا ہے اس حوالے سے ان کے الفاظ کسی سیاسی مقصد کے لئے نہیں بلکہ ان کی قلب و روح

سے نکلتے تھے اور وہ ان پر مکمل ایمان رکھتے تھے۔

(پاکستان میری محبت۔ ص:160 تا165، مصنف ڈاکٹر صفدر محمود صاحب)

نوٹ: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی رائے اگرچہ تقسیم ہند کے حق میں نہ تھی لیکن پاکستان بننے کے بعد ان کا یہ فقرہ مشہور ومعروف ہے کہ مسجد بننے سے پہلے یہ اختلاف کیا جاسکتا ہے کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے یا نہیں لیکن جب وہ مسجد بن جائے تو اس کا تحفظ واحترام ہر مسلمان کا فرض ہے لہذا پاکستان بننے کے بعد مسلمانوں کو اس کے تحفظ کی کوشش کرنی چاہیے۔

(پاکستان کی قدر کریں ص:380)

اصلاحی پیغامات

نجمہ منصور

ہم مسلمان ہیں:

ہم مسلمان ہیں، ہمارا خدا ایک ہے، کتاب ایک ہے، رسولؐ ایک ہے، اس لئے ہمیں ایک ملت بن کر رہنا چاہئے۔

اکتوبر 1937 اجلاس مسلم لیگ لکھنؤ

قرآن پاک کی اتباع کا فرض:

کلام الہیٰ میں انسان کو خدا کا نائب کہا گیا ہے اگر انسان کی اس تعریف کی معنویت پر غور کیا جائے تو ہم پر قرآن پاک کی اتباع کا فرض عائد ہوتا ہے، لازم ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کریں جیسا کہ خود خالق کائنات ساری نوع انسانی کے ساتھ کرتا ہے، وسیع معنیٰ میں یہ فرض انسانی رواداری اور انسانیت کے احترام کا طالب ہے۔13 نومبر 1939 عیدالفطر کے موقع پر

روح اسلام:

یاد رکھو کہ رسولؐ کے نزدیک کوئی عمل خدمت خلق اور رواداری سے زیادہ دیانت دارانہ اور مستحسن نہیں ہماری سماجی کامرانیاں اور سیاسی آزادیاں اسی پر منحصر ہیں یہی ہماری زندگی کا اصل مفہوم ہے، یہی حقیقت ہے یہی روح اسلام بلکہ عین اسلام ہے۔

(13 نومبر 1939 عیدالفطر کے موقع پر)

اسلام مساوات پر مبنی دین:

چھوت چھات صرف ہندو مذہب اور فلسفے میں جائز ہے ہمارے ہاں ایسی کوئی با ت نہیں، اسلام انصاف مساوات، معقولیت اور رواداری کا حامل ہے، بلکہ جو غیر مسلم ہماری حفاظت میں آجائیں، ان کے ساتھ بھی فیاضی روا رکھتا ہے یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں اور اس ریاست میں وہ شہریوں کی طرح رہیں گے۔

(2 نومبر 1940 مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

انفرادی زاویہ نگاہ:

ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں، زبان وادب، فنون لطیفہ، وفن تعمیر، نام ونسب شعور اقتدار وتناسب قانون واخلاق رسم ورواج، تاریخ وروایات، اور رجحان مقاصد ہر ایک لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویہ نگاہ اور فلسفہ حیات ہے، بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف ہماری قومیت کو سلامی دینے کے لیے تیار ہے۔

الیسوی ایٹڈ پریس امریکہ 1942

تعلیمات محمدی ﷺ کا احیاء:

اسلامی اور تعلیمات محمدیؐ کا احیاء کیجئے اور ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان بھائی چارے اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کیجئے۔

15 نومبر 1942 آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر

قرآن مجید ایک عظیم ترین پیغام:

ہماری رہنمائی اور روشنی کے لئے عظیم ترین پیغام قرآن مجید ہمارے پاس موجود ہے، ہمیں صرف اپنے آپ کو پہچاننا ہے، اور ان عظیم الشان اوصاف، خوبی وکمال اور قوت

سے آگاہ کرنا ہے جو ہمیں حاصل ہے۔ 1943 مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن

اسلام اور مطالبہ ء پاکستان کا جذبہ:

آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ 8 مارچ 1944

قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات:

ہر مسلمان کو علم ہے کہ قرآن مجید کے احکام صرف مذہبی اور اخلاقی فرائض تک محدود نہیں ہیں، جیسا کہ گبن نے کہا ہے "اطلانٹک سے گنگا تک قرآن کو بنیادی ضابطہ تسلیم کیا جاتا ہے، صرف دینیات ہی کا نہیں بلکہ دیوانی اور تعزیر علم القوانین کا اور ان قوانین کا بھی جو انسان کے اعمال و جائداد کو مرتب کرتے ہیں، اور یہ سب خدا کے اٹل احکام کے تابع ہیں" بجز بے خبروں کے ہر شخص آگاہ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کا عمومی ضابطہ حیات ہے مذہبی، معاشرتی، دیوانی، فوجداری، تجارتی، فوجی عدالتی اور تعزیری ضابطہ، یہ ضابطہ ایک ایک چیز کو مرتب کرتا ہے، اور باقاعدہ گی بخشتا ہے مناسک سے لیکر روزمرہ کے اعمال تک روح کی نجاست سے لیکر جسم کی پاکیزہ گی تک معاشرے کے حقوق سے لیکر فرد کے حقوق تک، اخلاقیات سے لے کر جرائم تک اس دنیا میں سزا و جزا سے لیکر اگلے جہاں کی سزا و جزا تک یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو مسلمانوں کے پورے معاشرے کو مرتب کرتا ہے زندگی کے ہر شعبے کو خواہ اجتماعی ہو، خواہ انفرادی۔

) پیغام عید 1945(

آخری عدالت ملت اسلامیہ:

ہم بحث و تمحیص کرتے کرتے تھک گئے ہیں کسی سے استعانت کرنا بے سود ہے

دنیا میں کوئی عدالت نہیں جس سے ہم استعانت کر سکیں ہماری آخری عدالت ملت اسلامیہ ہے اور ہم اسی کے فیصلے کی پابندی کریں گے۔

مسلم لیگ کونسل بمبئی 27 جون 1946

اسلام کے سوا کسی ازم کو برداشت نہیں کر سکتے:

وہ (کمیونسٹ) مسلمانوں سے دُور رہیں کیونکہ مسلمان سوائے مسلم لیگ کے جھنڈے کے اور سوائے اسلام کے کسی اور کو اپنا رہنما تصور نہیں کرتے یہ مکمل ضابطہ حیات ہے اور وہ کسی ازم کو برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

19 مارچ 1944 پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن

قرآن کریم کا نسخہ:

رسول کریمؐ کی زندگی سے یہ بات واضح ہے کہ ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہئے، اور اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے خود ہی اپنا مذہبی رہنما ہونا چاہئے۔

1945 پیغام عید

تعلیمات اسلام کے منافی بات:

پاکستان اور بیرونی ممالک میں جو مسلمان ہیں ان کو میرا مشورہ ہے کہ جہاں وہ اکثریت میں ہیں وہاں کسی قسم کی انتقامی کاروائی نہ کریں اس قسم کی کاروائی نہ صرف اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہوگی بلکہ ایسا کرنا مفاد میں بھی نہ ہوگا۔ اکتوبر 1947

مسلمان مصیبت سے خوفزدہ نہیں ہوتا:

خدا جن لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ ان کو امتحان اور آزمائش میں بھی ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو شے آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہوا

س کی قربانی کریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے عزیز بیٹے کی قربانی پیش کی، آج بھی خدا وند کریم پاکستان کے مسلمانوں کا امتحان لے رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہت سی بڑی بڑی قربانیاں طلب کی ہیں ہماری نوزائیدہ مملکت دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے چور ہے، چاروں طرف تاریکیوں کے بادلوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے، مگر ہم ان کے خوف سے رُک نہیں سکتے، کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم نے قربانی کا وہی جذبہ پیش کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا تو مصیبتوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہم پر بھی رحمتوں کی بارش کرے گا۔ پیغام عید 24 اکتوبر 1947

روزے فرض ہونے کی وجہ:

مسلمانوں پر روزے کیوں فرض کیے گئے محض ان کو نظم وضبط اور تنظیم کا عادی بنانے کے لیے اور یہ وہ اوصاف ہیں، جن میں آپ کی نجات اور قوم کی ترقیاں ہیں۔ 18 اگست 1947 پیغام عید

اسلام کا مطلب عین انصاف:

اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے اگر کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے کیونکہ اسلام کا مطلب عین انصاف ہے۔

27 مارچ 1947 میمن چیمبر آف کامرس بمبئی

اسلام کی تعلیم:

ہر قسم کی احتیاج کو پورا اور ہر طرح کے خوف کو دور کرنا ہی ہمارا مقصد نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ وہ آزادی، وہ اخوت، وہ مساوات، بھی حاصل کرنی چاہیۓ جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے۔

کراچی کارپوریشن 25 اگست 1947

قربانی کا جذبہ:

ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے اتنا ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت میں ابھریں گے، جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن ہو جاتا ہے۔ پیغام عید الاضحیٰ' 24 اکتوبر 1947

پاکستان اسلام کی پشت پناہ:

اس وقت میں آپ سے صرف اس بات کا طلب گار ہوں کہ میرا یہ پیغام جس جس شخص تک پہنچے وہ اپنے دل میں اس بات کا عہد کرے کہ ضرورت پڑنے پر پاکستان کو اسلام کی پشت پناہ اور دنیا کی عظیم ترین قوم بنانے کیلیے اپنا سب کچھ قربان کر دے گا ایک ایسی قوم بنانے کیلیے جس کا نصب العین امن و آتشی ہو اندرون ملک بھی اور بیرون ملک بھی۔ 30 اکتوبر 1947 لاہور جلسہ عام سے خطاب

موت سے خوف نہ کھایئے:

اپنے میں حوصلہ پیدا کیجئے، موت سے خوف نہ کھایئے ہمارے مذہب نے یہی سکھایا ہے، کہ ہمیشہ موت کے لیے تیار رہنا چاہیئے پاکستان اور اسلام کی عزت بچانے کیلیئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیئے۔ 30 اکتوبر 1947 لاہور جلسہ عام سے خطاب

وسیلۂ نجات:

مسلمان کے لئے اس سے بہتر وسیلہ نجات اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ حق کی خاطر شہید کی موت مر جائے۔

30 اکتوبر 1947 لاہور جلسہ عام سے خطاب

اسلام کی تجربہ گاہ:

ہم نے پاکستان کا مطالبہ صرف زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں ۔اسلامیہ کالج پشاور 13 جنوری 1948

عظیم ترین ہستی:

آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں، آپ کی عزت وتکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی عظیم شخصیتیں بھی آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں، میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز اتنی عظیم، عظمتوں کی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں، رسول کریمﷺ عظیم تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاست دان تھے عظیم حکمران تھے۔

(25 جنوری 1948 کراچی بارایسوسی ایشن)

آنحضورﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ:

آنحضورﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی، آپؐ نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا آپؐ کو کامیابی ہوئی تجارت سے لیکر حکمرانی تک ہر شعبہ حیات میں آپؐ مکمل طور پر کامیاب رہے، رسالت مابؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے، اب سے تیرہ سو سال قبل ہی جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھیں۔

25 جنوری 1948 کراچی بارایسوسی ایشن

اسلامی حکومت قرآن مجید کے اصول واحکام کی حکومت:

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور

وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص یا ادارے کی قرآن مجید کے احکام ہی سیاست معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر تے ہیں دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن مجید کے اصول واحکام کی حکومت ہے ۔کراچی 1948

اسلام کے اساسی اصول:

اسلام میں انسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے، مساوات، آزادی، اور اخوت اسلام کے اساسی اصول ہیں۔

کراچی بار ایسوسی ایشن 25 جنوری 1948

ایمان کی طاقت:

مغربی پاکستان مشرقی پاکستان سے تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے، اور درمیان میں ہندستان کا علاقہ ہے، ایک بیرونی ملک کے طالب علم کے ذہن میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوگا کہ ایسا کیونکر ممکن ہے؟ اتنے دور دراز فاصلوں پر واقع دوصوبوں کی حکومتوں میں وحدت وہم آہنگی کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے، میں اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ میں دے سکتا ہوں وہ چیز ہے "ایمان "اللہ پر ایمان ہمارا ایمان اپنی ذات پر ہمارا ایمان اپنی تقدیر پر ہمارا ایمان۔

(9 فروری 1948 آسٹریلیا کے لوگوں کے نام نشریاتی پیغام)

اوّل وآخر مسلمان:

ہم سب مسلمان ہیں اسلام نے ہمیں یہ سبق دیا ہے اور آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں آپ اول وآخر مسلمان ہیں۔ 21 مارچ 1948 جلسہ عام ڈھاکہ

پاکستان کی بنیاد:

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد معاشرتی انصاف اور اسلامی سوشلزم کے اصولوں پر رکھی جائے اور بنی نوع انسان کی اخوت و مساوات پر زبردست زور دیتے ہیں کہ آپ محض میرے لاکھوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

چٹاگانگ ڈھاکہ جلسہ عام سے خطاب 26 مارچ 1948

زندگی کی قدریں:

انسانی اخوت، مساوات اور بھائی چارہ ہمارے مذہب، ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کے بنیادی اصول ہیں ہم نے جنگ پاکستان کے لیے لڑی کیوں کہ ہمیں اندیشہ تھا کہ ہم اس براعظم میں اپنی زندگی کی قدروں کو زندہ رکھ سکیں گے اور ہمیں خطرہ تھا کہ ہم کہیں ان بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہ کر دیے جائیں ۔26 مارچ 1948 چٹاگانگ میں جلسہ عام سے خطاب

مسلمانوں میں مکمل ہم آہنگی:

میں اقوام ایشیا اور بالخصوص مسلمان قوموں میں مکمل ہم آہنگی مقصد کی وحدت اور مکمل افہام و تفہیم کی ضرورت پر زور دیتا ہوں کیونکہ ایشیائی اتحاد عالمی امن اور خوشحالی کے اصول میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

9 اپریل 1948 ایرانیوں کے وفد سے ملاقات کے دوران

خداوند عالم پر پورا بھروسہ:

ہماری کامیابی کا دار مدار ہمارے اتحاد، تنظیم وضبط اور یقین محکم پر ہوگا، لیکن صرف اپنے اوپر اعتماد کرنا کافی نہیں، ہمیں خداوند عالم پر پورا پورا بھروسہ کرنا ہوگا، جو انسانوں کی تقدیروں کا بنانے والا ہے۔

12 اپریل 1948 اسلامیہ کالج پشاور طلبہ کے سپاسنامہ کے جواب میں

ایک خدا ایک رسول ایک کتاب:

ہم مسلمان ایک خدا، ایک رسول ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں پس یہ ناگزیر ہے کہ ہم ملت کی حیثیت میں بھی ایک ہوں، آپ نے وہ ضرب المثل تو سنی ہو گی کہ اتحاد میں طاقت ہے۔

(رشحات قائد ص 77 تا 82 مولفہ نجمہ منصور)

ایک انٹرویو

پروفیسر رحیم بخش شاہین

ڈاکٹر سید بدرالدین احمد تحریک پاکستان کے کارکنوں میں سے ہیں انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں زیر نظر انٹرویو ان کی بانی پاکستان حضرت قائداعظم سے ایک ملاقات کی یاد ہے جو انہوں نے 26 نومبر 1946ء کو اورنگ زیب عالم گیر روڈ نئی دہلی میں قائداعظم کی قیام گاہ پر کی تھی، ڈاکٹر موصوف کا یہ انٹرویو ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور بابت 9 فروری 1970 میں شائع ہوا۔

مسٹر الطاف حسین ایڈیٹر "ڈان" نئی دہلی نے مجھے سوشلزم کی معنویت پر ایک لمبا چوڑا لکچر دیا اور خوب سمجھایا لیکن میری تسلی نہ ہو سکی، چنانچہ میں قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا بابائے قومؒ اس وقت راجہ غضنفر علی اور مولوی تمیز الدین مرحوم سے مصروف گفتگو اور انہیں پاکستان کے نظریہ سے متعلق کانگریس اور انگریزوں کی مکاریوں اور غلط فہمیوں سے بچنے کیلئے مشورے دے رہے تھے ان سے فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"مسٹر بدر! الطاف حسین نے آپ کو کافی وقت دیا اور مسئلہ کو سمجھانےکی بہت کوشش کی لیکن آپ کو مطمئن نہ پاکر مجھے فون کیا ور میرے پاس بھیج دیا سب سے پہلے تو ان قرآنی آیات کا انگریزی ترجمہ غور سے پڑھ لو (اس موقعہ پر انہوں نے ایک ڈائری میں نوٹ آیات قرآنی اور ان کا انگریزی ترجمہ دکھایا) پھر انہیں نوٹ کرو تنہائیوں میں بار بار انہیں اوران کے ترجمے کو دہرایا کرو۔۔۔۔ان کو اور صرف ان کی تشہیر اور کنویسنگ کرو۔

"ان الدين عند الله الا سلام و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخسرين

"مسٹر بدر! میں مطمئن ہوں کہ قرآن وسنت کے زندہ جاوید قانون پر مبنی ریاست (پاکستان) دنیا کی بہترین اور مثالی سلطنت ہو گی یہ اسلامی ریاست اسی طرح سوشلزم، کمیونزم، مارکسزم، کیپٹل ازم کا قبرستان بن جائے گا، جس طرح کہ سرور کائنات ﷺ کا مدینہ اس وقت کے تمام نظام ہائے فرسودہ کا گورستان بنا" پاکستان میں اگر کسی نے روٹی کے نام پر اسلام کے خلاف کام کرنا چاہا یا اسلام کی آڑ میں کیپٹل ازم، سوشلزم، کمیونزم یا مارکسزم کے لیے راہ ہموار کرنے کوشش کی تو پاکستان کی غیور قوم اسے کبھی برداشت نہیں کرے گی یہ بات یاد رکھو! کہ میں نہرو نہیں ہوں کہ وہ کبھی سیکولرسٹ بنتے ہیں کبھی مارکسٹ! میں تو اسلام کے کامل نظام زندگی خدائی قوانین کی بادشاہت پر ایمان رکھتا ہوں مجھے عظیم فلاسفر اور مفکر ڈاکٹر اقبال سے نہ صرف ایک کامل پوری طرح اتفاق ہے بلکہ میں ان کا معتقد ہوں اور میرا ایمان ہے کہ اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے دنیا کی تمام مصیبتوں اور مشکلوں کا حل اسلام سے بہتر کہیں نہیں ملتا سوشلزم، کمیونزم، مارکسزم کیپٹل ازم ہندوازم امپیریل ازم امریکہ ازم، روس ازم، ماڈرن ازم یہ سب دھوکہ اور فریب ہے مختصر الفاظ میں یہ سمجھ لو کہ یہ نمرود، قارون، شداد اور مزدک کے نظریات ہیں جنھیں نئے رنگ میں پیش کیا جارہا ہے آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ ان نظاموں کے علمبردار ایسے لوگ تھے جو انسان کے لباس میں بھیڑیئے تھے اور آج بھی ایسے ہی لوگ ان کی علمبرداری کر رہے ہیں دور قدیم میں سطوت وشوکت اور مال وجاہ کے لحاظ سے روم (اٹلی) مصر اور ایران دنیا پر حکومت کرتے رہے لیکن آپ ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے یہ بھی امن وقانون اور انسانیت کے نام پر انسان کو لوٹتے رہے، یہاں تک کہ اس مادی طور پر بے سہارا اور اپنی دولت غریبوں میں بانٹ کر خود بھوکے رہنے والے محمد عربیؐ سرزمین مکہ سے اٹھے اور بے سروسامانی کے باوجود نظام اسلام نافذ کر کے رہے اور آخر اسلام تمام دنیا کی بگڑی بنا کر رہا ان کے نظام سلطنت کا ڈھانچہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے بہترین ہے اور اسلام دنیا کی تمام مشکلوں کا حل کر سکتا ہے

خلافت راشدہ نے جو نظام مالیات قائم کیا تھا وہ ہر شخص کی خوشحالی اور فارغ

البالی کی ضمانت دیتا ہے اور آج بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی نظام معیشت اس سے بہتر نہیں کہ خلافتِ راشدہ کے عہد میں لوگوں کو اپنی ضرورت زندگی کے لیے پریشان نہ ہونا پڑا، بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، محمد تغلق، اورنگ زیب عالمگیرؒ، شیر شاہ سوری جیسے آمران مطلق کے دورِ حکومت میں بھی لوگ سکھ چین اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے رہے اور لوگوں کی آزادی اظہار رائے اور بنیادی حقوق چھیننے کی کبھی کوشش نہ کی گئی ان کے مقابلے میں برطانیہ، امریکہ، اور روس کے موجودہ قوانین ہیچ ہیں۔

مسٹر بدر! خوب یادرکھو! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے، اسی کے قیام کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی کو ترک کر عظیم مفکر علامہ اقبالؒ کے اصرار پر واپس آ گیا، انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کے نظامِ حکومت کی بنیاد ''لا الہ الا اللہ'' ہی ہوگا اور اس پر ایک ایسی فلاحی اور مثالی سٹیٹ قائم ہوگی کہ دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔

مطمئن رہو اور دل پر نقش کرلو کہ یونینسٹ اور کانگریسی جو مجھے ''کافر اعظم'' اور ''برطانوی ایجنٹ'' کہتے ہیں اور ماڈرن ازم، کیپٹل ازم وغیرہ جیسے فتنے اگر پوری قوت سے بھی میرے گرد گھیراؤ کرلیں تب بھی مجھے اس جادۂ حق سے نہیں بھٹکا سکتے میں قانون دان یا سیاست دان ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی ہوں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ان فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کی راہ میں جان بھی قربان کرنی پڑی تو مجھے اس سے بھی گریز نہ ہوگا۔''

سوشلزم کیپٹلزم اور متحدہ قومیت کا فریب محض وہی لوگ دے رہے ہیں جو مسلم قوم کے دشمن ہیں اور ہمیشہ اسلام سے غداری کرتے رہے ہیں۔ انشاء اللہ پاکستان قائم ہوکر رہے گا اور پاکستان میں سرمایہ دارنہ نظام اور کمیونزم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی بلکہ اسے ایک صحیح صحیح اسلامی، فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان قائم ہوگیا تو چند دن بھی زندہ نہیں رہے گا لیکن میرا ایمان ہے کہ خداوند کریم اسے ہمیشہ قائم رکھے گا۔

(نقوش قائداعظم ص 314 تا 316 از پروفیسر رحیم بخش شاہین)

حُبِ رسول ﷺ

محمد عثمان جان

قائداعظم محمد علی جناحؒ سچے مسلمان تھے اور ایک مسلمان کے لیے حضور فخر موجودات ﷺ کی محبت سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی جب وہ وکالت کا امتحان پاس کرنے کیلئے انگلستان گئے تو انہوں نے محض اس لئے وہاں کی مشہور تعلیمی درس گاہ لنکنز ان میں داخلہ لیا کہ اس کے دروازے پر حضور اکرمؐ کا نام نامی تحریر تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شروع ہی سے اپنے آقا مولاؐ سے عشق تھا۔

9 مارچ 1944 کو حضرت قائداعظمؒ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے عربوں کی حالت کے متعلق جوزف بل کی کتاب کا اقتباس پیش کرتے ہوئے فرمایا:

> ''پیغمبر اسلامؐ نے غیر مہذب لوگوں کو لے کر ایک عظیم اور طاقتور میں
> ڈھال دیا، ہماری پشت پر تمدن وثقافت کی عظیم روایات ہیں اور ہم
> میں عظیم قوم کی حیثیت سے اُبھرنے کا جوہر پایا جاتا ہے، ہم انشاء اللہ
> اپنی قوم کو عظیم بنائیں گے اور جب یہ کام سرانجام دے لیں گے تو
> پاکستان ہماری دسترس میں ہوگا۔''

خدا تعالیٰ کی ذات پر قائداعظم کا غیر متزلزل ایمان اور حضور اکرمؐ کی ذات اقدس سے بھرپور عقیدت اس کا یقینی اور کوئی حتمی سبب ضرور ہے، حضرت قائداعظمؒ کو خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایک خاص مقصد عظیم کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا تھا، خدا تعالیٰ نے بیسویں

صدی میں دنیائے سیاست میں ان سے بڑا انسان پیدا نہیں کیا جس نے تخلیق پاکستان کو بیسویں صدی کے بہت بڑے سیاسی کارنامے اور معجزے کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا۔

پروفیسر کرم حیدری لکھتے ہیں:

> "جب وہ مسلمانوں کے عظیم ترین لیڈر کی حیثیت میں آگے آئے تو دین کی طرف ان کی توجہ اور شعائر دین کیساتھ ان کی قلبی وابستگی میں بے انتہائی اضافہ ہوا اس زمانے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو برصغیر کے علمائے کرام میں بہت بلند مقام کے مالک تھے، مسلمانوں کے سیاسی حالات کی طرف بڑی گہری نگاہ سے توجہ فرمائی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی فلاح و بہود صرف اسی جماعت کے ہاتھوں ممکن ہے جو مسلمانوں پر مشتمل ہو ایسی سیاسی جماعت جس میں غالب اکثریت غیر مسلموں کی ہو جائے چاہے کتنی اچھی ہو مسلمانوں کی سربلندی کے لیے کام نہیں کرے گی، چنانچہ انہوں نے 1938ء میں مولانا شبیر علی، مہتمم خانقاہ امدادیہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں اور بھائی جو سلطنت ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق و فاجر کہتے ہیں مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہٰذا ہم کو کوشش کرنی چاہئے کہ یہی لوگ دیندار بن جائیں اگر تمہاری کوشش سے یہ لوگ دیندار بن گئے تو پھر سلطنت انہی کے ہاتھ میں رہے تو چشم ماروشن دل ماشاد ہم خود سلطنت کے طالب نہیں ہم کو صرف مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دین دار اور دیانتدار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس۔۔۔تا کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔"

اپنے اسی موقف کے تحت مولانا تھانوی نے دسمبر 1938ء میں جب مسلم لیگ

کا سالانہ اجلاس پٹنہ میں منعقد ہو رہا ہے علماء کا ایک تبلیغی وفد تیار کر کے قائدین مسلم لیگ کے پاس بھیجا اس وفد میں مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبد الجبار ابو ہر ی، مولانا عبد الغنی پھول پوری، اور مولانا معظم حسین امروہوی شامل تھے، جبکہ رئیس وفد مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری تھے، قائد اعظمؒ عبدالعزیز صاحب بیرسٹر کے ہاں ٹھہرے ہو ئے تھے وہیں شام کے پانچ بجے وفد نے ان سے ملاقات کی جو ایک گھنٹہ تک جاری رہی من جملہ دوسرے امور کے وفد کی طرف سے قائد اعظمؒ کو نماز پڑھنے کی تبلیغ کی گئی قائد اعظم نے فرمایا:

> ''میں گناہ گار ہوں خطاوار ہوں، آپ کو حق ہے کہ مجھ سے کہیں میرا فرض ہے کہ میں سنوں، آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔''

قائد اعظم نے مسلمان قوم کو اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوطی سے تھامنے کی بار بار تلقین کی 1943 میں کراچی مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کونسا لنگر ہے، جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے، مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا، ایک خدا ایک رسول، ایک کتاب ایک امت " دین کے تقاضوں سے صرف وہی شخص آگاہ ہوتا ہے جو دین کا گہرا علم رکھتا ہو، اس امر کو ثابت کرنے کے لئے قائد اعظمؒ دین کے تقاضوں سے کما حقہ آگاہ تھے، ان کا ایک جملہ ہی کافی ہے آپ نے 8 مارچ کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا" اور ساتھ

ہی انہیں مسلمان قوم کی ذہنیت اور ان کی آرزوؤں اور امنگوں کا صحیح ادراک تھا۔ 1939ء میں عربیک کالج دہلی میں تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کے اس عظیم راہنما نے فرمایا:

"تمام دشواریوں کے باوجود مجھے یقین ہے کہ مسلمان کسی دوسرے فرقے کی نسبت بہتر سیاسی دماغ رکھتے ہیں، سیاسی شعور مسلمانوں کے خون میں ملا ہے اور ان کی رگوں اور شریانوں میں دوڑ رہا ہے اور اسلام کی باقی ماندہ عظمت ان کے دلوں میں دھڑک رہی ہے"۔

قائداعظمؒ قومیت کے دلدادہ تھے اور قومیت کی اس منفرد بنیاد پر یقین کامل رکھتے تھے۔ 8 مارچ 1944 کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریر کے دوران انہوں نے فرمایا:

پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا، یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی، مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے وطن نہیں اور نہ ہی نسل، ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی"۔

قائداعظم ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے دین اسلام کی آفاقیت اور اہمت پر ایمان کامل رکھتے تھے قوم کو اپنے پیام عید 1945ء میں آپ نے فرمایا:

"جاہلوں کی بات الگ ہے ورنہ ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے، مذہبی، سماجی، شہری، کاروباری، فوجی، عدالتی، تعزیزی، اور قانونی ضابطہ حیات جو مذہبی تقریبات سے لیکر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے لیکر جسم کی صحت تک تمام افراد سے لیکر ایک فرد کے حقوق تک، اخلاق سے لیکر جرم تک اس دنیا میں جزاوسزا سے لیکر اگلے جہاں کی سزا وجزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔"

قائداعظم کو اسلام کی تعلیمات اور رسول پاک ﷺ کے ارشادات اور فرمودات سے دلی لگاؤ تھا۔ 14 فروری 1947 کو سبی دربار سے خطاب کرتے ہوئے عظیم قائد نے فرمایا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے بنایا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں، اسلام کا سبق یہ ہیکہ مملکت کے امور ومسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا کرو"

پاکستان کی قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے 14 اگست 1947ء کو آپ نے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ حضورﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے اسلام کے دشمنوں کو معاف کر دیا تھا، قائد نے کہا:

"شہنشاہ اکبر نے غیر مسلموں کے ساتھ جو خیر سگالی اور رواداری کا برتاؤ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی اس کی ابتدا آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی ہمارے رسول اکرمﷺ نے کردی تھی، انہوں نے زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی یہود ونصاریٰ پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کیساتھ رواداری برتی اور ان کے عقائد کا احترام کیا۔"

حضور اکرمﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم معلم تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم مدبر تھے، عظیم فرمانروا تھے، جنہوں نے بہترین حکومت کر کے دکھائی ہے یہی تصورات قائداعظم کے قلب میں سموئے ہوئے تھے اس کا حتمی سبب یہ تھا کہ حضرت قائداعظمؒ کو خدا وحدہ لاشریک کی ذات پر غیر متزلزل یقین، عقیدے کی پختگی اور اپنے موقف کی صداقت پر کامل ایمان تھا اور ان کی ذات میں وحدانیت کے تصور نے انہیں ہمیشہ اونچا رکھا اور ان کا سر سوائے باری تعالیٰ کے کسی کے سامنے نہ جھکا، چنانچہ انہوں نے برصغیر میں امانت دارانہ اور دیانت دارانہ سیاست کی داغ بیل ڈالی 24 اکتوبر 1947ء کو عید الاضحیٰ کے موقع پر پاکستانیوں کو پیغام عید دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"خدا جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کو امتحان اور آزمائش میں بھی ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ جو شے آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہو اس کی

قربانی دیں حضرت ابراہیمؑ نے حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے عزیز بیٹے کی قربانی پیش کی، آج بھی خداوند کریم پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا امتحان لے رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہت بڑی بڑی قربانیاں طلب کی ہیں، ہماری نوزائیدہ مملکت دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے چور ہے، ہندوستان میں ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم توڑے جا رہے ہیں اور بدلے لیے جا رہے ہیں محض اسوجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں اور انہوں نے پاکستان کے قیام میں مدد دی تھی اور اس سے ہمدردی ظاہر کی تھی چاروں طرف سے تاریک بادلوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے مگر ہم ان کے خوف سے رُک نہیں سکتے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے قربانی کا وہ جذبہ پیش کیا جیسا حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا تو مصیبتوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہم پر بھی اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا۔ آیئے آج عید الاضحیٰ کے دن جو اسلام کے اس جذبہ ایثار و قربانی کا مظہر ہے جن کی اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے، یہ عہد کریں کہ ہم اپنے تصورات کے مطابق نئی مملکت کی تخلیق میں بڑی سے بڑی قربانی دینے اور آزمائشوں اور مشکلات کے مقابلہ میں پیچھے نہ رہیں گے اور ہم اپنی ساری قوتیں اور سارے وسائل اس مقصد کے حصول پر صرف کر دیں گے، یہ وقت ہر چند کہ بہت نازک ہے مگر مجھے پختہ یقین ہے کہ ہم اس پر غالب آئیں گے، کیونکہ ہم اپنی طویل تاریخ کے دوران ایسے بہت سے طوفانوں کا منہ پھیر چکے ہیں، گو دشمن اپنی کوشش میں مصروف ہے مگر اس کے باوجود ہم آلام و مصائب کی اس تاریک رات سے کامران ہو کر نکلیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ یہ مملکت محض زندگی کے لیے نہیں بلکہ اچھی زندگی گزارنے کے لیے بنی ہے۔"

19 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

"تعمیر پاکستان کی راہ میں مصیبتوں اور دشواریوں کو دیکھ کر گھبرائے نہیں تازہ، جواں اور نئی اقوام کی تاریخ میں کئی باب ایسی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں کہ انہوں نے محض قوت ارادی، قوت عمل اور قوت کردار سے خود کو بلند کر لیا، آپ خود بھی فولادی قوت

کے مالک ہیں اور عزم وارادے کی دولت میں آپ کی نظیر نہیں ملتی، مجھے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آپ دوسروں کی طرح اپنے آباؤ اجداد کی طرح کامیاب نہ ہوں، آپ کو صرف مجاہدوں کا سا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے آپ ایک ایسی قوم ہیں جس کی تاریخ شجاعت، کردار، اور آہنی ارادے کے لوگوں اور کارناموں سے بھری پڑی ہے، اپنی شاندار روایات کے مطابق زندہ رہیے بلکہ ان میں عظمت وشوکت کے ایک اور باب کا اضافہ کیجیے۔

اپنا اخلاق ہر صورت بلند رکھیں، موت سے نہ ڈریں، ہمارا مذہب یہی سکھاتا ہے کہ ہمیں موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے، اسلام اور پاکستان کی عزت بچانے کے لئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیے، مسلمان کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نجات نہیں ہوسکتا کہ کہ وہ صداقت کی خاطر شہید ہو جائے۔"

اسی دن لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا:

> ''اگر ہم ہر معاملے میں تحریک اور رہنمائی قرآن مجید سے حاصل کر یں تو میں ایک بار پھر کہوں گا کہ آخری کامیابی ہماری ہوگی، ہماری اور فقط ہماری''

سچ ہے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت نہ ہو وہ اپنے علم وفضل کے باوجود ایمان کی دولت سے خالی رہتا ہے، حضرت قائد اعظمؒ عشق نبیؐ سے سرشار تھے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ انہیں ایک عظیم اسلامی مملکت کی تعمیر کا شرف ملتا اور وہ زندہ جاوید بن جاتے۔

قیام پاکستان کے بعد پہلی عید میلاد النبیؐ کے موقع پر جب حضرت قائد اعظمؒ نے 26 جنوری 1948ء بمطابق 12 ربیع الاول 1367 ہجری کو کراچی بار ایسوسیشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج ہم لوگ یہاں ایک "حقیر اجتماع" کی صورت میں اس عظیم ترین شخصیت کو خراج عقیدت ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جس کی تقدیس نہ صرف یہ کہ کروڑوں دلوں میں موجزن ہے بلکہ جس کے سامنے دنیا کی تمام بڑی بڑی شخصیتوں کا سر احترام

واکرام سے بھی خم ہے میں ایک عاجز انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز اتنی عظیم ہستیوں سے بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کس طرح نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں۔"

25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوی ایشن سے خطاب کے دوران آپ نے فرمایا:

> "حضور رسول مقبول ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی آپ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا کامیابی نے آپ کے قدم چومے، تجارت سے لے کر حکمرانی تک ہر شعبہ حیات میں آپ مکمل طور پر کامیاب رہے، حضورؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے تیرہ سوسال قبل ہی آپؐ نے جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔"

ملاحظہ فرمائیکہ بابائے قوم کیسا پاکستان حاصل کرنا چاہتے تھے، ان کے پیش نظر پاکستان کی تعمیر وترقی کے لئے کون سی راہ عمل تھی، وہ حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی رہنمائی کے مصداق پاکستان حاصل کرنا چاہتے تھے، اور جب تک ہم یہ یقین نہ کرلیں کہ قانون مصطفوی ہی میں ہماری بقا ہے اور اس سے مسلمانوں کا انفرادی اور اجتماعی نظام سنور سکتا ہے، ہم صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں، قائداعظم کو اسلامی تعلیمات اور رسول پاک ﷺ کے ارشادات وفرمودات کے پیش نظر اس حیثیت کا شعور تھا اور وہ اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ قائداعظم کی دیانتدار سیاست اسی اسوۂ حسنہ کی رہنمائی کے طفیل تھی لیکن کبھی اس کا صلہ نہ چاہا، اصفہانی لکھتے ہیں کہ قائداعظم کہا کرتے تھے کہ:

> "جو لوگ میری دیانتداری کی تعریف کرتے ہیں وہ کسی طور پر بھی میری عزت افزائی نہیں کرتے، دیانتدار ہونا انسانیت کا تقاضا ہے اور انسانی تقاضے پورا کرنے پر تعریف کیسی؟ بالفاظ دیگر جو دیانتدار نہیں وہ انسان نہیں۔"

(قائداعظم ایک ہمہ گیر شخصیت، محمد عثمان جان، ص 150 تا 159)

قائداعظمؒ اور سیکولرازم

ڈاکٹر خالد علوی

قائداعظم کے بارے میں دو طرح کا پروپیگنڈا کیا گیا، مخالفین نے انہیں اسلام سے نا آشنا اور ایک خاص فرقے سے منسوب کیا جبکہ نام نہاد عقیدتمندوں نے انہیں سیکولر ثابت کیا، دونوں کا مقصد ایک ہے کہ قائداعظمؒ، مذہبی اعتبار سے ناقابلِ اعتبار تھے، ایک گروہ نے انہیں فرقہ وارانہ رنگ میں اور غیر اسلامی لباس میں دیکھنے کی کوشش کی تو دوسرے نے ارادی طور پر انہیں لادین ثابت کرنے کی سعی کی ذیل کی سطور میں ہم اس کا جائزہ لیں گے۔

غیر اسلامی شخصیت:

تحریک پاکستان کے دوران مخالفین نے قائداعظمؒ کے اسلامی عقیدہ کے بارے میں شکوک وشبہات کا ایک طوفان اٹھا کر رکھا تھا، چونکہ آپ کا طرز حیات مغربی تھا۔ مغربی لباس پہنتے مغربی اطوار کو پسند کرتے اور انگریزی زبان میں بات کرتے اس لئے عوامی مذہبی مقرروں کو ایک موضوع ہاتھ آیا جسے مزے لے لے کر بیان کیا گیا۔ دوسرا فرقہ وارانہ تھا، چونکہ آپ کا خاندانی پس منظر شیعی تھا اس لیے سنیوں کی اکثریت کے لیے ان کی قیادت کو متنازع بنانے کے واسطے ان کی شیعیت اور ان کی غیر اسلامی بود و باش کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن قائداعظمؒ نے اپنے قول وعمل سے اس پراپیگنڈا کو بے اثر کر دیا، فرقے وارانہ مسئلہ پر انہوں نے کھل کر اظہار کیا نہ صرف اپنے آپ کو فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر رکھا بلکہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اتحاد اسلامی کا نعرہ دیا اور برصغیر کے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ شیعہ، سنی اور دیوبندی، بریلوی، کی شناخت سے بلند ہو کر صرف اسلامی شناخت کی بات کریں، قائداعظمؒ، مولانا شوکت علیؒ کے قریب تھے۔ ان سے اسلامی موضوعات پر

تبادلہ خیال کرتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے۔ بیٹی نے جب پارسی نوجوان سے شادی کا فیصلہ کیا تو مولانا شوکت علیؒ سے مشورہ کیا اور پھر ہمیشہ کے لیے اس سے قطع تعلق کرلیا، تحریک پاکستان کے دوران جن علماء دیوبند نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا ان میں مولانا اشرف علی تھانوی کے متوسلین کا سب سے بڑا حصہ ہے، منشی عبدالرحمٰن مرحوم نے "تعمیر پاکستان اور علماء ربانی" میں علماء اور قائداعظمؒ کی ملاقاتوں اور قائداعظم کی شخصیت کے دینی پہلو پر گرانقدر معلومات جمع کی ہیں، ان کا خیال ہے کہ قائداعظمؒ پر سب سے زیادہ اثر مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تھا کیونکہ انہوں نے ان سے رابطہ رکھا اور مختلف امور پر مشورے دے، علما کا وفد قائداعظمؒ سے ملتا رہا، عقائد پر بات ہوئی مذہب وسیاست کی یگانگت زیر بحث آئی اور نماز کی ادائیگی کا تذکرہ ہوا، قائداعظمؒ چونکہ صاف ذہن اور کھلے دل کے مالک تھے اس لئے دلائل کی بات مانی اور یہ بات ان کے کردار کا حصہ تھی کہ جس چیز کو وہ درست سمجھتے اس کے اظہار میں وہ کسی مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے نماز کے بارے میں گفتگو ہوئی اس پر بقول منشی عبدالرحمٰن آپ نے کہا:

> "میں گناہ گار ہوں، خطار کار ہوں آپ کا حق ہے کہ مجھے کہیں، میرا فرض ہے کہ اس کوسنوں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھوں گا، شواہد بتا تے ہیں کہ نماز ادا کرتے تھے فرقہ وارنہ امتیاز ناپسند کرتے تھے، اینگلو عربک کالج دہلی میں مسلم خواتین وطالبات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اب مسلمانوں کی نجات اس میں ہے کہ وہ متحد ہو جائیں وہ شیعہ سنی اور وہابی کے امتیازات کو بالائے طاق رکھ دیں۔"

کوئٹہ میں شیعہ وفد کو واضح الفاظ میں کہا) "میں شیعہ نہیں مسلمان ہوں۔" وہ عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے، ممتاز حسن صاحب کے مطابق قائداعظم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ جمعہ کی نماز لندن کی کسی مسجد میں ادا کریں، انہوں نے گرمجوشی سے یہ تجویز منظور فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ "میں اس مسجد میں جانا پسند کروں گا جہاں عام مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ہم ایسٹ اینڈ کی ایک مسجد جو

غریب مسلمانوں کی آبادی کی ہوئی تھی منتخب کی، قائداعظم پہنچے تو خطبہ ہو رہا تھا، کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور اگلی صفوں میں ان کے لیے جگہ خالی کر دی گئی مگر انہوں نے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں دیر سے آیا ہوں اس لیے جہاں مجھے جگہ ملی وہی میرے لیے مناسب ہے"

جب کبھی انہیں باجماعت نماز پڑھنے کا موقع ملا تو سنیوں کی مسجد ہی میں نماز پڑھی جس پر اہل تشیع کے ممتاز رہنما راجہ صاحب محمود آباد کو شکوہ کرنا پڑا، مولانا شبیر علی تھانوی اپنی روداد میں لکھتے ہیں:

جناب مقبول حسین واصل بلگرامی غالباً اپریل یا مئی 1939ء میں لکھنؤ سے تھانہ بھون آئے کیونکہ اخیر میں وہ مستقل طور پر خانقاہ اشرفیہ ہی میں رہتے تھے، انہوں نے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا کہ جناح صاحب پر آپ کی تبلیغ کا بہت اثر ہوا ہے، میں راجہ صاحب محمود آباد کے ہاں بیٹھا تھا جو حال ہی میں دہلی سے آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ میں آپ کو ایک عجیب واقعہ سناؤں وہ یہ ہے کہ جناح صاحب باقاعدہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں اور نماز سنیوں کے طریقہ پر پڑھتے ہیں۔

ہم قائداعظم جیسے بیباک اور صاف گو شخص سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ سب کچھ دکھاوے کے لیے کر رہے ہوں اور مسلکی رجحانات کو مخفی رکھا ہو اس شخص کا ظاہر باطن ایک تھا اور جو کچھ کرتے یقین کے ساتھ کرتے قرارداد لاہور کو نیشنلسٹ مسلمان اسلام دشمنی قرار دیتے تھے اس پر آپ نے 2 مارچ 1941ء کو وفاق مسلم طلبہ پنجاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں کوئی مولوی ہوں نہ مولانا اور نہ مجھے یہ دعویٰ ہے کہ میں اخلاقیات کا فاضل اجل ہوں لیکن مجھے اپنے عقائد کا تھوڑا بہت علم ضرور ہے اور میں اپنے عقیدے میں راسخ الاعتقاد ہوں خدا کے لیے یہ بتا دو کہ قرارداد لاہور کو اسلام دشمنی سے کیا تعلق ہے؟ کیوں آخر یہ اسلام کے منافی ہے"۔

مولانا حسرت موہانیؒ جو ایک کھرے صاف گو اور درویش انسان تھے قائداعظم

سے خصوصی تعلق رکھتے تھے وہ ایک واقعہ کے راوی ہیں جس سے قائداعظم کی دینی زندگی پر روشنی پڑتی ہے، مولانا حسرت موہانیؒ کہتے ہیں کہ انہیں قائداعظم سے کوئی ضروری کام تھا اس لیے وہ علی الصبح اس کے گھر جا پہنچے، چوکیدار نے کمرہ انتظار میں بٹھایا، تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے نکل کر قائداعظم کی تلاش میں ان کے کمرے تک جا پہنچے انہیں وہاں کسی شخص کے رونے کی آواز آئی مولانا کہتے ہیں کہ وہ رونے کہ آواز سن کر پریشان ہوئے اور پھر معلوم کرنے کے لیے کہ کون رو رہا ہے اگلے کمرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا کیا دیکھتے ہیں کہ قائداعظم سجدے میں ہیں اور گڑگڑا کر رو رہے ہیں، مولانا حسرت یہ منظر دیکھ کر دبے پاؤں واپس آگئے تنہائی میں اور سجدے میں آہ وزاری کرنا صرف اس شخص سے متوقع ہے جو حب الہیٰ اور سوز دروں سے فیض یاب ہو۔

ایسا لگتا ہے کہ قائداعظم کی زندگی میں دین کے فہم اور اس سے وابستگی کا ایک ارتقائی تجربہ ہے ایک بنیادی روحانی تربیت تھی جو بعد میں شعوری فہم عمل کی صورت میں تبدیل ہوئی لیکن یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ قائداعظم زندگی کے کسی مرحلے میں لادین نہیں تھے، مذہب کے محدود تصور سے وسیع تر ادراک کا تصور تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے کہ مذہب سے مکمل انحراف کے مرتکب ہوئے ہیں انہیں جب کوئی بات دلیل سے بتائی جاتی اسے قبول کرتے، اہل دین ہی کی توجہ دلانے سے انہوں نے لباس میں تبدیلی کی تھی جناح کیپ، شیروانی، اور شلوار قمیص اختیار کی جواب ہمارا قومی لباس ہے، یہ دلچسپ بات ہے کہ پاکستان کی مغربی زدہ قیادت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ان کی اسی تصویر کی زیادہ تشہیر کی جائے جس میں وہ مغربی لباس میں ملبوس ہیں، تاکہ مغربی لباس کے بارے میں سند حاصل ہو اور قومی سطح پر مقبول بنایا جا سکے، ہماری سیاسی اور انتظامی قیادت ثقافتی غلامی کا شکار ہے اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہے اس لیے اسے قومی تشخص پر فخر کرنے کی بجائے غلامی کی علامتوں کو اپنانے میں زیادہ خوشی محسوس ہوتی ہے۔

سیکولر شخصیت

قائداعظمؒ پر سب سے زیادہ ظلم ان لوگوں نے کیا ہے جو انہیں سیکولر (لادین) ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد جن لوگوں نے اس ملک کا نظم ونسق سنبھالا ان میں بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جو سیکولر ذہن کے مالک تھے، اقلیتی صوبوں سے آنے والی تعلیم یافتہ کلاس اور مقامی صوبوں کے بعض لوگ اس ملک کی مقتدر کلاس کہلائے، ان میں سے اکثریت اسلامی تربیت سے محروم اور مادی زاویہ نظر کی حامل تھی، پاکستانی علاقوں کے جاگیردارانہ مزاج کے افراد نے جلد ہی اس بیوروکریسی سے گٹھ جوڑ کرلیا اور یوں ایک اقلیتی گروہ وجود میں آیا جو پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف سرگرم ہوگیا، بائیں بازو کے دانشوروں کو خریدا گیا اور ان سے ڈھنڈورچی کا کام لیا گیا پاکستان کے اسلامی تشخص کو مجروح کرنے اور اسے ایک سیکولر مادی ریاست بنانے کیلیے دو نعرے ایجاد کے گئے ایک یہ کہ پاکستان میں تھیاکریسی نہیں چلے گی اور دوسرے قائداعظم ایک سیکولر رہنما تھے اور پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے اس گروہ نے اتنی گرد اڑائی کہ وہ ساری اخلاقی قدریں اور روحانی بنیادیں نظروں سے اوجھل ہوگئیں جن کا تحریک پاکستان کے دوران اعلان کیا گیا میڈیا کے ذریعے اس ہندوانہ فحش کلچر کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی جس سے بچنے کے لیے قائداعظم نے یہ الگ خطہ حاصل کیا تھا، ان کی تقریروں اور ان کے بیانات کو پڑھیں تو اس میں اسلام، اسلامی روایت قرآن حضور اکرم ﷺ کے حوالے اس طرح سجے ہیں جیسے نگینے۔ اسلام اور اسلامی روایات ان بیانات کی روح ہیں لیکن ظالم لوگ ہیں کہ انہیں لادین ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ خود اس مقام ومرتبہ کے لوگ نہیں ہیں کہ ان کی بات میں وزن محسوس ہو اور قائداعظم کی ذات چونکہ مستند حوالہ ہے اس لئے ان کی ذات کے پیچھے چھپ کر یہ حضرات اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

سیکولرازم

اسلام کے بارے میں قائداعظم کے بیانات واضح ہیں لیکن انہیں دیکھنے سے پہلے سیکولرازم کو جاننا ضروری ہے تاکہ قائداعظم کی بات مبرہن ہو، عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ سیکولرزم دراصل غیر جانبداری کا نام ہے اور سیکولر ریاست کا مطلب ایسی ریاست ہے جو مذہبی نہیں اور مذہب کے معاملے میں مداخلت بھی نہیں کرتی، حلانکہ پاکستانی ریاست مذہبی معاملات میں مداخلت کرتی ہے پابندیاں لگاتی ہے قانون بناتی ہے اور اپنی پسند کے مذہبی گرہوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، پاکستان کے اقلیتی فرقوں نے اس تصور کے سایہ میں بے پناہ فوائد حاصل کیے ہیں، سیکولرزم دراصل لادینی نظام سیاست و معاشرت ہے جو کسی قسم کی اخلاقی پابندی کو قبول نہیں کرتا، سیکولرزم کے حوالے سے سب سے زیادہ مستند بات ہارورڈ میں الٰہیات کے پروفیسر ہاروے کوکس (Harv Cox) نے کی ہے اس کے نزدیک سیکولرزم کے مقاصد میں تین بنیادی اہداف ہیں:

(1) اوّلین ہدف یہ ہے انسان کی سوچ اور اس کی زبان کو مذہب اور ماوراء الطبیعات کے کنٹرول سے آزاد کرتا ہے "مذہبی محاورہ اور عالم بالا کا حوالہ انسانی فکر کو محدود کرتا ہے اور اظہار کو خاص رخ عطا کرتا ہے، اس کے نتیجے میں انسانی زندگی کی آزادی محدود ہو جاتی ہے اور اقدام (Initative) معدوم ہو جاتا ہے عالم بالا کے حوالے سے انسان تقدیر خدا کے فیصلے اور معیشت الٰہی سے اطمینان حاصل کرتا ہے، جو اس کی جدوجہد کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔

(2) دوسرا ہدف یہ ہے کہ معاملات پر اپنی ذات اور کائنات کی مذہبی اور مذہب نما

تفہیم کی گرفت کو کم کیا جائے اور مابعد الطبعیاتی اساطیر اور مقدس علامات سے کنارہ کشی اختیار کی جائے گویا انسان کی زندگی میں مذہب اور مابعد الطبعیات کا حوالہ ختم ہو جائے، مغرب میں ہیومنزم اور دوسرے نظریات کی وجہ سے اصل اہمیت انسان کی ہے انسان ہی اس کائنات کا مرکز محور ہے باقی سب چیزیں اسی کے تعلق سے متعین ہوتی ہیں ایک دفعہ انسان مذہب، خدا اور اس پر نیچر ازم سے آزاد ہو جاتا ہے تو پھر اس کی سرگرمیوں اور اسکی قوتوں کے اظہار پر کوئی قدغن باقی نہیں رہتی، ان دو اہداف پر غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی کی ایک لادینی تعبیر ہے جس میں مذہبی شعائر اور علامات مذہبی اصطلاحات ومحاورات کی کوئی گنجائش نہیں، یوں زندگی کی تعبیر مادیت کی اساس پر ہو یا توانائی کی بنیاد پر دونوں صورتوں میں مسلمہ مذاہب اور ان کی تعبیر حیات کی کوئی جگہ نہیں۔

(3) تیسرا ہدف سیکولرائزیشن (secularisation) ہے یہ ایک پروگرام ہے جو انسانی معاشرے کو سیکولرازم کے اصولوں کے مطابق تبدیل کرتا ہے اور اس کی تشکیل نو کرتا ہے یہ پروگرام سیکولرازم کی فلاسفی کو عملاً نافذ کرنے کا پروگرام ہے، کوکس (cox) کے مطابق سیکولرائزیشن نہ صرف زندگی کے سیاسی ومعاشرتی دائروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے بلکہ ناگریز طور پر ثقافتی دائرے پر بھی اس کی گرفت ہے کیونکہ اس کا مقصد یکجہتی کی علامتوں کی مذہبی جبریت کا خاتمہ ہے اگرچہ (cox) سیکولرازم اور سیکولرائزیشن کو ثقافتی منہاج کہتے ہیں تاہم جب سیکولرائزیشن کی تعریف کی تو نتیجہ وہی نکلتا ہے، سیکولرایزیشن کے پروگرام اور اس کی جہتوں کے لازمی پہلو تین ہیں یہی مصنف لکھتا ہے۔

(4) سیکولرائزیشن کو مذہب کو ابتلا میں ڈالنے میں کوئی دلچسپی نہیں وہ صرف نظر انداز کر کے دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس نے مذہب کے کائناتی نظریہ کو اضافی بنا دیا ہے اور مذہب کو انفرادی privatize کر دیا ہے، سیکولرائزیشن نے مذہب کے ساتھ وہ کچھ کر دیا ہے جو آگ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہ کرسکیں۔

(1) فطرت کے سحر سے چھٹکارا(disenchantment of nature) انسان پر اس مخط کا ایک سحر طاری ہے اس کی عظمت اس کی وسعت و گہرائی اور اس کی قوت نے انسان کو ہمیشہ حیرت میں ڈالے رکھا ہے، خالق کائنات نے اسے انسان کے لے ساز گار بنایا ہے اور انسان کے لیے اسے مسخر کیا ہے تا کہ وہ ماحول کے ساتھ سازگاری پیدا کر کے اپنی زندگی کو آسودہ بنائے سیکولرازم کے فلسفہ کے تحت کائنات اور اس کی قوتوں کو مدمقابل سمجھا گیا اور اس کی تسخیر کا پروگرام بنایا گیا، اگرچہ تسخیر کے اس پروگرام میں انسان نے اپنی تباہی کا سامان مہیا کیا ہے اور اب مغربی مفکرین ماحولیات کے حوالے سازگاری کے نئے الفاظ اور نئی تعبیرات لے کر آئے ہیں گرین ہاؤس ایفیکٹ (green house effect) ایکوسسٹم (echo sysem) وغیرہ نئے رویوں کی علامتیں ہیں مغرب کے انسان نے اپنے غرور اور پندار میں تسخیر کائنات کا ہدف سامنے رکھا ہے نتائج آہستہ آہستہ سامنے آرہے ہیں اقبالؒ نے تو بہت پہلے الہامی بات کہہ دی تھی۔

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اس کی بے تاب بجلیوں سے خطرہ میں ہے اس کا آشیانہ

(2) سیاست کا عدم تقدس یا بے حرمتی، دوسرا پہلو(desecrilization of politics) سیاسی قوت وحاکمیت کا تقدس ختم کر دیا جائے، سیاسی معاملات میں خدائی یا روحانی سیاسی قوت وحاکمیت کا تقدس ختم کر دیا جائے سیاسی معاملات میں خدائی، روحانی یا اخلاقی حوالہ غیر موثر کر دیا جائے، اگر یہ خالص انسانی مادی، اور مفاداتی سرگرمی قرار پائے تو پھر اس دائرے میں ہر سرگرمی جائز ہو جائے گی اور سیاسی تبدیلی آسان ہو جائے گی اور پھر اس کے ذریعہ معاشرتی تبدیلی کو حاصل کرنا آسان ہو جائے گا، سیاست کو مذہب سے آزاد کرنے سے معاشرتی تبدیلی کے سارے اہداف حاصل کیے جاسکیں گے۔

(3) اقدار کا عدم تقدس ہے، تیسرا پہلو (Desecration of Values)
مذہبی سوچ اور مذہبی طرز عمل کا اخلاقی اقدار سے گہرا تعلق ہے اور اخلاقی اقدار کی دو خصوصیتیں ہیں ایک تو ان کا حوالہ مابعد الطبعی ہے اور دوسرا ان کی حیثیت مستقل ہے لہذا اسیکولرایزیشن کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اخلاقی اقدار کے تقدس کو ختم کر دیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مذہب اور مابعد الطبعی ماخذ سے ان کا رشتہ منقطع کر دیا جائے اور دوسرا انہیں تغیر پذیر قدریں قرار دیا جائے اور انسان کو اس کی ذات کے حوالے سے سوچنے کا موقع دیا جائے، ایک سیکولر انسان اس احسان سے زندگی گزارتا ہے کہ اخلاقی ضابطے اور قدریں وقت اور انسانی معاشروں کے لحاظ سے بدلتی ہیں ایک سیکولر انسان سیاست اور معیشت کو مذہب واخلاق سے غیر متعلق سمجھتا ہے، اخلاقی قدروں کو متغیر مانتا ہے حیات انسانی کے بارے میں خدا اور مذہب کے حوالے کو غیر متعلق سمجھتا ہے جس چیز کو وہ انسانیت اور انسان دوستی کہتا ہے اس کا تعلق مذہب، اخلاق، خدا اور کائنات کی روحانی تعبیر سے کسی طرح بھی نہیں ہوتا۔

تصورِ اسلام

سیکولر انسان کی یہ تصویر سامنے رکھیں اور قائداعظمؒ کے بیانات تقاریر اور عمل کو دیکھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ وہ سیکولر (لادین) تھے یا ایک مخلص مسلمان اسلام کے بارے میں قائداعظم کا جو رویہ ہے اسے مندرذیل بیان میں ملاحظہ کریں۔

''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا، دولت، شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی...... میں آپ کی داد اور شہادت کا طلب گار نہیں ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا، جناح تم نے مسلمانوں کی حمایت کا فرض بجالایا میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں علم اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

1941ء میں حیدآباد دکن کے طلباء نے مذہب ریاست اور مذہب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان

اورمحاورے کے مطابق یہ ایک لفظ ہے جس سے لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبت اور رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے، میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعوٰی ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے، اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کی ہر بات کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا معاشی، غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر تصور ناممکن ہے، بات کو مزید جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہے کہ اس میں اطاعت اور فرماں کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام واصول ہیں اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست معاشرتی میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں، اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔''

1938ء میں گیا بہار میں مسلم لیگ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جب ہم کہتے ہیں کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام ہے تو کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے مذہب کو سیاست میں متعارف کرایا ہے، وہ حقیقت

جس پر ہمیں فخر ہے کہ یہ صرف مذہب نہیں بلکہ یہ قانون، فلسفہ اور سیاست کو شامل ہے، فی الحقیقت یہ ان تمام معاملات کو شامل ہے جو ایک انسان کو صبح وشام مطلوب ہے، ہمارے اسلامی ضابطے کی بنیاد یہ ہے کہ ہمارا مقصود آزادی مساوات اور اخوت ہے۔"

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کانفرنس منعقدہ 1944ء میں فرمایا:

Our bed rock and sheet anchor is islam

"یہاں شیعہ سنی کا کوئی سوال نہیں، ہم ایک ہیں اور ہمیں ایک قوم رہنا چاہیے صرف اسی حالت میں ہم پاکستان کو قائم رکھنے کے قابل ہیں۔"

1943ء میں قائداعظمؒ نے سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

"تم نے مجھے پیغام دینے کے لیے کہا ہے، میں آپ کو کیا پیغام دوں؟ ہماری رہنمائی اور روشن خیالی کے لئے سب سے بڑا پیغام قرآن میں موجود ہے ہمیں صرف یہ کرنا ہے کہ ہم ان عظیم صفات اور نیکیاں اور توانائیاں معلوم کرنے کی کوشش کریں جو ہمیں حاصل تھیں۔"

13 نومبر 1949ء کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے عید الفطر کے موقع پر مسلمانوں کے نام پیغام میں قائداعظمؒ نے فرمایا:

"قرآن نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور نائب کہا ہے، اور انسان کی تعریف کو اگر کوئی امتیازی حیثیت حاصل ہے تو پھر وہ ہم پر قرآن کی اتباع کا فرق عائد کرتی ہے، اور دوسرے انسانوں کے ساتھ اس طرح پیش آنے کا تقاضا کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔

22 مارچ 1939ء کو فرمایا:

''میں ہر ایک مسلمان سے یہ کہتا ہوں کہ اسلام تم سب سے یہ توقع رکھتا ہے کہ تم اپنا فرض نبھاؤ اور ایک قوم کی حیثیت سے اپنے لوگوں کا ساتھ دو۔''

پھر فرمایا: ہر قسم کے سماجی احیاء اور سیاسی آزادی کا آخری انحصار کسی ایسی چیز پر ہونا چاہئے جو زندگی کے عمیق تر مفہوم کی حامل ہو، اگر مجھے کہنے کی اجازت دو تو میں کہوں گا کہ وہ چیز اسلامی سپرٹ ہے۔

1943ء میں اسلام کی نشاۃِ جدیدہ کے سلسلے میں فرمایا:

ہمارے پیچھے عظیم تاریخ اور ماضی ہے، آیئے ہم اپنے آپ کو اس کے شایان شان ثابت کریں اور اسلام کی صحیح نشاۃِ جدیدہ کو بروئے کار لائیں اور اسلام کی شان وشوکت کا احیاء کریں۔

6 دسمبر 1943ء میں اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے فرمایا:

'' یہ کتاب عظیم یعنی قرآن ہندوستان کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے، مجھے یقین ہے کہ جوں جوں آگے پڑھتے جائیں گے توں توں ہم میں وحدت پیدا ہوتی جائے گی، یعنی ایک خدا، ایک کتاب ایک پیغمبر اور ایک قوم۔''

اکتوبر 1941ء میں فرمایا:

'' اسلام امور زندگی کے سماجی پہلوؤں پر بہت زور دیتا ہے، ہر روز مسجد میں پانچ دفعہ علاقے کے امیر غریب اور خورد و کلاں جمع ہوتے ہیں...... یہ اجتماع انسانوں کی کامل مساوات کا مظہر ہوتا ہے، اسی طرح نماز کے ذریعے صحت مندانہ سماجی تعلق کی بنیاد پڑتی ہے، اور نماز ہی سے اسے استوار کیا جاتا ہے۔''

تحریک پاکستان کے دوران قائداعظمؒ کی تقریریں، بیانات، اور پیغامات کو پڑھ لیں ایک ایک لفظ سے اسلام کی محبت اور اس کی عظمت ٹپکتی ہے، 13 نومبر 1939ء

رمضان کی روحانی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رمضان کے روزوں اور نماز کا نظم وضبط خدا کے حضور لا زوال رقت قلب اور عاجزی پر منتج ہوگا لیکن یہ کمزور دل کی نرمی کے مترادف نہیں ہوگا، جو لوگ ایسا سوچیں گے وہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں کیونکہ تمام مذاہب کا تقاضا یہ ہے کہ منکسر المزاج لوگ طاقت ور ہوں گے، اسلام کے لیے تو یہ خاص مفہوم رکھتا ہے جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے اسلام کا حقیقی عمل ہے، ہمارے پیغمبر ﷺ نے عمل کے لیے ہمیں صرف ضروری قوت دینے کی خاطر ماہ رمضان کا نظم وضبط دیا تھا، عمل کا مفہوم انسانوں کی سوسائٹی کی تخلیق کرتا ہے، جب ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں عمل کی تعلیم دی تھی تو ان کے ذہن میں صرف کسی ایک انسان کی تنہا زندگی نہیں تھی۔"

قائداعظمؒ کو قرآن کی جیسی معرفت حاصل تھی اور اسلامی تعلیمات کا جیسا ادراک میسر تھا اس کا اظہار ان کی تقاریر اور بیانات سے ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کی ذات سے انہیں جو وابستگی تھی اس کا اندازہ ان کے پیغامات سے ہوسکتا ہے، جو انہوں نے جلسہ سیرت النبی ﷺ کے موقع پر دیئے ہیں، 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی رسول کریم ﷺ کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، آپ کی عزت وتکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام بڑی شخصیتیں آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں، میں ایک عاجز ترین انتہائی خاکسار بندہ ناچیز اتنی عظیم، عظمتوں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں؟ رسول اکرم ﷺ مصلح تھے، عظیم رہنما تھے،

عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاست دان تھے عظیم حکمران تھے۔"

سیکولرازم کا بنیادی تصور مذہب کو پرائیویٹائز privtize کرنا ہے اور اسے زندگی کے عمومی دائرے سے خارج کرنا ہے قائداعظمؒ کا مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ فرمائیں اور لا دین مقتدر اقلیت کی اڑائی ہوئی گرد کا تصور کریں 19 جنوری 1940ء میں فرماتے ہیں:

"مذہب اسلام انسانی مساوات کے تصور پر مبنی ہے...... برطانوی لوگ عیسائی ہونے کے لحاظ سے بعض اوقات اپنی ہی تاریخ کی جنگوں کو بھول جاتے ہیں اور وہ آج مذہب کو خدا اور انسان کے درمیان ایک پرائیوٹ اور ذاتی معاملہ خیال کرتے ہیں، ہندودھرم اور اسلام کے بارے میں ایسا خیال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ دونوں مذاہب واضح سماجی نظام ہیں جو انسان اور خدا کے مابین تعلق سے زیادہ انسان اور اس کے ہمسایوں کے تعلقات کو اہمیت دیتے ہیں، یہ دونوں مذاہب انسان کے قانون اور ثقافت ہی میں دخیل نہیں بلکہ یہ اس کی سماجی زندگی کے ہر شعبے کو اپنے ماتحت رکھتے ہیں، ایسے مذاہب بنیادی طور پر جامع ہونے کی حیثیت سے تشخص کے ادغام اور خیال کی وحدت کو خارج کردیتے ہیں جس پر مغربی جمہوریت کی اساس ہے۔"

قائداعظمؒ نہ صرف انفرادی زندگی میں ایک مخلص مسلمان تھے بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی اسلام کے کردار کا شعور رکھتے تھے، ممکن ہے ابتدائی زندگی میں وہ مذہب کے انفرادی پہلو پر یقین رکھتے ہوں لیکن ان کے جس دور کو مسلم قیادت کا دور کہا جاتا ہے، اس میں اسلام کے بارے میں ان کا ذہن بالکل واضح تھا، قائداعظمؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ میں جو رابطہ پیدا ہوا اس کے اثرات تحریری صورت میں موجود ہیں، قائداعظمؒ سے، مولانا تھانویؒ کے متوسلین کا جو وفد ملا تھا اس کی رُوداد میں بھی یہ تحریر ہے۔

> "قائداعظمؒ سے ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ اہل سیاست بڑے متقی پرہیز گار بن جائیں مگر یہ درخواست ضرور کریں گے کہ مسلم لیگ کے ذمہ دار ارکان نمازی ضرور بن جائیں

اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں، قائداعظمؒ نے کہا کہ اس پر جھگڑا ہوگا کہ امام دیوبندی ہو کہ سنی ہو بریلوی ہو یا شیعہ، ہم نے کہا کہ آپ اعلان کر دیں کہ ہم نماز باجماعت پڑھیں گے آپ جس کے پیچھے نماز پڑھیں گے سب اسی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اجلاس مسلم لیگ 2 بجے یہ اعلان کر کے ملتوی ہوگیا کہ نماز ظہر کے لئے اجلاس ملتوی ہوتا ہے، چنانچہ قاضی شہر امام بنے۔ قائداعظمؒ اور سب لوگوں نے جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی ان کی قتداء کی۔"

جو شخص اسلام کے سیاسی، معاشرتی اور عدالتی تصورات پر اظہار خیال کرتا ہے مسلمانوں کو عظیم روحانی ورثے کا احساس دلاتا ہے، حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عاجزانہ وابستگی کا اظہار کرتا ہے اور معاشی نظام کے حوالے سے مغرب کے اصولوں کی بجائے اسلام کے حیات بخش اصولوں کی طرف توجہ دلاتا ہے اسے سیکولر ثابت کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسا صرف بیمار ذہن کے لوگ ہی کر سکتے ہیں، قلب وذہن کی بیماری ہی نے بعض لوگوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ قائداعظم پر سیکولرازم کی تہمت لگائیں، قائداعظمؒ ایک بیدار مغز اور مدبر انسان تھے اس لئے ان کا اسلامی شعور بھی اعلیٰ درجے کا تھا، ظاہر پرستی اور ریا کاری سے دور اس انسان کی روح اسلام کے حیات آفریں پیغام سے سیراب تھی۔
(قائداعظمؒ اور مسلم تشخص ص210 تا 124 ڈاکٹر خالد علوی)

قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

حمید رضا صدیقی

اگر ہم آزاد ملکوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو ہمیں ایسے بہت سے رہنماؤں کا تذکرہ ملے گا جنہوں نے ناموافق اور نامساعد حالات میں ان کی قیادت کی اور انہیں آزادی کی نعمت سے ہمکنار کیا ایسی شخصیات کی فہرست میں قائداعظمؒ کا نام نامی سرفہرست نظر آتا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ہمارے رہنما اور قائد تھے، یہ شرف تو ہر ملک میں کسی نہ کسی شخص کو حاصل رہا ہے، اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم صاحب کردار شخص ہونے کیساتھ ساتھ یہ منفرد اعزاز بھی رکھتے ہیں کہ وہ جدید دور میں دنیا بھر میں مذہب کے نام پر قائم ہونے والی پہلی ریاست کے بانی تھے۔

قائداعظمؒ کو دنیا کی سب سے پہلی اور اپنے دور کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے بانی ہونے کا جو اعزاز حاصل ہوا اس میں ان کے بے داغ سیاسی کردار، بااصول سیاسی زندگی، مذہب اور نظریہ سے لگاؤ کو بڑی اہمیت حاصل ہے جب برصغیر کے مسلمان قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اپنے علیحدہ وطن کے قیام کیلیے جدوجہد کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں ایک ایسی ریاست کا تصور تھا جہاں اسلامی نظام اپنی پوری جلوہ سامانیوں کیساتھ رائج ہوگا، اسی وجہ سے تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کے طول وعرض میں اس نعرے کی گونج سنائی دیتی تھی۔

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

اس نعرے سے برصغیر کے مسلمانوں کے حقیقی جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا یہ محض ایک نعرہ ہی نہیں تھا بلکہ مستقبل کے پروگرام اور پالیسی کی طرف واضح اشارہ تھا، قیام پاکستان کی جدوجہد میں قائداعظمؒ کے ذہن میں واضح طور پر اسلامی نظام کا تصور موجود تھا ان کی تقاریر، بیانات اور ذاتی کردار وعمل سے دین اسلام سے ان کی دلچسپی اور ان کے نظریات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

قائداعظمؒ کی ذاتی زندگی دیکھیے وہ اول و آخر مسلمان تھے ایک مسلمان گھرانے میں ان کی پیدائش ہوئی نام محمد علی، سندھ مدرستہ الاسلام اور انجمن اسلام جیسے اسلامی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن گئے تو قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ''لنکنز ان'' کو صرف اس لئے منتخب کیا کہ اس کے صدر دروازے پر دنیا کی بڑی بڑی قانون ساز شخصیتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سرفہرست کندہ دیکھا اور جب بمبئی کی ایک مقتدر شخصیت سرڈنشا پینٹ کی اکلوتی بیٹی مس رتن بائی نے شادی کی پیشکش کی تو انہوں نے کہا کہ پہلے اسلام قبول کرو پھر شادی ہوگی اور پھر ایسا ہی ہوا اور اسلامی شریعت کے مطابق آپ کی شادی ہوئی، اس بیوی سے جو صاحبزادی پیدا ہوئی اس کی پرورش ماں کی وفات کی وجہ سے غیر اسلامی ماحول میں ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ رفتہ رفتہ اسلام سے دُور ہوتی گئی، آپ نے خود اسے سمجھایا اور پھر مولانا شوکت علیؒ کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ اسے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور جب سب کوشش ناکام ہوئیں تو آپ نے اپنی اس اکلوتی بیٹی سے یہ کہہ کر تعلقات منقطع کر لیے:

''کبھی میرے سامنے آنے کی جرأت نہ کرنا تیرا رشتہ اسلام کے ناطے سے تھا وہ ختم ہوگیا تو اب تیرا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں۔''

مسلمانوں کے اس عظیم قائد نے جب سیاست کی وادی پُر خار میں قدم رکھا تو مسلم مفادات کا تحفظ ان کی سیاست کی بنیاد قرار پایا، لیکن انہوں نے کبھی عالم دین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، وہ سیدھے سادے مگر کھرے راست باز مسلمان تھے، ان کا خود کہنا تھا:

''میں نہ مولوی ہوں نہ دینیات کا فاضل، پھر بھی میں اپنے مذہب

کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات ضرور رکھتا ہوں اور میں اپنے دین کا ایک عاجز پیرو ہوں لیکن اس حقیقت پر مجھے ناز ہے۔"

پاکستان کا قیام کیوں ضروری ہے اور اس کے قیام کے بعد وہاں کے نظام حکومت اور طریق کے بارے میں انہوں نے متعدد مواقع پر اظہار خیال کیا مختلف لوگوں مختلف اوقات میں ان سے ملاقاتیں کیں اور ان سے پاکستان کے نظام حکومت اور آئین کے بارے میں وضاحتیں لیں، یہ سب اب ہماری تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔

9 اپریل 1946ء کو دہلی میں مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے مسلم ارکان کے مشترکہ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا تھا:

"ہم ایسی مملکت کا قیام نہیں چاہتے جو تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر قائم ہو، مذہب ہمیں انتہائی محبوب ہے، مذہب کے مقابلے میں تمام دنیاوی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

قائداعظمؒ کا قیام پاکستان سے صرف 16 ماہ قبل یہ ارشاد اس امر کا تصور ضرور تھا لیکن ایسے وطن کا تصور تھا جو فرقہ وارانہ مذہبی تعصب پر قائم نہ ہو، وہ ایسی ریاست قائم کرنا نہیں چاہتے تھے جس میں اقتدار کسی مذہبی گروہ کو حاصل ہو، وہ کسی ایسی اسلامی جمہوری ریاست کا قیام چاہتے تھے جس میں حکومت تمام مسلمانوں کی مرضی سے منتخب ہو اور کام کرے ایک بار انہوں نے کہا تھا:

"جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آپ نے اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم آج سے تیرہ سو سال قبل جمہوریت کا عملی ثبوت دے چکے ہیں۔"

قائداعظم اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھے تھے جو زندگی اور نظام حکومت کے تمام شعبوں میں رہنمائی کر سکتا ہے، کراچی بار ایسوسی ایشن سے 1948ء میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

اسلام محض رسوم، روایات اور رحانی نظریات کا مجموعہ نہیں ہے، اسلام ہر مسلمان

کے لیے ضابطہ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی اپنے افعال واعمال حتیٰ کہ سیاست معاشیات اور دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم چاہتے تھے کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات محفوظ رہنی چاہیے کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ کس لئے کیا تھا 11 اکتوبر 1947ء کو حکومت پاکستان کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا:

> ''جس پاکستان کے قیام کے لیے ہم نے گزشتہ دس برس جدوجہد کی ہے آج بفضل تعالیٰ ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے مگر کسی قومی ریاست کو معرض وجود لانا مقصد بالذات نہیں ہوسکتا بلکہ مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح وہ سکیں جو ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے۔''

قائداعظم اسلام پر کس حد تک یقین رکھتے تھے اور اس بارے میں ان کے کیا، عزائم اور خواہشات تھیں اس کا اندازہ ان کی اس تقریر کے اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے، جو انہوں نے 22 اکتوبر 1939ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کی:

> ''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا دولت، شہرت، اور عیش وعشرت سے بہت لطف اٹھایا اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سر بلند دیکھوں میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو اطمینان اور یقین لے کر مروں، میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی، مسلمانوں کی آزادی تنظیم اور مدافعت میں اپنا حق ادا کر دیا، میں آپ سے اس کی زوردار شہادت کا طلب گار نہیں ہوں، اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا

اپنا دل میرا ایمان میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا جناح! تم مسلمانوں کی تنظیم اتحاد ار حمایت کا فرض بجالائے میرا خدا کہے کہ بے شک تم مسلمانوں میں پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں عالم اسلام کا سر بلند کرتے ہوئے مسلمان مرے۔''

شاہدوں کا بیان ہے کہ قائداعظمؒ کے منہ سے یہ رقت آمیز الفاظ سن کر حاضرین زار قطار رو رہے تھے۔

اسی طرح 17 اپریل 1948ء کو پشاور میں قبائلی جرگے سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا: میں نے جو کچھ بھی کیا اسلام کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت میں کیا میں نے تو صرف اپنا فرض ادا کیا ہے اور اپنی قوم کی ہر ممکن مدد کی ہے ہمیشہ عظیم، طاقتور اور شاندار مملکت بنانے کے لیے اتحاد کی اب بہت زیادہ ضرورت ہے میری خواہش ہے کہ آپ مسلمان ایک خدا ایک کتاب یعنی قرآن مجید ایک پیغمبر پر یقین رکھتے ہیں اس لئے ہمیں بطور ایک قوم اور ملت متحد ہو جانا چاہیئے یہ ہماری اسلامی مملکت ہے اور اسلامی حکومت ہے اب یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہم سب اس مملکت کو ہر طریقے سے مستحکم اور خوشحال بنائیں، خاص طور سے غریبوں اور ضرورتمندوں کیلیے۔

قائداعظم اسلامی اقدار سے محبت رکھتے تھے، اس کی مثال اس واقعہ سے ملتی ہے، جو ممتاز حسن احسن مرحوم نے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

قائداعظم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ جمعہ کی نماز لندن کی کسی مسجد میں ادا کریں، انہوں نے گرمجوشی سے یہ تجویز منظور فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ:

''میں اس مسجد میں جانا پسند کروں گا جہاں عام مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ ہم ایسٹ اینڈ کی ایک مسجد جو غریب مسلمانوں کی آبادکی ہوئی تھی منتخب کی، قائداعظم پہنچے تو خطبہ ہو رہا تھا، کچھ لوگ کھڑے ہو گئے

اور اگلی صفوں میں ان کے لیے جگہ خالی کر دی گئی مگر انہوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں دیر سے آیا ہوں اس لیے جہاں مجھے جگہ ملی وہی میرے لیے مناسب ہے۔"

قائداعظمؒ خود عظیم شخصیت تھے لیکن شخصیت پرستی سے نفرت کرتے تھے اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے 24 دسمبر 1945ء کا واقعہ ہے کہ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے چند کارکن قائداعظم کی رہائش گاہ پر انہیں ایک جلسے میں شرکت کی دعوت دینے گئے ان میں سے ایک شخص نے مصافحہ کرتے ہوئے جوش عقیدت میں ان کے ہاتھ کو چوم لیا قائداعظم نے اس پر فرمایا:

"لوگوں کو چاہئے وہ مجھے معمولی آدمی تصور کریں پیرومرشد نہ سمجھ لیں، اس طرح لوگوں میں غلط اور تباہ کن طریقوں پر سر جھکانے کی عادت پڑ جاتی ہے جسے عرف عام میں شخصیت پرستی کہتے ہیں اور یہ مرض نقصان دہ ہے اور اسلام میں ناروا اور ناجائز ہے۔"

قائداعظمؒ پاکستان کے لیے کس قسم کا نظام حکومت چاہتے تھے، اس کا اندازہ ان کے ان خیالات سے ہوسکتا ہے، 13 جنوری 1948ء کو قائداعظم نے اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں کو آزما سکیں۔"

پاکستان کے آئین کے بارے میں قائداعظم کے ذہن میں خاکہ موجود تھا جو اسلام کے عین مطابق تھا، انہوں نے فروری 1948ء میں امریکی عوام کے نام اپنے ایک نشریاتی پیغام میں کہا تھا۔

پاکستان کا دستور ابھی بننا باقی ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی، مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل اور ہیئت کیا ہوگی لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ

جمہوری نوعیت کا ہوگا اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا، ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔

کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے ایک موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ: بہت جلد دستور پاکستان اصول اسلام کے موافق مرتب ہو جائے گا میرا خیال ہیکہ پاکستان میں ایک شیخ الاسلام ہوگا جو حکومت پاکستان کو کنٹرول کرتا رہے گا کوئی قانون خلاف اسلام پاس نہ ہو جائے۔

مارچ 1943ء میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

> ''ایک دفعہ قوت ہمارے ہاتھ آجائے تو ہم سب بھائیوں کی طرح ایک منبر کے گرد بیٹھ کر سوچیں گے کہ بہ حیثیت حالات اور رنگ ڈھنگ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں ہمارے لیے کونسا نظام حکومت بہتر رہے گا ہم مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مملکت چاہتے ہیں جس میں وہ اپنی مرضی کی حکومت چلاسکیں اور اپنے معاملات کو دینی مذہبی روایات اور اسلام کے بنیادی اصولوں، بھائی چارہ، مساوات اور اخوت کی روشنی میں طے کرسکیں۔''

مارچ 1943ء میں مولوی محمد منور الدین نے قائداعظم سے ملاقات کی اور نظام حکومت پر ان سے بحث کی اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب پاکستان معرض وجود میں آجائیگا تو قائداعظم شرعی قانون نافذ کریں گے اور ملک قرآن وسنت پر منحصر اسلامی ضابطوں کے مطابق چلایا جائے گا۔

قائداعظم محض نظام حکومت ہی شریعت کے مطابق قائم کرنے کے خواہشمند نہ تھے بلکہ معیشت کو بھی اسلامی اصولوں پر ڈھالنا چاہتے تھے، یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر اپنی تقریر میں انہوں نے کہا تھا:

"میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی مجلس تحقیق بنکاری کے ایسے طریقے کیوں کر وضع اور اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں کیونکہ مغربی معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔"

اسی تقریر میں وہ آگے چل کر کہتے ہیں:

"ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیں گے۔"

قائداعظم کی ذاتی زندگی ان کے نظریات اور بیانات کی روشنی میں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ وہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے، ان کی زندگی وفا کرتی تو وہ شریعت کا نفاذ خود کر جاتے، پاکستان کا قیام اسلام کے آفاق نظریئے کے تحت ہوا، اس کی بقاء، تحفظ، اور ترقی کا انحصار اسی نظریے کی ترویج پر ہے، قائداعظم بلاشبہ مسلمانوں کے قائداعظم تھے انہوں نے جو کچھ کیا مسلمانوں اور اسلام کی خاطر کیا حقیقتاً وہ ایک مردمومن تھے ہم ان کے نظریات کے مطابق پاکستان کی تعمیر کر کے اپنی عقیدت اور پاکستان سے اپنی محبت کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

(قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟ 90 تا 97 از حمید رضا صدیقی)

اسلامی آئین اور جمہوری اسلامی معاشرے کی تاسیس

کرم حیدری

قرآن حکیم کی عظمت اور اسلامی تعلیمات کا احترام جتنا قائداعظم کے دل میں تھا اتنا عصر جدید کے کسی سیاست دان کے دل میں شاید ہی ہوا ہو اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات سے انہیں گہری محبت اور عقیدت تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور متابعت ہی کو دنیا اور عقبیٰ میں سرخروئی کا وسیلہ مانتے تھے، سپیچز اینڈ رائٹنگز آف مسٹر جناح کے مولف مسٹر جمیل الدین احمد دیباچہ میں لکھتے ہیں:

> ''بہت لوگوں کے ذہنوں میں یہ مغالطہ ہے کہ مسٹر جناح کا دین کی روح سے رابطہ نہ تھا یہ سچ ہے کہ انہوں نے اپنے گرد مذہبی تقدس کا ہالہ نہیں بنایا ہوا تھا، یہ سچ ہے کہ عوام کے مذہبی جذبات اور تعصّبات کا استحصال نہیں کرتے تھے وہ مذہبی رسومات کی نمائش نہ کرتے تھے اور مذہبی یا منطقی موشگافیوں کا تانا بانا بھی نہیں بناتے تھے لیکن وہ دین کی روح سے نہ صرف باخبر بلکہ پوری طرح سرشار تھے۔''

عبادات کی حقیقی روح کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے 13 نومبر 1939ء کو عید پیغام میں فرمایا:

> ''ہر روز پانچ مرتبہ ہمیں اپنے محلے کی مسجد میں جمع ہونا پڑتا ہے پھر ہر ہفتے کے دوران جمعہ کے دن ہمیں جامع مسجد میں یک جا ہونا

پڑتا ہے، پھر سال میں دو بار ہمیں عیدین کی نماز کے لیے سب سے بڑی مسجد یا شہر سے باہر میدان میں اکٹھا ہونا پڑتا ہے اور ان سب کے بعد حج ہے جس کے لیے دنیا بھر کے مسلمان ہر ایک ملک سے سفر کر کے زندگی میں کم از کم ایک بار پہنچتے ہیں، آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہماری نمازوں کی ترتیب نہ صرف ہمیں دوسرے مسلمانوں کیساتھ مربوط رکھتی ہے بلکہ اسطرح ہمیں دوسری اقوام کے لوگوں کیساتھ بھی ملنا جلنا پڑتا ہے۔''

رمضان کے مہینے کی عظمت اور فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رمضان کا مہینہ روزہ داری، عبادت اور اللہ سے اپنا تعلق استوار کرنے کا مہینہ ہے، یہی مہینہ تھا جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا بنیادی طور پر تو یہ ایک روحانی ضابطہ ہے جو مسلمانوں پر نافذ کیا گیا ہے لیکن اس فرض کی بجا آوری میں اخلاقی ضبط و نظم کے بارے میں اس کی قدر و قیمت بھی نمایاں ہوتی ہے اور اس معاملے میں جو معاشرتی اور طبعی فوائد حاصل ہوئے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہوتے۔

اسلامی اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلامی اصولوں کا کوئی جواب نہیں آج تک یہ اصول زندگی میں اسی طرح قابل قبول ہیں، جیسے کہ تیرہ سو سال پہلے تھے۔''

اسی طرح ایک اور مقام م پر فرمایا:

''کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام محض چند عقیدوں، رواجوں اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں، اسلام ہر مسلمان کیلئے ایک ضابطہ بھی ہے جو اس کی زندگی کردار اور معیشت تک کے معاملات میں

ایک نظم وضبط عطا کرتا ہے۔"

اسلامی مساوات کے بارے میں ان کے خیالات دین کی رُوح کے عین مطابق ہیں، مثلاً ایک مقام پر ان کا ارشاد ہے:

اسلام ذات پات کی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتا اور رسول کریم ﷺ نے ذاتوں کی تقسیم اور اونچ نیچ کو ہموار کیا تھا اور ملک عرب میں عربوں کے اندر ایک ملی وحدت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے ہماری بنیاد اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام ہے، یہاں شیعہ سنی کا سوال نہیں ہم ایک ہیں اور ہمیں ایک واحد ملت کی حیثیت سے آگے بڑھنا چاہیئے تبھی ہم پاکستان حاصل کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

اسلام کے ساتھ والہانہ محبت کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیجئے:

"اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے اگر کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے کیونکہ اسلام کا مطلب عین انصاف ہے۔"

عام طور پر قائداعظم کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جاتا تھا (بلکہ ان کے تنگ نظر حاسدین اب تک کئے جارہے ہیں) کہ وہ قرآنی تعلیمات سے ناواقف تھے مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس تھی، انہوں نے تقاریر میں بار بار اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات سے اچھی طرح واقف ہیں اس حقیقت کی وضاحت درج ذیل چند اقتباسات سے ہوجاتی ہے:

"بعض لوگ نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام کیا ہے، یہ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اسلام سے ناواقف ہوں میں، میں نے قرآن کریم کو بار بار غور سے پڑھا ہے اور جب میں نے یہ کہا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہوگا تو یہ محض بڑ نہیں تھی۔"

2 مارچ 1941ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"خواتین وحضرات! میں کوئی فاضل مولنا یا مولوی نہیں ہوں، نہ ہی

مجھے اس بات کا دعویٰ ہیکہ میں دینی علوم کا ماہر ہوں، لیکن میں اپنے دین کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور جانتا ہوں اور دین کا ایک ادنیٰ لیکن پرافتخار خادم ہوں۔"

اسی طرح کے خیالات کا اظہار انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن میں 1941ء میں خطبہ دیتے ہوئے کیا تھا وہ فرماتے ہیں:

"میں نہ کوئی مولوی نہ ملا، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے، اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی اور معاشرتی پہلو غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات سے باہر ہو:

اس اجلاس میں انہوں نے اسلامی حکومت کا تصور بھی پیش کیا تھا:

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں عملاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارے کی قرآن کریم کے احکام ہی سیاست ومعاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔

4 اپریل 1943ء کو فرانیٹر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو پیغام دیتے ہوئے آپ نے کہا:

"آپ نے مجھے پیغام بھیجنے کیلئے کہا ہے میں آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں، ہمارے پاس رہنمائی اور ذہنی روشنی حاصل کرنے کے لیے قرآن کی صورت میں عظیم ترین پیغام موجود ہیں۔"

1945ء کو عید کے موقع پر مسلمانانِ برصغیر کو پیغام دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

> ''جہلا کے سوا ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کا عمومی ضابطہ حیات ہے دینی، معاشرتی، سول، تجارتی، عسکری، عدلیہ، فوجداری معاملات تک نجات روح سے لیکر صحت تک اخلاقیات سے لے کر جرائم تک دینوی سزا سے لے کر عاقبت کی سزا تک لوگوں کے اجتماعی سے لے انفرادی حقوق تک تمام معاملات پر حاوی ہے۔''

11 جولائی 1946ء کو حیدآباد دکن کے ایک جلسہ عام سے تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

> ''اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی راہبر بنا کر ثبات و استقامت پر کاربند رہیں، اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کرسکتا۔''

پاکستان کے قیام کے بعد جب بھارتی درندں نے نہ صرف بھارت بالخصوص مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر زندگی حرام کردی اور کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرلیا بلکہ خود پاکستان کے لیے ایسے دشوار مسائل پیدا کر دیئے کہ اس کی بقا مخدوش نظر آنے لگی تو قائداعظم نے مسلمانوں کو یہی مشورہ دیا کہ وہ دین کو اپنی ڈھال بنا کر دشمنان پاکستان کا مقابلہ کریں اور پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بنائیں چنانچہ 30 اکتوبر 1947ء کو یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور میں ایک بہت بڑے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

> ''آپ کو اپنے اندر مجاہدین کی روح پیدا کرنی چاہیے، آپ ایک ایسی قوم ہیں جس کی تاریخ حوصلہ باکردار اور بہادر لوگوں سے بھری پڑی ہے، اپنی روایات کے مطابق زندگی بسر کیجئے اور ان میں شان

وشوکت کے ایک اور باب کا اضافہ کیجئے۔''

''اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ اپنی ہمت بلند رکھیں، موت سے خوف زدہ نہ ہوں ہمارا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے، کہ ہم موت کے لئے ہمیشہ تیار ہیں مسلمان کے لئے اس سے بہتر ذریعہ نجات کوئی نہیں ہے کہ ایک اچھے مقصد کے لئے شہید ہو جائے۔''

اسی تقریر میں انہوں نے یہ بھی کہا:

''ایک بار پھر کہتا ہوں کہ اگر ہم قرآن حکیم سے پیام عمل اور رہنمائی حاصل کریں تو آخری فتح ہماری ہوگی۔''

14 فروری 1948ء کو سبی کے سالانہ دربار میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''میرا عقیدہ ہے کہ ہماری نجات اخلاق کے ان سنہری ضوابط میں مضمر ہے جو ہمارے عظیم قانون عطا کرنے والے رسولؐ نے وضع کئے ہیں آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد سے سچے اسلامی نظریات اور اصولوں پر رکھیں ہمارے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ ملکی معاملات میں ہمارے فیصلے بحث ونظر اور باہمی مشوروں کی روشنی میں ہونے چاہئیں۔''

مسلمانوں کی قومی یک جہتی کی بنیاد بھی ان کا دین ہے، قائداعظم نے جب بھی اسلامی اتحاد اور اخوت کا بیان کیا ہے تو دین ہی کو اس کی اساس ٹھہرایا ہے، مشرقی پاکستان میں پنی تقریروں کے دوران انہوں نے ایک مقام پر فرمایا تھا:

''جو ہم چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچ، پٹھان وغیرہ کی بات نہ کریں، یقیناً یہ وحدتیں ہیں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اس سبق کو بھلا دیا ہے جو ہمیں تیرہ سو سال پہلے پڑھایا گیا تھا۔''

اسی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

''پس اگر آپ اپنے آپ کو ایک قوم بنانا چاہتے ہیں تو خدا کے لئے اس صوبہ پرستی کو چھوڑ دیں صوبہ پرستی ایک لعنت رہی ہے اور اسی طرح فرقہ پرستی بھی شیعہ، سنی وغیرہ۔''

اسلامی اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ان برکات کا بار بار ذکر کیا جو ان اصولوں کو اپنانے والوں کو حاصل ہوتی ہیں، 28 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ ریڈیو سے تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ:

''پاکستان مسلم قوم کی وحدت کی مرئی صورت ہے اور سے اسی طرح رہنا چاہیئے بطور مسلمان ہمیں اس وحدت کا نہایت رشک بھرے انداز میں تحفظ کرنا چاہیئے اگر ہم نیاپنے آپ کو اولاً بنگالی، پنجابی، سندھی وغیرہ سمجھنا شروع کیا اور محض اتفاقی طور پر مسلمان اور پاکستان سمجھنے لگے تو پھر پاکستان کا انتشار یقینی ہوگا۔''

اسلامی اصولوں اور مسلم ثقافت کے بارے میں ان کے خیالات بالکل واضح تھے:

''اخوت مساوات اور انسانی برادری یہ سب ہمارے مذہب تہذیب اور ہماری ثقافت کے بنیادی نکات ہیں اور ہم نے پاکستان کے لئے جدوجہد اسی لئے کی کیونکہ اس برصغیر میں ان انسانی حقوق سے روگردانی کا خدشہ تھا۔''

گزشتہ دوتین صدیوں کے دوران مسلمانوں میں احساس کمتری اتنا بڑھ گیا تھا اور خاص طور پر اس برصغیر کے مسلمان یورپی اقوام سے اتنے مرغوب ہوگئے تھے کہ وہ جب کبھی اسلام کا ذکر کرتے تھے تو ان کا انداز معذرت خواہانہ سا ہوجاتا تھا، مگر قائداعظم ان باضمیر لوگوں میں سے تھے جنہیں مسلمان ہونے پر فخر تھا، اور وہ اس فخر کا اظہار اعلانیہ کرتے تھے یہ اظہار بحیثیت ایک سیاسی لیڈر کے تو تھا ہی، قیام پاکستان کے بعد جب انہوں نے اس ملک کی زمام حکومت سنبھالی تو ان کی طرف سے سرکاری پالیسی کے طور پر بھی اس چیز کا

پیہم اظہار ہوتا رہا مثلاً امریکہ کے عوام کے نام ایک ریکارڈ کرائے ہوئے نشریئے میں آپ نے فرمایا:

> ''پاکستان کا آئین ابھی آئین ساز اسمبلی کے ہاتھوں تیار ہونا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اس آئین کی آخری شکل وصورت کیا ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری انداز ہوگا جس کے اندر اسلام کے ہر اصول ہوں گے ان اصولوں کا آج بھی عمل زندگی پر ویسا ہی اطلاق ہوسکتا ہے جیسا کہ تیرہ سو سال پہلے تھا اسلام اور اس کی مثالیت نے ہمیں جمہوریت سکھائی ہے، اس نے ہمیں انسانوں کی برابری، انصاف اور ہر شخص کے ساتھ حسن وسلوک کا سبق سکھایا ہے، ہم ان شاندار روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے واضعین کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پوری طرح آگاہ ہیں۔''

(قائداعظم محمد علی جناح شخصیت وکردار ص 66 تا 74 کرم حیدری)

ا۔قائداعظم اور مولانا اشرف علی تھانویؒ

ڈاکٹر صفدر محمود

ایک کالم نگار نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ "روایت ہے مولانا اشرف علی تھانوی کا بھیجا ہوا علماء کا وفد قائداعظم کی خدمت میں پہنچا اور ملاقات میں دونکات پر زور دیا ۔اول سیاست او رمذہب اور دوم جھجکتے ہوئے کہا کہ اگر چہ ذاتی بات ہے مگر انہیں نماز پڑھنی چاہیے ۔" پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ محض روایت نہیں بلکہ مستند واقعہ ہے اور تاریخ کا حصہ ہے ۔میں نے 2011ء میں محترم ارشاد احمد مرحوم صاحب سے قلمی بحث میں اس کا حوالہ دیا تھا اور پھر افتخار احمد کے ساتھ یوم قائداعظم کے حوالے سے ٹی وی کے پرروگرام ''جوابدہ'' میں بھی عرض کیا تھا کہ قائداعظم کی مذہبی تربیت مولانا اشرف علی تھانوی کی ہدایت پر ان کے ساتھیوں اور خواہر زادوں نے کی تھی جن کی قائداعظم سے طویل ملاقاتیں ہوتی رہیں ۔ان ملاقاتوں کا نتیجہ تھا کہ انگلستان سے واپسی کے بعد قائداعظمؒ کی تقریروں پر واضح مذہبی رنگ نظر آتا رہا ان کی تقریروں میں جابجا اسلام کے حوالے ملتے ہیں خدا کے سامنے جوابدہی کا خوف طاری ہوتا دکھائی دیتا ہے قائداعظمؒ کی تقاریر کو بغور پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ 1934ء کے بعد ان کے نظریات میں ایک واضح تبدیلی نظر آتی ہے مذہب کی جانب جھکاؤ محسوس ہوتا ہے اور ان کے تصورات قومیت اور سیاست میں بنیادی اور ارتقاء دکھائی دیتا ہے ۔ظاہر ہے کہ قائداعظم کوئی مذہبی شخصیت نہیں تھے اور نہ ہی علامہ اقبالؒ کی مانند ان کی تربیت ہوئی تھی، وہ ایک کھرے اور سچے مسلمان تھے اور اسلام کی تعلیمات پر یقین رکھتے تھے ۔انہوں نے اپنے طور پر اسلامی نظام، سیرت نبویؐ

اور قرآن حکیم کا گہرا مطالعہ کیا تھا جس کے حوالے ان کی تقاریر میں جا بجا ملتے ہیں ۔وہ قرآن حکیم پر غور وفکر کرتے تھے اور اس کی گواہی نہ صرف منیر احمد کی کتاب "دی گریٹ لیڈر" کے عینی شاہدین دیتے ہیں بلکہ جنرل محمد اکبر کی کتاب "میری آخری منزل" سے بھی ملتی ہے۔گنتی کے مطابق قائداعظمؒ نے قیام پاکستان سے قبل 101 دفعہ اور قیام پاکستان کے بعد 4 دفعہ اس عزم کا اعادہ کیا کہ پاکستان کے آئینی ڈھانچے اور نظام کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی جائے گی اور انہوں نے یہ بات تو کئی بار کہی کہ ''قرآن مجید'' ہمارا رہنما ہے حتیٰ کہ اسٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریر میں بھی اسلامی اصولوں کی بنیاد پر اقتصادی نظام تشکیل دینے کی آرزو کا اظہار کیا مجموعی طور پر قائداعظم پاکستان کو اسلامی جمہوری اور فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے مذہبی ریاست ہرگز نہیں کیونکہ اسلام میں تھیوکریسی کا کوئی تصور موجود نہیں افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ ہمارے سیکولر دانشوروں نے قائداعظمؒ کی تقاریر کو پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی ان کی روح کو سمجھا ہے، وہ فقط چند ایک تقاریر پڑھ کر اپنا مطلب نکال لیتے ہیں اور اس پہلو پر غور کرنے کی زحمت نہیں فرماتے کہ وقت گزرنے کیساتھ کب اور کیسے قائداعظمؒ کے نظریات میں تبدیلی آتی گئی، اور انہوں نے مسلمانوں کے حوالے سے "اقلیت" سے "قومیت" تک کا سفر کیسے طے کیا۔اقبال کا فکری ارتقاء بھی اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے ۔اسلام مخالف اور دین بیزار حضرات قائداعظم کو سیکولر ثابت کرتے رہتے ہیں ۔اور ان کے علم کا حال یہ ہے کہ وہ اکثر دعویٰ کرتے پائے جاتے ہیں کہ قائداعظم نے کبھی پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا اعلان نہیں کیا، یہ سطحیت کی حد ہے کیونکہ قائداعظم نے فروری 1948ء میں امریکی عوام کے نام براڈ کاسٹ میں پاکستان کو "پریمیئر اسلامک اسٹیٹ "قرار دیا تھا (بحوالہ قائداعظم کی تقاریر جلد چہارم ص 1064 ،تدوین خورشید یوسفی) البتہ سیکولر کا لفظ کبھی ان کی زبان سے نہیں نکلا قائداعظمؒ کے نظریات اور وہ پاکستان کو کیسی ریاست بنانا چاہتے تھے، یہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں لیکن دین بیزار حضرات اس حوالے سے جب قائداعظمؒ کو مولوی محمد علی جناح کہتے اور مجھ پر پھبتی کستے ہیں تو میں محظوظ ہوتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں کہ اللہ انہیں قائداعظم کی تقاریر پڑھنے کی توفیق

دے، رہا آج کا پاکستان تو وہ نہ اسلامی ہے نہ جمہوری ہے اور نہ ہی فلاحی ہے بلکہ آمریت اور جمہوریت کا ملغوبہ ہے جہاں اقتدار اور سیاست پر دولت کی اجارہ داری ہے نیم خواندہ نظریاتی منافق اور ہوس زدہ طبقے چھائے ہوئے ہیں اور عوام کے نام کے لئے بنائے گئے پاکستان میں عوام پس رہی ہے۔

بات چلی تھی مولانا اشرف علی تھانوی اور قائداعظم کی مذہبی تربیت کے حوالے سے اور قدرے دور نکل گئی۔ اس ضمن میں منشی عبدالرحمٰن خان مرحوم کی کتاب "تعمیر پاکستان اور علماء ربانی میں" تفصیل سے موجود ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ منشی عبدالرحمٰن مرحوم نے بڑی محنت اور تحقیق سے مواد جمع کیا ہے، اور قائداعظم کے حوالے سے ان گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جن کا ذکر نہ ہماری تحریک پاکستان پر لکھی گئی کتابوں میں ملتا ہے اور نہ ہی مغربی سکالرز قائداعظم کی سوانح لکھتے ہوئے انہیں قابل توجہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ انہیں ''سوٹ'' (suit) نہیں کرتا آج کا نوجوان تو یہ بھی نہیں جانتا کہ مولانا اشرف علی تھانوی بہت بڑے سکالر، تفسیر قرآن اور سیرت نبویؐ کے عظیم مصنف اور بڑی روحانی شخصیت تھے ایسی شخصیت کا مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں متفکر رہنا قابل فہم ہے، مولانا شبیر علی تھانوی کی "روئیداد تبلیغ" کا حوالہ دیتے ہوئے منشی عبدالرحمٰن مرحوم نے لکھا ہے "حضرت حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی دوپہر کا کھانا نوش فرما کر قیلولہ کے لیے خانقاہ میں تشریف لائے اور مجھے آواز دی، حاضر ہوا تو حضرت متفکر تشریف فرما تھے (یہ مئی 1938ء کا واقعہ ہے) اس زمانہ تک قرارداد پاکستان منظور نہیں ہوئی تھی مگر کانگریس اور ہندوؤں کی ذہنیت بے نقاب ہو چکی تھی حضرت نے دو تین منٹ کے بعد سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا: ''میاں شبیر علی ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور بھائی جو سلطنت ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق اور فاجر کہتے ہیں مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہٰذا ہمیں کوشش کرنا چاہئے، کہ یہی لوگ دین دار بن جائیں اور بھائی آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولویوں کو مل بھی جاوے تو شاید مولوی چلا بھی نہ سکے۔۔۔ ہم کو تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دیندار لوگوں کے ہاتھ میں ہو

اور میں نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقے میں عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقے یعنی خواص سے اس پر ارشاد فرمایا کہ اوپر کے طبقے سے کیونکہ وقت کم ہے خواص کی تعداد کم ہے اگر خواص دیانتدار بن گئے تو انشاء اللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

اس پس منظر اور اس جذبے کے تحت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک وفد ترتیب دیا نواب محمد اسماعیل کے ذریعہ قائداعظم سے ملاقات کا انتظام کیا جس کا احوال گذشتہ صفحات میں بارہا گزر چکا ہے۔ فی الحال اتنا ذہن میں رکھیں کہ نواب محمد اسماعیل مسلم لیگ کے سرکردہ لیڈر تھے اور دسمبر 1947ء میں جب مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ہندوستان کے لیے انڈیا مسلم لیگ بنی تو نواب اسماعیل اس کے پہلے صدر تھے۔

۲۔قائداعظم اور مولانا اشرف علی تھانوی

علامہ اقبالؒ نے اپنے انگریزی خطبات Reconstruction میں لکھا ہے کہ زندگی دراصل اموات کے سلسلے کا نام ہے، انسانی شخصیت کا ایک حصہ ختم ہوتا ہے تو اس کی راکھ پر دوسری شخصیت جنم لیتی ہے۔انسان جو کل تھا وہ آج نہیں ہے، اس کی ماضی کی شخصیت مر چکی اور اس پر نئی شخصیت جنم لے چکی۔اسے اقبال سلسلہ وار اموات (Series Deaths of) کا نام دیتے ہیں۔قائداعظمؒ سیاسی زندگی کے آغاز میں سرسید احمد خان اور علامہ اقبال کی مانند متحدہ قومیت کی بات کرتے تھے لیکن سرسید اور اقبال کی مانند غور وفکر اور تجربات کی گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں، دو الگ الگ تہذیبیں، الگ کلچر، الگ تاریخ اور منفرد علامات اور ان کے تشخص باہم متصادم ہیں۔وہ الگ الگ قومیں کیوں ہیں کیونکہ ان کے مذاہب الگ الگ ہیں۔چنانچہ اسی بنیاد پر انہوں نے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔وہ خلوص نیت سے سمجھتے تھے کہ اسی علیحدگی میں مسلمانوں کی بقا کا راز مضمر ہے۔کسی صحافی نے ایک بار قائداعظم سے پوچھا کہ آپ تو متحدہ قومیت یقین رکھتے تھے اور اب آپ کیوں دونوں کو الگ قومیں قرار دیتے ہیں؟

جواب تھا کہ کبھی میں ہائی سکول میں بھی پڑھتا تھا۔مطلب یہ کہ علامہ اقبال کے الفاظ میں وہ شخصیت مر چکی اور ماضی تاریخ کا حصہ بن چکا۔بیان ہے کسی دور میں قائداعظمؒ مذہب کو سیاست سے الگ سمجھتے تھے اور جب گاندھی نے مذہب کو سیاست میں ملوث کیا تو قائداعظمؒ نے بغاوت کردی اور کانگریس کے ناگپور جلسہ میں ناخوشگوار واقعہ ہوا۔وہی قائد

اعظمؒ جب تجربات، مشاہدات اور غور وفکر کی بھٹی میں پگھل کر کندن بنتے ہیں، اسلامی تعلیمات کو سمجھتے ہیں اور قرآن حکیم پر تدبر کرتے ہیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس میں سیاست کو مذہب سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔سیدھی سی بات ہے کہ یا تو اسلام کو مکمل ضابطہ حیات نہ کہیے اور عیسائیت کی مانند چرچ کو طلاق دے کر سیاسی و عملی زندگی سے نکال دیجیے ورنہ اگر آپ اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں تو پھر سیاست کو کیونکر اس سے الگ کریں گے۔یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہمارے روشن خیال اور سیکولر دانشور اس حوالے سے دو اعتراض کرتے ہیں۔اول کہ مذہب اور سیاست کو ملانے سے دہشت گردی،فرقہ واریت اور انتہا پسندی پیدا ہوئی ہے۔یہ ان کا واہمہ ہے اور بے بنیاد ہے کیونکہ دہشت گردی،فرقہ واریت وغیرہ وغیرہ ہماری سیاست اور بین الاقوامی سیاست کے تحفے ہیں جبکہ ہمارا دین ان کی نفی کرتا ہے۔تمام اسلامی سکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ دہشت گردی اسلام سے خارج ہے۔اور ڈاکٹر طاہر القادری نے اس پر فتویٰ دے کر ضخیم کتاب بھی لکھ دی جو علم وفکر کا نمونہ ہے۔ (طاہر القادری صاحب کی اس کتاب سے متفق ہونا ضروری نہیں۔از مؤلف نوراللہ رشیدی) دوسرا اعتراض اقلیتوں کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔حالانکہ اسلام اقلیتوں کو پورے حقوق اور مکمل سرپرستی عطا کرتا ہے۔اس کی بہترین عملی مثال میثاق مدینہ ہے جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ''مدینہ ریاست'' تشکیل دینے سے پہلے طے کیا۔جن پارٹیوں سے ''میثاق مدینہ'' طے کیا گیا، ان میں بارہ غیر مسلم یا ایسے سردار شامل تھے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور بقول ڈاکٹر حمید اللہ میثاق مدینہ میں غیر مسلم شہریوں کو برابر کے حقوق دیئے گئے تھے۔قائداعظمؒ نے جب 11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں تقریر کی تو ان کے پیش نظر میثاق مدینہ ہی تھا کیونکہ میں نے قائداعظمؒ کی تقاریر کے بغور مطالعے سے یہ اخذ کیا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم، اسلامی فقہ اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسلامی معاشرے کے اصولوں کی روح کو سمجھتے تھے۔ہمارے روشن خیال سیکولر دانشوروں کا سانحہ یہ ہے کہ انہوں نے قائداعظم کو پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ اسلامی اصولوں کی روح سے آگاہی رکھتے ہیں۔اگر یہ حضرات اپنی

مصروفیات سے وقت نکال کر صرف احمد سعید کی کتاب ''گفتار قائداعظم'' پڑھ لیں تو ان پر میری گزارشات عیاں ہو جائیں گی۔ احمد سعید درویش طبیعت سکالر ہے جس نے قائداعظمؒ پر خاصا تحقیقی کام کیا ہے۔ ''گفتار قائداعظمؒ'' قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ نے چھاپی ہے اور اس میں زیادہ تر قائداعظم کی روزنامہ "انقلاب" میں چھپنے والی تقاریر شامل ہیں جنہیں خلوص نیت سے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگلستان سے واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد قائداعظمؒ ذہنی فکر، سیاسی سوچ اور خیالات کے حوالے سے وہ محمد علی جناح نہیں تھے جو وہ انگلستان ہجرت سے قبل تھے۔ مجھے ایک بار پھر یہ کہنے دیجیے کہ یہ نہ میرا ذاتی مسئلہ ہے اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ میں نے فقط قائداعظمؒ کو آزاد ذہن کے ساتھ خلوص نیت سے پڑھا ہے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ میں اپنی اس تحقیق کے حق میں سینکڑوں ثبوت دے سکتا ہوں لیکن ظاہر ہے کہ کالم ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان کی 1930ء کی دہائی کے اواخر کی تقاریر پڑھتے ہوئے بار بار قرآن حکیم، اسلامی تعلیمات، سیرت نبویؐ اور اسلامی اصولوں کے حوالے ملتے ہیں جو انگلستان ہجرت سے قبل آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ یہ تو ان کے دشمن بھی مانتے ہیں کہ محمد علی جناح ایک سچا اور کھرا انسان تھا، منافقت اور جھوٹ ان کے قریب سے بھی نہیں گزرے تھے۔ نہ ان کا کوئی ذاتی ایجنڈا تھا اور نہ ہی ذاتی مقصد اور اسی خلوص اور کردار کے پیش نظر علامہ اقبال نے محمد علی جناح کو ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے چنا تھا اور کہا تھا کہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ماضی کا ذکر کرتے ہوئے محمد علی جناح نے میمن چیمبرز آف کامرس کے سپاسنامے کے جواب میں کہا تھا" مجھے شروع شروع میں گجراتی پڑھائی گئی، اس کے بعد انگریزی۔ پھر انگلستان بھیج کر انگریزی زبان کی انتہائی تعلیم دلوائی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری رگ رگ میں انگریزیت سما گئی۔ میں اپنی کمزوری کا احساس کرتا ہوں اور اس سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہوں۔ میں اپنے پر قیاس کرتا ہوں کہ قوم کی تمدنی، معاشرتی اور مذہبی اصلاح و تعمیر

پر زبان کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اسی لیے میں مسلمانوں کی مادری زبان اردو کو جاری رکھنے کے حق میں ہوں لیکن کانگریس نے ہماری ایک نہیں سنی۔" ذرا رک کر غور کیجیے کہ قائد اعظمؒ کس طرح اپنا تجزیہ کرتے اور کمزوریوں کو رفع کرنے کی کوششیں کرتے تھے اور وہ ایک قومی زبان کے حق میں کیوں تھے؟ اسی پس منظر میں قائد اعظمؒ نے مارچ 1948ء میں اردو کی بحیثیت قومی زبان حمایت کی تھی اور بنگالیوں سے کہا تھا کہ وہ اپنے صوبے مشرقی پاکستان میں بنگالی کو سرکاری اور صوبائی زبان کا درجہ دیں لیکن قومی رابطے کے لیے زبان صرف اردو ہوگی۔ میمن چیمبرز آف کامرس کی اسی تقریر میں آگے چل کر قائد اعظمؒ نے جو کچھ کہا اس سے سیکولر حضرات کو صدمہ ہوگا لیکن ذرا غور کیجیے کہ وہ جون 1938ء میں کیا کہہ رہے ہیں اور ان کے باطن سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں "مسلمانوں کے لیے پروگرام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس تو تیرہ سو برس سے ایک مکمل پروگرام موجود ہے اور وہ ہے قرآن پاک۔۔۔۔ قرآن پاک ہی میں ہماری اقتصادی، تمدنی و معاشرتی اصلاح و ترقی کے علاوہ سیاسی پروگرام بھی موجود ہے۔ میرا اسی قانون الہیہ پر ایمان ہے اور جو میں آزادی کا طالب ہوں وہ اسی کلام الٰہی کی تعمیل ہے۔ قرآن پاک ہمیں تین چیزوں کی ہدایت کرتا ہے۔ آزادی، مساوات اور اخوت۔۔۔۔ بحیثیت ایک مسلمان کے میں بھی ان ہی تین چیزوں کے حصول کا متمنی ہوں۔ تعلیم قرآنی ہی ہماری نجات ہے اور اسی کے ذریعے ہم ترقی کے تمام مدارج طے کر سکتے ہیں۔ (روزنامہ انقلاب، 12 جون 1938ء، بحوالہ گفتار قائد اعظمؒ مصنف احمد سعید، صفحہ (213-215) یہ الفاظ قائد اعظمؒ کے قرآن حکیم پر گہرے تدبر اور سچے ایمان کی غمازی کرتے ہیں اور یہ تقریر کسی جلسہ عام کی نہیں بلکہ مخصوص اجتماع میں کی گئی تھی۔ ذہن میں رہے کہ ابھی مسلم لیگ قرارداد پاکستان سے کوسوں دور تھی اور ابھی قائد اعظمؒ کی ملاقات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تبلیغی وفد سے نہیں ہوئی تھی۔ اس وفد سے قائد اعظمؒ کی پہلی ملاقات دسمبر 1938ء میں ہوئی۔

۳۔ قائداعظمؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ

قائداعظمؒ نے الگ وطن کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا تھا کہ مسلمان ہر لحاظ سے ایک علیحدہ قوم ہیں اور ان کا مذہب، کلچر، تاریخ، معاشرت اور انداز فکر ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے۔ان کی 1934ء سے لے کر 1948ء تک کی تقاریر پڑھی جائیں تو ان پر قرآنی تعلیمات کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔پاکستانیوں کو تو نہ قائداعظمؒ کی مستند اور معیاری سوانح عمری لکھنے کی توفیق ہوئی ہے اور نہ ہی ان کی سیاسی فکر کا تجزیہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے لیکن برطانوی شہری محترمہ سلینہ نے ''سیکولر جناح اینڈ پاکستان'' نامی کتاب لکھ کر یہ حق ادا کردیا ہے۔اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں سلینہ نے قرآنی آیات کے حوالے دے کر تحقیق اور عرق ریزی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ جناح کے اکثر تصورات اور افکار قرآن حکیم سے ماخوذ تھے اور یہ کہ کاوس جی سے لے کر پروفیسر پرویز ہود بھائی تک جتنے لکھاریوں نے انہیں سیکولر قرار دیا ہے، وہ بددیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تحریروں کی بنیاد جسٹس منیر کی کتاب میں دی گئی قائداعظمؒ کی جس تقریر پر رکھی ہے وہ الفاظ قائداعظمؒ کے نہیں بلکہ جسٹس منیر مرحوم کے اپنے ہیں اور ان کی "انگریزی" بھی غلط ہے جو قائداعظمؒ کی نہیں ہوسکتی۔وزیرآباد کے محمد شریف طوسی بنیادی طور پر مدرس تھے۔انہوں نے انگریزی اخبارات میں پاکستان کے حق میں اتنے مدلل اور زوردار مضامین لکھے کہ قائداعظمؒ نے متاثر ہوکر انہیں بمبئی بلایا اور چھ ماہ اپنے پاس رکھ کر ان سے "پاکستان اینڈ مسلم انڈیا" اور "نیشنلز کنفلکٹ ان انڈیا" جیسی معرکتہ الآراء کتابیں انگریزی زبان میں لکھوائیں۔طوسی صاحب نے اپنی چھ ماہ کے قیام کی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ

قائداعظمؒ ہر روز صبح علامہ عبداللہ یوسف علی کے قرآن حکیم کے انگریزی ترجمے کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور سید امیر علی کی کتاب "سپرٹ آف اسلام" پڑھا کرتے تھے۔انہوں نے شبلی نعمانیؒ کی کتاب "الفاروق" کے انگریزی ترجمے کو بغور پڑھ رکھا تھا۔یہ ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا۔ان کی لائبریری میں سیرت نبویؐ، اسلامی تاریخ اور قرآن حکیم کے تراجم پر بہت سی کتابیں موجود تھیں جو ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

میں ذکر کر چکا ہوں کہ جب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محسوس کیا کہ انگریزوں کی رخصتی کے بعد اقتدار مغربی تعلیم یافتہ لیڈران کو ملے گا تو انہوں نے ان کی مذہبی تربیت کا پروگرام بنایا اور اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات کے لیے ایک وفد ترتیب دیا جس کے سربراہ مولانا مرتضی حسن تھے اور اس وفد میں مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا عبدالجبار، مولانا عبدالغنی، مولانا معظم حسین اور مولانا ظفر احمد عثانی شامل تھے۔مولانا ظفر احمد عثانی، مولانا اشرف تھانوی کے بھانجے تھے جبکہ مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا اشرف علی تھانوی کے بھتیجے تھے۔دسمبر 1938ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس پٹنہ میں ہونا تھا۔مولانا شبیر احمد عثانی والدہ کی علالت کے سبب جا نہ سکے، چنانچہ دوسرے حضرات وفد کی صورت میں پٹنہ پہنچے۔نواب اسماعیل خان کے ذریعے قائداعظمؒ سے رابطہ ہو چکا تھا۔ پٹنہ میں نوابزادہ لیاقت علی خان کے ذریعے قائداعظمؒ سے پٹنہ جلسہ عام سے پہلے کا وقت مانگا گیا کیونکہ علماء قائداعظمؒ سے ملے بغیر مسلم لیگ کے اجلاس میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے۔25 دسمبر 1938ء کو شام پانچ بجے یہ وفد قائداعظمؒ سے ملا۔ملاقات ایک گھنٹہ جاری رہی جس کی تفصیل مولانا شبیر علی تھانوی کی "روئیداد" میں موجود ہے اور اس کا ذکر منشی عبدالرحمٰن کی کتاب کے صفحات 62-61 میں بھی ملتا ہے۔وفد کے تاثرات ان الفاظ میں جھلکتے ہیں "ہم ان کے (قائداعظمؒ) کے جوابات سے متاثر ہوئے۔ان کے کسی دینی عمل کی کوتاہی کے متعلق عرض کیا گیا تو بغیر تاویل حجت اپنی کوتاہی کو تسلیم کیا اور آئندہ اصلاح کا بھی وعدہ کیا۔یہ صرف حضرت تھانوی کا روحانی فیض کام کر رہا تھا ورنہ جناح صاحب کسی بڑے سے بڑے کا اثر بھی قبول نہ کرتے تھے۔"تفصیل اس ملاقات کی

دلچسپ اور فکر انگیز ہے جس میں قائداعظمؒ نے کہا ''میں گنہگار ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔'' (بحوالہ منشی عبدالرحمٰن، صفحہ 26)

چنانچہ اس وفد نے پٹنہ میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں شرکت کی جہاں مولانا اشرف علی تھانوی کا تاریخی بیان پڑھا گیا۔ اس کے ذریعے ارباب وارکان مسلم لیگ کو اسلامی شعائر کی پابندی کی تلقین کی گئی۔ دوسری ملاقات 12 فروری 1939ء کو دہلی میں شام سات بجے ہوئی۔ اڑھائی گھنٹے کی اس ملاقات کے بعد قائداعظمؒ نے کہا کہ "میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست سے مذہب الگ نہیں مذہب کے تابع ہے۔" (بحوالہ روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی، صفحہ نمبر 7) اس ملاقات میں مولانا شبیر علی تھانوی کے ساتھ مولانا مفتی شفیع صاحب بھی تھے جن کا ذکر قیام پاکستان کے بعد آئین سازی اور علماء کے اتفاق رائے کے حوالے سے ملتا ہے۔ مولانا مفتی شفیع، مولانا مفتی رفیع عثمانی اور مولانا مفتی تقی عثمانی کے والد گرامی تھے۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے نمائندے مئی 1947ء تک قائداعظمؒ سے ملتے رہے اور ان کی دینی تربیت کرتے رہے جس کے نتیجے کے طور پر قائداعظمؒ کا مولانا تھانوی کے گھرانے سے ایک پائیدار تعلق قائم ہو گیا۔ مولانا ظفر احمد عثمانی اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں "ایک مجلس میں قائداعظمؒ سے کہا گیا کہ علماء کانگریس میں زیادہ ہیں اور مسلم لیگ میں کم تو قائداعظمؒ نے فرمایا، تم کن کو علماء سمجھتے ہو۔ جواباً مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد کا نام لیا گیا۔ قائداعظمؒ نے جواب دیا۔ "مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم وتقدس وتقویٰ سب سے بھاری ہے اور وہ ہیں مولانا اشرف تھانوی جو چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے۔"

یہی وہ پس منظر تھا جس میں قیام پاکستان کے وقت جب 15 اگست 1947ء کو پاکستان کے پرچم کی پہلی رسم کشائی ہوئی تو قائداعظمؒ خاص طور پر مولانا شبیر احمد عثمانی کو ساتھ لے کر گئے۔ یاد رہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی کے رشتے دار

نہیں تھے۔ وہ مولانا تھانوی کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے تلاوت اور دعا کی اور پھر پاکستان کا جھنڈا لہرایا جسے پاکستانی فوج نے سلامی دی۔ یہ رسم کراچی میں پاکستان کے وفاقی دارالحکومت میں ادا کی گئی جبکہ قائداعظم؟ کی ہدایت پر مشرقی پاکستان کے صوبائی دارالحکومت میں مولانا اشرف علی تھانوی کے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی نے تلاوت قرآن مجید کے بعد پاکستان کا پرچم لہرایا۔ یہ ایک طرح سے اعتراف تھا علماء کرام کی خدمات کا جنہوں نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اس تحریر کا مقصد نوجوان نسل کو تحریک پاکستان کے ایک پہلو سے روشناس کرانا تھا جسے عام طور پر قابل ذکر نہیں سمجھا جاتا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں اس مقصد میں کامیاب ہوا یا نہیں!!)

(پاکستان میری محبت ص69 تا 75)

مجلس دستور ساز میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر

قرارداد مقاصد کی تائید میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے 9 مارچ 1949ء کو مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

جناب صدر محترم! قرار داد مقاصد کے اعتبار سے جو مقدس اور محتاط تجویز آنریبل مسٹر لیاقت علی خان صاحب نے ایوان ہذا کے سامنے پیش کی ہے، میں نہ صرف اس کی تائید کرتا ہوں بلکہ آج اس بیسویں صدی میں (جب کہ ملحدانہ نظریات حیات کی شدید کشمکش اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے) ایسی چیز کے پیش کرنے پر موصوف کے عزم وہمت اور جرات ایمانی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ مبارک باد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی روح انسانیت کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرست طاقتوں کی حریفانہ حرص وآزار ورقیبانہ ہوس ناکیوں کے میدان کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے،۔اس کے کراہنے کی آوازیں اس قدر درد انگیز ہیں کہ بعض اوقات اس کے سنگدل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں، اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہوکر تھوڑی دیر کے لیے مداوا تلاش کرنے لگتے ہیں، مگر پھر علاج ودوا کی جستجو میں وہ اس لیے ناکام رہتے ہیں کہ جو مرض کا اصل سبب ہے اسی کو دوا اور اکسیر سے سوا سمجھ لیا جاتا ہے۔

یاد رکھیے! دنیا اپنے خود ساختہ اصولوں کے جس جال میں پھنس چکی ہے اس سے

نکلنے کے لیے جس قدر پھڑپھڑائے گی اسی قدر جال کے حلقوں میں گرفت اور زیادہ سخت ہوتی جائے گی۔ وہ صحیح راستہ گم کرچکی ہے۔ جو راستہ اب اختیار کررکھا ہے اس پر جتنے زور سے بھاگے گی وہ حقیقی فوز وفلاح کی منزل سے دور ہی ہوتی چلی جائے گی۔

ہمیں اپنے نظام حیات کو درست اور کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا انجن جس لائن پر اندھا دھند چلا جارہا ہے اسے تبدیل کریں اور جس طرح بعض دفعہ لائن تبدیل کرتے وقت گاڑی کو کچھ پیچھے ہٹانا پڑتا ہے ایسے ہی صحیح لائن پر آگے بڑھنے کی غرض سے ہمیں کچھ پیچھے ہٹنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ایک شخص کسی راستہ پر بے تحاشہ دوڑ رہا ہے اور ہم دیکھیں کہ چند قدم آگے بڑھنے پر وہ کسی ہلاکت کے غار میں جا پڑے گا تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اسے ادھر سے پیچھے ہٹا کر صاف اور سیدھی شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہی حال آج دنیا کا ہے۔ اگر ہماری اس نئی اور بے چین دنیا کو اپنے تباہ کن مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اسے حالات کا بالکل جڑ اور بنیاد سے از سرنو جائزہ لینا ہوگا۔ کسی درخت کی شاخوں اور پتوں پر پانی چھڑکتے رہنا بیکار ہے۔ اگر اس کی جڑ جو سینکڑوں من مٹی کے نیچے دبی ہوئی ہے مضبوط نہ ہو۔ آج کے بہت سے بکھرے ہوئے مسائل خواہ ان سے آپ کو کتنی ہی دلچسپی اور شغف کیوں نہ ہو کبھی ٹھیک طور پر سنور اور سلجھ نہیں سکتے جب تک ان کے اصول بلکہ اصل الاصول درست نہ ہو جائے۔ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طبقوں سے نہ گھبرایئے بلکہ کشادہ دل ودماغ کے ساتھ ایک متجسس حق کی طرح الجھی ہوئی ڈور کا سرا پکڑنے کی کوشش کیجئے۔ جو باتیں طاقتور اور ذی اقتدار قوموں کے زبردست پروپیگنڈا یا غیر شعوری طور پر ان کے حاکمانہ اقتدار اور مسحور کن مادی ترقیات کے زور اثر سے بطور مسلمات عامہ، اصول موضوعہ اور مفروع عنہا صداقتوں کے تسلیم کرلی گئی ہیں، ان ہی پر تجدید فکر ونظر کی ضرورت ہے۔ اس پکے ارادے کے ساتھ کہ جس چیز پر ہم صدیوں کی کوششوں کے نتیجہ میں اعتقاد جمائے بیٹھے تھے، وضوح حق کے بعد ایک لمحہ کے لیے اس پر قائم رہنا ہم جرم عظیم سمجھیں گے۔ اگر دنیا کو انسانیت کی حقیقی فلاح کے لیے کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے تو اسے ان قدیم اور اٹل نظریات پر ضرور غور کرنا ہوگا جنہیں

مادی و معاشی مسابقت کی بے تحاشا دوڑ میں بہت سی قومیں پیچھے چھوڑ آئی ہیں۔اسے یوں خیال کیجئے کہ کتنی صدیوں تک ارض کے متعلق بطلیموس کا نظریہ دنیا پر مستولی رہا۔فیثا غورث کی آواز پر کسی نے توجہ نہ کی۔پھر ایک وقت آیا کہ ہزاروں من مٹی کے نیچے چھپا ہوا بیج جو فیثا غورث دبا گیا تھا، زمین کے سینے کو چاک کر کے باہر نکالا اور برگ وبار لا کر رہا۔سچائی کا پرستار کبھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی زمانہ میں یا طویل عرصہ تک لوگ اس کے ماننے سے آنکھیں چرائیں گے یا ناک بھوں چڑھائیں گے۔حق اکیلا رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے۔اسے یقین ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا کہ جب اس کے جھٹلانے والے زمانہ کے دھکے مکے کھا کر اسی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔آج وہ دن قریب آ رہا ہے اور جیسا کہ آنریبل جناب لیاقت علی خان نے فرمایا، رروشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہونے والے روز روشن کا پیش خیمہ بن رہی ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے کو خفاش صفت ثابت نہ کریں جو دن کی روشنی کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی۔پاکستان مادیت کے بھنور میں پھنسی ہوئی اور دہریت والحاد کے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی دنیا کو روشنی کا ایک مینار دکھانا چاہتا ہے۔یہ دنیا کے لیے کوئی چیلنج نہیں بلکہ انسانیت کے لیے پر امن پیغام حیات ونجات اور اطمینان اور خوش حالی کی راہ تلاش کرنے والوں کے لیے سہولت مہیا کرتا ہے۔ہمارا غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ دنیا کے لیے عموما اور پاکستان کے لیے خصوصا کسی قسم کا نظام تجویز کرنے سے پہلے پوری قطعیت کے ساتھ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس تمام کائنات کا جس میں ہم سب اور ہماری یہ مملکت بھی شامل ہے، مالک اصلی اور حاکم حقیقی کون ہے اور ہے یا نہیں۔اب اگر ہم اس کا مالک کسی خالق الکل اور مقتدر اعلیٰ ہستی کو مانتے ہیں (جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایوان کے تمام ارکان واعضاء کا یہ عقیدہ ہوگا) تو ہمارے لیے یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہوگا کہ کسی مالک کی خصوصا اس مالک علی الاطلاق کی ملک میں ہم اسی حد تک تصرف کرنے کے مجاز ہیں جہاں تک کہ وہ اپنی مرضی سے ہمیں اجازت دے دے۔ملک غیر میں کوئی غاصبانہ تصرف ہمارے لیے جائز نہیں ہوسکتا۔پھر ظاہر ہے کہ کسی مالک کی اجازت ومرضی کا علم اس

کے بتلانے ہی سے ہوسکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسی لیے بھیجے اور وحی ربانی کا سلسلہ اسی لیے قائم کیا کہ انسانوں کو اس کی مرضی اور اجازت کے صحیح حدود معلوم کرا دیئے جائیں۔ اسی نقطہ وخیال کے پیش نظر ریزولیشن میں "اسی کے مقرر کردہ حدود کے اندر" کے الفاظ رکھے گئے ہیں اور یہ ہی وہ بنیادی نقطہ ہے جہاں سے دینی اور خالص مادی حکومتوں کی لائنیں ایک دوسرے سے الگ ہوجاتی ہیں۔

یہ نظریہ کہ دین ومذہب کا تعلق انسان اور اس کے مالک سے ہے، بندوں کے باہمی معاملات سے اسے کچھ سروکار نہیں نہ سیاست میں اس کا کوئی دخل ہے، اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ممکن ہے دوسرے مذاہب جو آج کل دنیا میں موجود ہیں، ان کے نزدیک یہ نظریہ درست ہو اور وہ خود کسی جامع وحاوی نظام حیات سے تہی دامن ہوں۔ مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، ایسے تصور کی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس کی تمام تر تعلیمات اس باطل تصور کی دشمن ہیں۔

قائداعظم مرحوم نے اگست 44 میں گاندھی جی کے نام جو خط لکھا تھا اس میں لکھتے ہیں:

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق وفرائض تک دنیوی زندگی میں جزاوسزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاوسزا تک، ہر فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات ومابعد حیات کے ہر معیار اور مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات واخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین وایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ہم کو

یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور وخوض مطالعہ کرے تا کہ یہ اس کی انفرادی واجتماعی ہدایات کا باعث ہو۔

قائداعظم نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔کیا ایسی واضح اور مکرر تصریحات کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرات کرسکتا ہے کہ سیاست وحکومت، مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی یا یہ کہ اگر آج قائداعظم زندہ ہوتے تو یہ تجویز مقاصد پیش نہیں ہوسکتی تھی۔

قرآن حکیم میں صاف صاف ارشاد ہے۔(النساء:65:4)

"پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

"اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔۔۔اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔۔۔اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔" (المائدہ:47-45:5)

اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں دینی حکومت کے معنی پاپائیت یا "کلیسائی حکومت" کے نہیں۔ بھلا جس بت کو قرآن نے "اتخذوا احبارھم اربابا من دون اللہ" کہہ کر توڑا ہے کیا وہ اسی کی پرستش کو جائز رکھ سکتا ہے؟

اسلامی حکومت سے مراد وہ حکومت ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول پر چلائی جائے۔اس لحاظ سے وہ ایک خاص قسم کی اصولی حکومت ہوگی۔

ظاہر ہے کہ کسی اصولی حکومت کو چلانا خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی (جیسے روس کی اشتراکی حکومت) دراصل ان ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو ان اصولوں کو مانتے ہوں۔جو لوگ ان اصولوں کو نہیں مانتے ایسی حکومت انتظام مملکت میں ان کی خدمات تو ضرور حاصل

کر سکتی ہے مگر مملکت کی جنرل پالیسی یا کلیدی انتظام کی باگ ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑی جاسکتی۔

اسلامی حکومت اصل میں انسانی حکومت نہیں بلکہ نیابتی حکومت ہے۔اصل حاکم خدا ہے، انسان زمین پر اس کا خلیفہ (نائب) ہے جو حکومت در حکومت کے اصول پر دوسرے مذہبی فرائض کی طرح نیابت کی ذمہ داریوں کو بھی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر پورا کرتا ہے۔

مکمل اسلامی حکومت، حکومت راشدہ ہوتی ہے۔لفظ "رشد" حکومت کے انتہائی اعلیٰ معیار حسن وخوبی کو ظاہر کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت، حکومت کے کارکن اور مملکت کے عوام کو نیکوکار ہونا چاہئے۔قرآن نے حکومت اسلامی کی یہ ہی غرض وغایت قرار دی ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے دائرہ اقتدار میں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے, اسلام آج کل کی سرمایہ پرستی کے خلاف ہے۔اسلامی حکومت اپنے خاص طریقوں سے جو اشترا کی طریقوں سے الگ ہیں، جمع شدہ سرمایہ کی مناسب تقسیم کا حکم دیتی ہے۔اس کو دائرہ وسائرہ رکھنا چاہتی ہے۔مگر اس کام کو اخلاقی ونیز قانونی طریقہ پر عام خوشدلی، عدل اور اعتدال کے ساتھ کرتے ہوئے اسلامی حکومت شخصی ملکیت کی نفی نہیں کرتی۔مناسب حد تک راس المال رکھنے کی اجازت دیتی ہے، زائد سرمایہ کے لیے ملی بیت المال قائم کرتی ہے جس میں سب کے حقوق مشترک ہیں اور اس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ اور افلاس کے درمیان توازن اور اعتدال کو بحال رکھتی ہے۔

شوریٰ اسلامی حکومت کی اصل ہے۔**وامرھم شوری بینھم** (الشوریٰ:42:38) (اور وہ اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں)۔اسلامی حکومت دنیا میں پہلا ادارہ ہے جس نے شہنشاہیت کو ختم کر کے استصواب رائے عامہ کا اصول جاری کیا اور بادشاہ کی جگہ عوام کے انتخاب کردہ امام (قائد حکومت) کو حکومت عطاء کی۔محض جبر واستبداد کے راستوں سے بادشاہ بن بیٹھنا اسلام کے منشاء کے سراسر خلاف ہے۔وہ جمہور کی مرضی اور ان ہی کے ہاتھوں سے اسٹیٹ کو اختیار دلاتا ہے۔ہاں انہیں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ امارت کی

کوئی تنظیم نہ کریں اور اقتدار اپنے ہی پاس روک کر انتشار، ابتری اور طوائف الملوکی پھیلا دیں۔ یہ اولیت کا ایسا شرف ہے جو اسلامی حکومت کو دنیا کی تمام جمہوریتوں پر حاصل ہے۔

اسلامی سلطنت کا بلند ترین منتہائے خیال یہ ہے کہ سلطنت کی بناء جغرافیائی، نسلی قومی، حرفتی اور طبقاتی قیود سے بالاتر ہو کر انسانیت اور ان اعلیٰ اصولوں پر ہو جن کی تشدید وترویج کے لیے وہ قائم کی جاتی ہے۔

اسلامی حکومت پہلی حکومت ہے جس نے منتہائے خیال کو پورا کرنے کے لیے اپنی خلافت راشدہ کی بنیاد انسانیت پر رکھی۔ یہ حکومت اپنے کاموں میں رائے عامہ، مساوات حقوق، آزادی ضمیر اور سادگی کا امکانی حد تک خیال رکھتی ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اپنے قلمرو میں بسنے والے تمام غیر مسلموں سے جو شرائط طے ہوئے ہوں، جان، مال، آبرو، مذہبی آزادی اور عام شہری حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اگر کوئی طاقت ان کے جان ومال وغیرہ پر دست اندازی کرے تو حکومت اس سے جنگ کرے اور ان پر کوئی ایسا بار نہ ڈالے جو ان کے لیے ناقابل تحمل ہو۔ جو ملک حاصل ہوا ہو وہاں کے غیر مسلموں سے جو شرائط طے ہوں ان کی پوری پابندی کی جائے۔ پھر غیر مسلموں کے یہ حقوق محض اکثریت کے رحم وکرم پر نہیں بلکہ خدا کا عائد کیا ہوا ایک فرض ہے جس سے کسی وقت انحراف جائز نہیں۔

اس کے بعد دینی حکومت کی مزعومہ خرابیوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ جواب میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ علم وتحقیق کی روشنی میں موجودہ ترقی یافتہ حکومتوں کے طور طریقوں کو خلفائے اربعہ کے بے داغ عہد حکومت کے مقابلہ میں رکھ کر مفاد عامہ کے لحاظ سے وزن کرلیا جائے۔ آج ظلم وجبر، عہد شکنی، مالی دست برد، کشت خون بربادی وہلاکت، انسانی جماعتوں کی باہمی دشمنی، افراد کی عدم مساوات اور جمہور کے حقوق کی پامالی کی جو مثالیں دوربین سے دیکھے بغیر نظر آرہی ہیں، خلفاء کے ترقی یافتہ عہد میں اس کا خفیف سا نشان بھی نہ ملے گا۔ غرضیکہ بیان کردہ خرابیاں مذہبی طرز حکومت کی خرابیاں نہیں ہیں بلکہ ان انسانی

گمراہیوں سے اخذ کی گئی ہیں جنہوں نے خالص مادی طرز حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گاندھی جی نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا تھا جب 1937ء میں آپ نے کانگریس وزراء کو یہ ہدایات دیں کہ تم ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی سی حکومت قائم کرو۔

نیز قائداعظم مرحوم نے دستور کی اسی اساس کی طرف اشارہ کیا تھا جب 43ء میں بمقام جالندھر آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔'' انہوں نے نومبر 45ء میں پیر صاحب مانکی شریف کے نام خط لکھا اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا کہ ''اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون بنانے والی جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی، پاکستان کے لیے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے۔'' اس قسم کے اعلانات قیام پاکستان سے پہلے قائداعظم اور دوسرے زعماء لیگ کی طرف سے برابر ہوتے رہے جن کا بخوف طوالت ہم استیعاب نہیں کر سکتے۔ بہر حال ان بیانات کے پڑھنے کے بعد کسی مسلم یا غیر مسلم کو ہمارے مقصد اور مطمح نظر کو سمجھنے میں کوئی ابہام واشتباہ نہیں رہ سکتا اور جس قدر باتیں آئین ونظام اسلامی کے متعلق بطور اعتراض آج کہی جا رہی ہیں ان سب کے سوچنے کا وقت وہ تھا جب پوری صراحت کے ساتھ یہ اعلانات کیے جا رہے تھے۔ جب یہ سب کچھ جان کر اور سمجھ کر دوسری قوم نے تقسیم ہند کے فیصلہ پر دستخط کیے اور پاکستان کی اقلیت نے ان مقاصد کو مانتے ہوئے ہمارے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اب پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نقطہ نظر سے انحراف کی کوئی وجہ جواز ان کے پاس موجود نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ انڈین یونین کا قیام تو ہندو اور نیشلسٹ مسلمانوں کی مخلوط مساعی سے عمل میں آیا ہے لیکن پاکستان کا حصول خالص مسلم قوم کی مساعی اور قربانیوں کا مرہون منت ہے اور ان کی قومی خصائص وممیزات کے تحفظ کا داعیہ اس کا محرک ہوا ہے۔ اب اگر ایسی سیدھی اور صاف بات کو بھی بھلا دیا جائے تو اس کا کچھ

علاج ہمارے پاس نہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آ رہا ہے اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کرسکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر ہم پاکستان یا عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اسی کی دعوت دیں۔

اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہوگئے تو قدرتی طور پر وہ وحدت اسلامی قائم ہوجائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراکیت اور سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لیے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

بہت سے لوگوں کو یہ خیال گزرتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے اسلامی نظام اور اسلامی آئین کا اعلان کرکے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلاب عظیم ہوگا جو ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دے گا اور جس کے لیے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن کے چلانے کے لیے کثیر تعداد میں مناسب رجال کار تیار کرنے پڑیں گے اور بہت طویل عرصہ درکار ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے بھی اسے بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسلامی آئین و نظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزل مقصود واضح اور مستحضر ہوجائے تاکہ اس کی روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو۔ یہ کام ظاہر ہے کہ بتدریج ہوگا اور بتدریج ہی ہوسکتا ہے۔ جو کام فی الحال کیے جاسکتے ہیں وہ فوراً کرنے ہوں گے اور جن کاموں کے لیے سردست حالات سازگار نہیں وہ فوراً نفاذ پذیر نہ ہوں گے بلکہ حکیمانہ اسلوب پر حالات کو سازگار بنانے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائے گی۔ بہرحال انسان اسی چیز کا مکلف ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا

ہے۔یہ ہی وہ بات ہے جو میں تقسیم سے قبل اپنے مختلف بیانات وخطبات میں کھل کر کہہ چکا ہوں۔چنانچہ خطبہ لاہور میں، میں نے عرض کیا تھا کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین قریب تر کرے گا۔جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے دفعتا وبغتتہ بیماری سے چنگا نہیں ہوجاتا، اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

جناب صدر محترم! آخر میں ایوان ہذا کے معزز ممبران کی خدمت میں، میں عرض کروں گا کہ اس ڈھیلے ڈھالے ریزولیشن سے گھبرانے اور وحشت کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔اسلامی فرقوں کے اختلافات تحریک پاکستان کی برکت سے بہت کم ہوچکے ہیں اور اگر کچھ باقی ہیں تو ان شاء اللہ برادرانہ مفاہمت سے صاف ہوجائیں گے کیوں کہ تمام اسلامی فرقے اور ملک آج اسلامی نظام کی ضرورت کو بہت شدت کے ساتھ محسوس کررہے ہیں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کے ہمارے غیر مسلم دوست بھی اگر ایک مرتبہ تھوڑا سا تجربہ کرکے دیکھ لیں گے تو اگلی اور پچھلی سب تلخیاں بھول جائیں گے اور بہت مطمئن رہیں گے بلکہ فخر کریں گے کہ ہم سب پاکستانیوں نے مل عام ہیجان اور اضطراب کے زمانہ میں انسانیت عامہ کی اس قدر عظیم الشان خدمت انجام دی۔

وماذلك على الله بعزيز (ابراہیم:14:20)

(اور یہ اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی مشکل نہیں)۔

اب بڑا اہم کام ہمارے سامنے یہ ہے کہ دستور سازی کی مہم ایسے قابل، فہیم، مضبوط اور محتاط ہاتھوں کے سپرد ہو جواس ریزولیشن کے خاص خاص نکتوں کی حفاظت کرسکیں، اس کے فحوا کو بخوبی سمجھ سکیں اور جو دستور تیار کیا جائے وہ صحیح لائن سے ہٹنے نہ پائے۔یہ بہت کٹھن مرحلہ ہے جو اللہ ہی کی توفیق سے آسان ہوگا۔بہر حال ہم آئندہ کام کرنے میں ہر قدم پر اس چیز کے منتظر رہیں گے۔وباللہ التوفیق

(تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں۔شائع کردہ شریعہ اکیڈمی اسلام آباد)(ص:163تا174)

علامہ عثمانی کے خطبہ عید سے چند اہم اقتباسات:

1949ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے عید الفطر کا خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

(1) ''رحمت ایزدی کا کرشمہ ہے کہ ہم اغیار کے تسلط سے آزاد ہوگئے اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے مختار وکارفرما قرار پائے، اس حصول آزادی نے وہ تمام رکاوٹیں دور کردیں جو کم از کم زندگی میں اجتماعی شعبوں میں ہماری راہ میں حائل تھیں جس پر چل کر ہم نہ صرف دنیائے اسلام کے سامنے بلکہ سارے عالم اسلام کے سامنے ایک معاشرہ اور ایک ایسی مثالی مملکت کا نمونہ پیش کرسکتے ہیں جس میں دجل وفریب کی جگہ صدق وصفا، بدعہدی اور خیانت کی جگہ پاس عہد وامانت ہوی پرستی کی جگہ حق گوشی ظن وتخمین کی جگہ ایمان ایقان کی کارفرمائی ہو۔

جہاں اخلاقی انتشار وہوس رانی کی جگہ ضبط نفس اور پاکیزگی کا دوردورہ جہاں اقتصادی چیرہ دستیوں کی جگہ معاشی توازن ہو، جہاں زیر دست بالا دستوں کے ظلم وعدوان کے خوف سے مامون ہوں جہاں مخلوق کی گردنیں مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوں جہاں نیکی کی قوتوں کو ابھرنے پنپنے اور فروغ پانے کے لیے سازگار فضاء میسر آسکے جہاں بدی کے سرچشمے بے آب ہوکر خشک ہوجائیں، جہاں کا ہر وفادار باشندہ بلا لحاظ مذہب وملت بلاتفریق رنگ ونسل محسوس کرے کہ امن وآتشی، عدل وانصاف، آزادی ضمیر، احترام انسانیت تحفظ جان ومال اور بقائے ننگ وناموس کے لیے صفحہ ہستی پر اس سے بہتر خطہ میسر نہیں۔

(2) پاکستان کی شکل میں ہمیں خطہ زمین اس جنت ارضی کی تعمیر وتشکیل اور رفرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے مل گیا جو ہم پر خیر الامم ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتے ہیں کہ ہم اچھائیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں۔

(3) ''حضور ﷺ اپنے گنبد خضراء میں استراحت فرماتے ہوئے عالم اسلام پر نگاہ کرم دوڑاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ایک ادنی غلام اور عاشق علامہ اقبال نے نغمہ ہندی کے ساتھ حجازی لے میں پاکستان کی اسلامی مملکت کا تصور ملت کے سامنے پیش کیا، عالم روحانیت اور خاطر ملکوت سے پاکستان کی اسلامی سلطنت کا نقشہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں سے ملت اسلامیہ کے قلب پر نازل ہوا۔''

(4) ''انگریز اور ہندو کے ناپاک عزائم کو دیکھ کر کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمانوں کو استقلال اور آزادی حاصل ہو گی لیکن بارگاہِ ایزدی سے پاکستان کی جلیل الشان مشرقی اور مغربی حکومتوں کے قیام کا فیصلہ ہو چکا تھا مسٹر اٹیلی وزیر اعظم برطانیہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ 14 اگست کو رمضان المبارک کا جمعتہ الوداع اور لیلۃ القدر ہے لیکن جو فیصلہ بارگاہ ایزدی میں ہو چکا تھا اس کے مطابق یہ دن جمعتہ الوداع کا مقدس دن تھا جس روز ملت اسلامیہ کو عید سے دو دن پہلے آزادی، اور استقلال کی خداوندی نعمتیں عطاء ہوئیں۔''

(5) ''الحمدللہ ! کہ پاکستان کی اسلامی مملکت قائم ہو چکی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی مجلس دستور ساز میں قرار داد مقاصد بھی منظور ہو چکی ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے ماحول میں اسلامی نظام حیات جاری کیا جائے گا، پاکستان کے قیام کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ ہمیں ایک ایسا خطہ ارضی مل جائے جہاں مسلم قوم کو قدرت حاصل ہو کہ وہ تمام کامل اسلامی آئین وقوانین جاری کرے اور اللہ رسول کے دین کو غالب اور سربلند کرے۔''

(6) آسمانی قانون کے اجرا کی یہی برکت ہے کہ اس جرم کی سزا جرم کو روکتی ہے۔''

(7) ''ہم نے سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے جداگانہ اسلامی قومیت اور حصول پاکستان کی مخلصانہ حمایت مذہبی نقطہ نظر سے حق اور صحیح سمجھ کر کی۔''

(8) قرآنی نظام اور دستور کی ترتیب سے پہلے یہ ضروری تھا اور ہے کہ محکمہ شریعت کا قیام عمل میں لایا جائے ویسے جب مکمل اسلامی نظام جاری ہوگا تو یہاں

وزارتیں ہی احکام دین کے مطابق کام کریں گی، لیکن اسلامی ماحول اور اسلامی فضاء تیار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرکزی حکومت کے علاوہ پاکستان کے ہر صوبہ میں محکمہ امور مذہبی کا قیام عمل میں لا یا جائے، اسلامی اوقاف، تنظیم زکوٰۃ، معارف اسلامیہ، تبلیغ واشاعت دین، مبلغین اسلام کی تعلیم وتر بیت، نومسلموں کی آبادی کا قیام اندھے اور اپاہجوں کے لئے محتاج خانوں کا قیام، مساجد کی تنظیم ائمہ مساجد کی تربیت، خطبات جمعیہ کی تربیت اور وحدت ریڈیو پر درس قرآن اور تبلیغ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، تہذیب ومعاشرت اسلامی کا اجراء دینی مدارس کی نگرانی، مسلمانوں کے لئے قرآن مجید اور عربی زبان کی جبری اور لازمی تعلیم نکاح، طلاق، وراثت کے شرعی قوانین کا نفاذ ممالک یورپ میں اسلام کے تبلیغی مشنوں کا قیام، حاجیوں کے سفرحج کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ اسانیاں بہم پہنچانا، حج کیلیے بری، بحری، اور ہوائی سروسوں کا جدید ترین نظام، پاکستان ممالک خارجہ کے تمام سفارت خانوں میں اسلامی ثقافت، دینی تبلیغ اور بہترین اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے لیے ماہرین اسلامیات کا سرکاری تقرر اور ساتھ ہی ممالک اسلامیہ میں اسلامی اخوت اور اتحاد کے رشتوں کو مضبوط بنانے کے لیے اسلامی وفود کی ترسیل اور مسلمانوں کو ارکان اسلام نماز روزہ، حج زکوٰۃ اور جہاد، کی عام تبلیغ اور تلقین ملت میں مسلسل تبلیغ دین سے ایک ایسا اسلامی ماحول تیار کرنا جہاں دین اسلام کی پابندی میں ملت کا متمول اور دولت مند طبقہ بھی فخر محسوس کرے، پاکستان کے مسلمانوں کو جو کچھ حاصل ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیضان ہے۔

(9) ''آج عید الفطر کے مبارک دن آپ کے قلوب نور ایمان سے لبریز اور اسلامی مسرتوں سے معمور نظر آتے ہیں لیکن آج کے مقدس دن ہم کشمیر کے مسئلہ کو فراموش نہیں کرسکتے، ہماری کوشش یہی ہے کہ یہ نازک مسئلہ ناخن تدبیر سے سلجھ

جائے لیکن اگر گرہ آسانی سے نہ کھلے تو پھر اسے کھینچ کھینچ کر توڑ دیا جائے، تالا اگر چابی سے نہ کھلے تو پھر ہتھوڑے سے اسے توڑنا ہی پڑتا ہے، کشمیر کا مسئلہ عالم اسلام کا مسئلہ ہے اگر ضرورت پیش آئے اور استصواب رائے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو پھر آخری صورت جہاد ہی کی ہے، ہمیں ہر قیمت پر کشمیر کو اسلام اور پاکستان کے لیے حاصل کرنا ہے، ملت پاکستانیہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ کشمیر کے بغیر پاکستان مکمل نہیں ہے۔''

(10) ''آج عید کے دن ہم مہاجرین کی امداد اور بحالی کو بھی سب سے بڑی اور اہم ضرورت خیال کرتے ہیں، حکومت پاکستان کے علاوہ ہر ذی استطاعت مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی دولت وثروت میں مہاجرین کو بھی شامل کرے، ہر غریب اور مہاجر کے لیے رہنے کو گھر کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا مہیا کرنا ہماری حکومت کا جہاں فرض ہے وہاں ہماری ملت کے متمول طبقے کا اسلامی فرض ہے، کہ مہاجرین کی آباد کاری ان کی نو آبادیاں قائم کرنے، مکانات تعمیر کرنے اور دیگر ضروریات زندگی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے، صدقہ فطر، زکوٰۃ، اور صدقات کا نظام اسی لیے قائم کیا گیا تھا کہ ملت کے تمام طبقات میں زندگی کے معیار کا توازن قائم کیا جائے، دولت کی غلط تقسیم ہی سے کیمونزم اور دوسری ملحدانہ تحریکیں فروغ حاصل کرتی ہیں، اس موقع پر یہ بات بالکل فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت کا سیلاب ہر طرف بڑھتا چلا آرہا ہے اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کرسکتا ہے تو وہ اسلام کا اقتصادی نظام ہے اگر پاکستان عالم اسلام کو اس بھیانک خطرے سے بچانا چاہتا ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا نفاذ عمل میں لائیں۔''

خطبات عثمانی عید الفطر 1949ء، ص 272 تا 292

تاریخ نویسوں سے شکوہ:

پاکستان کے تاریخ نویسوں کا حافظہ کمزوری کا شکار نہ ہوتا تو وہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی ملکی، قومی اور آئینی خدمات کو کبھی فراموش نہ کرتے، افسوس صد افسوس! کہ اس عظیم شخصیت کو جس کی محنت اور اخلاص نے پاکستان کے خاکے میں مذہب اور تقدس کا رنگ بھر کے حوالے کیا، بانیانِ پاکستان کے شانہ بشانہ تعمیر وطن میں بنیادی کردار ادا کیا، اگر علامہ شبیر احمد عثمانی مسلم لیگ کی حمایت نہ کرتے اور قائداعظم کے دست راست نہ بنتے تو برصغیر کے مسلمان اسے تحریک ضرور سمجھتے مگر نظریاتی تحریک کبھی نہ سمجھتے۔

(میرا پاکستان، ص82)

غازی علم الدین شہید کیس

آریہ سماجی لیڈر سوامی دیانند نے ایک دل آزاد کتاب ''سیتارتھ پرکاش'' لکھی جس میں اسلام اور رسول ﷺ کی ذات گرامی پر رکیک اور سوقیانہ حملے کئے گئے تھے، جس کے خلاف مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا۔ پہلے تو برٹش گورنمنٹ خاموش تماشائی بنی رہی' لیکن جب دیکھا کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو گئے ہیں تب کہیں جا کر گورنمنٹ نے اس کتاب کی ضبطی کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس سوامی دیانند کے ایک چیلے مباشہ کرشن ایڈیٹر پرتاب'' نے پنڈٹ چموپتی لال کے اس فرضی نام سے ایک اور رسوائے زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی لاہور کے ایک بد بخت متعصب ہندو کتب فروش راج پال نے اس کتاب کی طباعت اور اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور 1923ء میں وہ کتاب چھپ کر بازار میں آئی

اس بے ہودہ کتاب میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس پر ناروا حملے کئے گئے تھے۔

اس فتنہ انگیز کتاب کے شائع ہوتے ہی مسلمانوں میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی چنانچہ اس رسوائے زمانہ کتاب کے فتنہ انگیز ناشر راج پال پر فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے جرم میں مقدمہ چلا ماتحت علالت نے مقدمہ کی سماعت کے بعد مجرم کو دو سال قید سخت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی لیکن عدالت کے چیف جسٹس سر شادی لال (جو مسلمانوں کے لیے اپنے روایتی ہندو تعصب میں بہت مشہور تھا) نے راج پال کو بری کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں میں پھر انتقال پیدا ہوا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا'' آج آپ لوگ جناب فخر رسل محمد عربی ﷺ کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرہ میں ہے۔

آج اس جلیل المرتبت کا ناموس معرض خطرہ میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے اس جلسہ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ'' اور مولانا احمد سعید دہلوی'' بھی موجود تھے شاہ جی نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔

آج مفتی کفایت اللہ اور ''احمد سعید'' کے دروازے پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کھڑی آواز دے رہی۔ ہم تمہاری مائیں ہیں کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے تمہیں گالیاں دی ہیں ارے دیکھو! کہیں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ دروازہ پر تو کھڑی نہیں؟''

لاہور میں بدنام زمانہ کتاب اس کے مصنف اور ناشر کے خلاف جا بجا جلسے کیے گئے۔

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ص 400۔)

اس جذباتی اور موثر تقریر نے مجمع میں محشر برپا کر دیا۔

بالآخر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے عوام کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی اپیل کی اور کہا۔ ہمارا موقف قتل و غارت نہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت تعزیراتِ ہند میں ایک ایسی دفعہ کا اضافہ کرے جس کی رو سے بانیان مذاہب کے خلاف تقریر و تحریر کی پابندی ہو اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم قرار پائے۔ اس قرار داد کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا لیکن عوام کو پر امن طور پر احاطہ سے نکالنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خود دروازے پر کھڑے ہو گئے ان کے سامنے مسٹر اوگلوی کھڑے تھے۔ شاہ جی اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کو پر امن رہنے کی تلقین کر رہے تھے اور ساتھ ہی مسٹر اوگلوی سے پنجابی زبان میں کہا۔

اوگلوی: اوکھے گھرنیو ندرا پایا اے یعنی اوگلوی: تم نے مشکل گھرانے سے ٹکر لی ہے۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمانوں کی غیرت جوش میں آ گئی اور جلسہ گاہ میں موجود تمام مسلمان شہادت کے خواب سے سرشار ہو کر نہ صرف راجپال اور کنور دلیپ سنگھ مسیح بلکہ حکومت کے خلاف نعرے بلند کرتے ہوئے سول سیکریٹریٹ کی جانب چل پڑے لاہور کے ایک غیرت مند نوجوان علم الدین نے راجپال پر حملہ کیا اور اسے واصل جہنم کر دیا اور یوں '' غازی علم

الدین قرار پائے۔

علم الدین ایک محنت کش نجار طالع مند کا بیٹا تھا۔ جب یہ بچہ ذرا بڑا ہوا تو باپ نے جلدی ہی اسے اپنے ساتھ کام پر لگا لیا جس میں اس نے بڑی جلدی مہارت حاصل کر لی۔

غازی علم الدین شہیدؒ۔ ایک ایسا نوجوان جو کہ ممتاز دانشور، صوفی۔ درویش، عالم، مناظر، مصنف خطیب شعلہ نوا۔ سیاسی رہنما۔ تبلیغی، علم وفضل میں یکتا و منفرد پکا غازی، بہت عبادت گزار نہ تھا بلکہ ایک معمولی مزدور ہاتھ میں تیشہ پکڑنے والا عام انسان تھا۔ اس نے اپنے اسی تیشہ لکڑی سے اپنے دل کے تیشہ کو تیز دھار بنایا اور ایک دن میں تمام منازل عشق طے کرتا ہوا غازی و شہید کے مرتبے پر جا پہنچا اور یہ ثابت کر گیا کہ

کلاو دستار خودی نشان فضیلت

بندہ خدا بنتا ہے تو کردار کا غازی بن

بقول شاعر

پروانے کا حال اس محفل میں ہے قابل رشک اے اہل نظر

اِک شب میں ہی یہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

جب اس جوان کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے سنا تو دلگیر آواز میں آنسو ٹپکاتے ہوئے کہنے لگے اسی گلاں ای کر دے رہ گے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا: یعنی ہم باتیں ہی کرتے رہ گئے اور ترکھان (بڑھیوں) کا لڑکا بازی لے گیا۔

غازی علم الدینؒ کو گرفتار کر کے ان پر سیشن عدالت میں مقدمہ چلا جہاں انہیں سزائے موت کا حکم سنایا گیا سیشن عدالت کے اس فیصلے کے خلاف عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی گئی جن کی پیروی کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کو بمبئی سے لاہور بلوایا گیا یہاں یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ پنجاب کے بعض مشہور وکلاء نے اس مقدمہ کی پیروی کرنے سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ ہندو اسے برا سمجھیں گے۔

قائداعظم نے مقدمہ کے واقعات کو سامنے رکھ کر انتہائی قابلیت کے ساتھ غازی

علم الدین کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے عینی گواہوں کے بیانات پر جرح کی۔

قائداعظم کی بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ راج پال نے "رنگیلا رسول جیسی قابل اعتراض کتاب شائع کر کے پیغمبر اسلام کی توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا چونکہ یہ کتاب اشتعال انگیزی کا سبب بنی اس لیے ملزم نے قتل عمد کا ارتکاب نہیں کیا" لہٰذا اسے سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

محمد علی جناح کے دلائل

قائداعظم نے فرمایا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ملزم واقعی قاتل ہے تو بھی اس کی سزا پھانسی نہیں بلکہ عمر قید ہونی چاہیے۔ اس کے لیے قائداعظم نے یہ دلائل دیئے۔

(1) ملزم کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔

(2) راج پال نے ایسی کتاب چھاپی ہے عدالت عالیہ نے بھی نفاق انگیز اور شر انگیز قرار دیا۔ ملزم نے اسے پڑھا اور بھڑک اٹھا۔

(3) ملزم نے کسی لغو اور ذلیل خواہش سے یہ ارتکاب نہیں کیا بلکہ ایک نفاق انگیز اور شر انگیز کتاب سے غیرت کھا کر ایسا کیا۔

(4) گواہ آتما رام کا دعویٰ تھا کہ وہ چاقو کو پہچان سکتا ہے لیکن جب چاقو اس کے روبرو پیش کیے گئے تو وہ پہچان نہ سکا۔

(5) گواہ آتما رام کباڑی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی نظر کمزور ہے اس طرح ان حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے آتما رام سکھایا یا پڑھایا ہوا گواہ ہے استغاثہ کے یہی تین مبانی تھے اول عینی گواہ، دوم ملزم کو گرفتار کرنے یا کرانے والے۔ سوئم چاقو فروخت کرنے والا کباڑیا۔ ان بیانات کی انتہائی کمزوری ثابت کرنے کے ساتھ ہی استغاثہ کو قائداعظم محمد علی جناح نے بالکل بے حقیقت کر دیا۔

(6) قائداعظمؒ نے کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ جس خون کے دھبے ملزم کے

کپڑوں پر ہیں وہ واقعی مقتول کا ہے میرا دعویٰ ہے کہ یہ خود ملزم کا خون ہے ملزم کا بیان ہے کہ اسے گرفتار کرنے کے بعد ہندوؤں نے مارا پیٹا اور اس مار پیٹ سے اس کی انگلی اور ران پر زخم آئے۔

(7) قائداعظم نے آتمارام کباڑی کی شہادت پر جرح کی اور قائداعظم نے یہ ثابت کیا کہ کوئی دوکان دار اتنا باریک بین نہیں ہوسکتا کہ اپنے ہر گاہک کو یاد رکھے جو کہ اس کی دوکان پر صرف ایک ہی مرتبہ آیا ہو اس کباڑی نے ملزم کو شناخت پریڈ کے دوران ملزم کے چہرے کے ایک نشان کو دیکھ کر پہچانا ہے ظاہر ہے پولیس نے اسے یہ نشان بتلایا ہو گا جس کی بناء پر اس نے ملزم کو شناخت کر لیا۔

(8) قائداعظم نے فرمایا سب سے پہلے میں اس پولیس آفیسر کی شہادت کی جانب عدالت عالیہ کی توجہ مبذول کراتا ہوں جس نے بیان کیا ہے کہ ہم ملزم سے یہ اطلاع پاتے ہیں میں نے آتمارام کباڑی سے یہ چھری خریدی ہے فوراً اس کی دوکان پر پہنچے پولیس نے بذات خود کوئی تحقیق نہیں کہ اور صرف ملزم کے بیان پر اکتفا کیا لیکن دفعہ 27 قانون شہادت کی رو سے ملزم کا بیان عدالت میں بطور شہادت پیش نہیں ہوسکتا میں چاہتا ہوں کہ جج صاحبان اس کا فیصلہ صادر کریں۔

(9) دو عینی گواہوں کے بیانات ہیں یہ دونوں گواہ کیدار ناتھ اور بھگت رام ہیں ان عینی گواہوں کے قابل اعتماد ہونے کو پرکھنے کے لئے میں فاضل ججوں کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں گواہ راجپال کے ملازم تھے ان شہادتوں کے پرکھنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان کے بیانات کے اختلافات کو دیکھا جائے۔

قائداعظم نے گواہ کیدار ناتھ کا بیان پڑھ کر سنایا اور کہا کہ یہ سخت تعجب کی بات ہے اس بیان میں گواہ بھگت رام کا کہیں نام نہیں آیا حالانکہ وہ اس وقت دوکان پر موجود تھا برخلاف اس کے گواہ بھگت رام کا کہنا ہے کہ اس نے ملزم کا تعاقب کیا اور کیدار ناتھ کے ساتھ مل کر ملزم پر کتابیں پھینکیں۔ جرح کے موقع پر بھی

کیدار ناتھ نے بھگت رام کا نام نہیں لیا حالانکہ ایک عینی شاہد کی حیثیت سے کیدار ناتھ کو بھگت رام کا نام سب سے بڑا جزو ہے۔

(10) آخر میں قائداعظم نے فرمایا:

ملزم نوجوان ہے راجپال نے بدنام کتاب شائع کر کے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا تھا۔ اس لیے سزائے موت سخت سزا ہے ملزم پر رحم کیا جائے۔

(مکمل تفصیل کے لیے کتاب غازی علم الدینؒ شہید از علامہ محمد عاطف قادری)

جب عدالت نے "غازی علم الدین" کیس میں سیشن کے فیصلے کو برقرار رکھا اور غازی علم الدین کی سزائے موت برقرار رکھی تو ہندو اخبارات نے قائداعظم کے خلاف زبردست زہر اگلا مشہور متعصب ہندو اخبار "پرتاب نے کئی نوٹ لکھے گپ شپ اور چلت کے نام سے دو کالم چھاپے گئے: اصل میں انگریز حکومت اور انگریز جج نے ایسا غلط اور گھناؤنا فیصلہ کر کے اپنا کردار بے نقاب کر دیا تھا۔ قائداعظم نے جس قابلیت سے مقدمہ کی پیروی کی اس پر روز نامہ الجمیعتہ دہلی نے اپنی اشاعت 20 جولائی 1929ء کو "مسٹر جناح کی باطل شکن تقریر کے عنوان انہیں مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا۔ لاہور ہائی کورٹ سے بھی میاں علم الدین کی اپیل کا فیصلہ صادر ہو گیا اور پھانسی کا جو حکم سیشن عدالت سے ہوا تھا وہی بحال رہا۔ قائداعظم کی مدلل اور موثر تقریر کو پڑھنے کے بعد اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دلائل کس قدر وزنی ہیں اور انہوں نے ماتحت عدالت کی شہادتوں میں جن نقائص کا ذکر کیا تھا ان سے مقدمہ کس درجہ کمزور ہو گیا تھا مگر ہائی کورٹ کے ججوں نے خدا معلوم کن وجوہ کی بناء پر ان دلائل کو قابل اعتبار نہیں سمجھا۔ اس وقت ہائیکورٹ کا فیصلہ موجود نہیں ہے اس لیے ہم اس پر مفصل تنقید نہیں کریں گے جب تک ہمارے سامنے اصل فیصلہ کے دلائل نہ آ جائیں ہم یہ نہیں سمجھتے کہ قائداعظم کی تقریر کے بعد پھانسی کی سزا کسی طرح بحال رہ سکتی تھی۔

(قائداعظم کا مسلک ص 271 بحوالہ اسلام اور قائداعظم 126 تا 133)

تہذیب اسلامی کے علمبردار

صادق حسین طارق

قائداعظمؒ ایک زیرک اور مدبر سیاستدان کی حیثیت سے ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی حالات کا نہایت گہرا مطالعہ رکھتے تھے انہوں نے دیکھا کہ ہندومت نے بدھ، جین مت اور دیگر مذاہب کو اپنے اندر سمو لیا ہے ان کی علمی تعلیمات کو اپنے اندر خلط ملط کر لیا اور یہ خطرہ تھا کہ کہ ہندو مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کے آثار مٹانے کی کوشش کریں گے جس کی ابتداء انہوں نے شدھی، سنگھٹن اور ودیا مندر سکیم جیسی تنظیموں کے ذریعے کر دی تھی اردو سے وہ اس بنا پر نفرت کرتے تھے کہ اس میں عربی کے الفاظ آتے ہیں اور اپنی اکثریت کی بنا پر وہ اس خرابی میں کامیاب ہو رہے تھے۔ ہر مسلم قائد اس کا خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے 3 جنوری 1941ء کو انجمن ترقی مسلمین اور مجلس نوجوانان بمبئی کے مشترکہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> ”مسلم لیگ جو کچھ چاہتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ ان کو دو منطقوں میں جسے وہ اپنا وطن سمجھتی ہے اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی تہذیب وتمدن کو ترقی دینے کا موقع ملے۔“

یہ حقیقت روز روشن کی طرح آئینہ ہے کہ اسلام مساوات وحریت، اخوت محبت رواداری وہمدردی عدل وانصاف اور رحمت ورافت کا مذہب ہے یہ آپس میں اخوت بھائی چارہ صلہ رحمی اور باہمی ہمدردی کی تلقین کرتا ہے، اور کسی کے حق کو غصب کرنے کو سخت

ناپسند اور بُرا جانتا ہے۔اس بات کا اظہار آپ نے بار ہا کیا۔اپریل 1941ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"مجھے یقین ہے کہ جب وقت آئے گا ہمارے وطن کے منطقوں میں آباد اقلیتیں دیکھیں گی کہ ہمارے مسلمان حاکم نہ صرف منصف ہیں بلکہ فیاض بھی ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو۔اسلام کی روایات ہی ایسی ہیں ۔اسلام یہ سکھاتا ہے اور اس نے اپنے پیروؤں کو ایسی ہی وراثت دی ہے"۔(خطبات قائداعظم صفحہ 288)

اسی ماہ میں آپ کو مدارس میں تقریر کرنی پڑی اس میں آپ نے اسلامی تہذیب وثقافت رواداری اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں یوں اظہار خیال فرمایا:

"اقلیتیں جہاں بھی ہوں ان کے تحفظ کا انتظام کیا جائے گا۔ میں نے ہمیشہ یقین کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا ایقان غلط نہیں ۔۔۔۔کوئی حکومت اور کوئی مملکت اپنی اقلیتوں کو اعتماد اور تحفظ کا یقین دلائے بغیر کامیابی کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی، حکومت نا انصافی اور جانبداردی کی بنیادوں پر کھڑی نہیں رہ سکتی ۔اقلیت کے ساتھ ظلم وتشدد اس کی بقاء کا ضامن نہیں ہوسکتا ۔اقلیوں میں انصاف وآزادی امن ومساوات کا احساس پیدا کرنا ہر انتخابی حکومت کی بہترین آزمائش ہے۔اس خصوص میں ہم دنیا کے کسی متمدن ملک سے پیچھے نہیں رہ سکتے، مجھے یقین ہے کہ جب وقت آئے گا تو ہمارا ملکی خطوں کی اقلیتوں کو ہماری روایات وثقافت اور اسلامی تعلیم سے صرف انصاف وصداقت ملے گی۔ بلکہ انہیں ہماری کریم النفسی اور عالی ظرفی کا ثبوت بھی مل جائے گا ہم مول تول نہیں کرتے ہم لین دین کے عادی نہیں ہم صرف عمل پر یقین رکھتے ہیں اور صرف تدبر اور عملی سیاست پر اعتماد رکھتے ہیں ۔(خطبات قائداعظم صفحہ 37)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان میں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہیں اور ان کی عبادت گاہوں اور ان کے جان ومال کی جو حفاظت کی جاتی ہے وہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں ۔ہندوستان جس کو اپنے سیکولر ہونے پر بڑا ناز ہے وہاں آئے دن مسلمانوں پر حملے کیے جاتے ہیں، ان کی جان ومال ہر وقت خطرے میں رہتے ہیں ۔آئے دن وہاں

فرقہ وارنہ فسادات ہوتے ہیں ۔سکھوں کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے، اور مختلف جگہوں پر ہندوستان سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد ہو رہی ہے، لیکن پاکستان میں اس قسم کا فتور کوئی نہیں ہے اس کی یہ وجہ کہ اسلام میں چھوت چھات کا کوئی وجود نہیں اسلام عدل وانصاف، مساوات معقولیت اور رواداری کا حامل ہے، یہاں جو غیر مسلم آباد ہیں ان سے فیاضی کا سلوک رواہ رکھا جارہا ہے ان لوگوں سے بھائیوں جیسا سلوک کیا جارہا ہے۔

قرار داد پاکستان کے بعد اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ قوم ثابت کیا جائے ۔چونکہ اسی قومیت کی بنا پر یورپ کے کئی حصے بخرے ہوئے تھے اور یہ سب قومیں حق خودارادیت کی بنا پر الگ ہوئی تھیں یہاں ہندو اور انگریز اس بات پر مصر تھے کہ ہندوستان کے سب رہنے والے ہندوستانی ہیں ایک قوم ہیں لیکن آپ نے اس کی پر زور مذمت کی یکم جولائی 1942ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو انٹریو دیتے ہوئے یوں فرمایا:

"ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں، زبان وادب، فن لطیفہ وفن تعمیر نام ونسب، شعور اقتدار تناسب، قانون واخلاق، رسم ورواج، تاریخ وروایات اور رجحان مقاصد ہر ایک لحاظ سے ہمار انفرادی زاویہ نگاہ اور فلسفہ حیات ہے، بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف ہماری قومیت کی سلامی دینے کے لئے تیار ہے۔" (خطبات قائداعظم صفحہ 36)

آپ اسلام کی نشاہ ثانیہ کے داعی تھے اور پاکستان کو اس کا مرکز خیال کرتے تھے آپ کا مطالبہ پاکستان درحقیقت ایک ایسا مطالبہ تھا جس کی پشت پر چودہ سو سالہ مسلم تاریخ کام کررہی تھی ۔وہ خلافت راشدہ کی اسلامی روایات اور اسلامی اقدار کو پھر زندہ کرنا چاہتے تھا۔آپ نے فرمایا:

"میں کہتا ہوں کہ تین چوتھائی لے لو اور میری ایک چوتھائی پر حسد نہ کرو مجھے" اپنی اسلامی تاریخ" کی روشنی میں اپنی ثقافت اور اپنی زبان کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے دو اور تم بھی اپنے علاقوں میں یہی کرو ۔۔۔۔۔۔آؤ اس طرح امن کے ساتھ

گذر بسر کریں۔"

ایمان، اتحاد اور تنظیم کو اپنا اصول بنانے کی میں نے گذشتہ مرتبہ اپیل کی تھی اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو اور اپنی متاع عزیز اس بیش بہا وراثت اسلامی کو محفوظ و مامون رکھنا چاہتے ہو تو سب اور اسی وقت اس کا عہد کر لو اور کام کا آغاز کر دو اور کیئے ہی جاؤ، مسلم لیگ کو منظم کرو یہی تمہارے آخری محرکات ہیں اور تمہارے آخری اور قطعی اسلحہ بھی ہیں جو تم بنا سکتے ہو، اگر تم میں بے غرضی باہمی تعاون جذبہ خدمت اور مل جل کر کام کرنے کی صفات پیدا ہو جائیں تو اس کرہ ارض کی کوئی طاقت تمہیں دبا نہیں سکتی۔" (جناح کی تقریر صفحہ 331/2)

طلباء کسی قوم کا وہ قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں جو آئندہ چل کر اس قوم کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور ملک کو ترقی و سرفرازی کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ لہذا ان کی تعلیم و تربیت عمدہ اور اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیئے اور طلباء کو بھی اپنی توجہ تعلیم کی طرف دینی چاہیئے۔ اسی بنا پر آپ طلباء پر زور دیا کرتے کہ وہ دل لگا کر تعلیم حاصل کریں اور اسلامی روایات کو اپنائیں اور انہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ طلباء دوران تعلیم سیاست میں حصہ لیں (جیسا کہ موجودہ سیاستدان طلباء کو اپنی سیاست کا آلہ کار بناتے ہیں یہ انتہا درجہ کی بددیانتی اور قومی بے وفائی ہے) 15 نومبر 1942ء کو کل وفاق مسلم طلباء اجلاس بمقام جالندھر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''میں آپ کو متنبہ کر دوں کہ جب تک آپ کا سلسلہ تعلیم جاری ہے آپ کی سیاسی سرگرمیاں صرف نظری ہونی چاہئیں موجودہ سیاسی جدوجہد میں جو اس وقت ملک میں جاری ہے عملی حصہ لینے سے طلباء کو احتراز کرنا چاہیئے آپ ہندوستان کے مسلمان طلباء کی اس طرح تنظیم کیجئے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کی معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی ترقی وارتقاء کیلئے، تعمیری لائحہ عمل ترتیب دیں۔ ثقافت اسلامی اور تعلیمات محمدیؐ

کا احیا کریں اور ہندوستان کے مختلف اقوام وملل کے درمیان بھائی
چارہ اور خیر سگالی کے احساسات کو ترقی دیں۔''

آپ کو فرقہ پرستی سے شدید نفرت تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے:

''1936ء میں قائداعظم محمد علی جناح پشاور تشریف لائے، ان کے قیام کے دوران پشاور میں شیعہ کانفرنس ہو رہی تھی، پشاور شہر کے محلہ خداداد کے رہنے والے ایک صاحب غلام حسین نے کانفرنس کے زعماء کے لیے ٹی پارٹی کا اہتمام کیا جس کے لئے انہوں نے دعوتی کارڈ بھی چھپوائے، وہ مہمان نوازی کے طور پر قائداعظمؒ کے پاس منڈی بیری میں ان کی قیام گاہ پر آئے اور ایک دعوتی رقعہ انہیں دیا قائداعظمؒ نے اپنے ناظم مہمان سردار محمد یونس سے پوچھا کیا یہ دعوت نامہ آپ میں سے کسی رضا کار کو بھی دیا گیا ہے، رضا کاروں نے جواب دیا نہیں، قائداعظم کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بڑے غور سے کارڈ کے مندرجات کو پڑھا پھر پیر بخش خان ملک، شاہ محمد، اور محمد یونس کو کہا کہ غلام حسین سے کہو میں ایسی پارٹی میں شرکت سے معذرت چاہتا ہوں جس سے فرقہ پرستی کی بو آرہی ہے، اسلام نے فرقہ پرستی کی شدید مخالفت کی ہے اور مسلمانوں کو ایک دائرے میں شامل ہو کر متحدہ قومیت بننے کا سبق دیا ہے، اس لئے جب دعوت صرف اثناءعشریہ فرقے کی طرف سے ہے تو پھر میرا اس میں شرکت کرنا میرے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ میں اثناءعشریہ نہیں ہوں، میں تو سیدھا سادہ مسلمان ہوں جو رنگ ونسل زبان اور ذات پات پر قطعاً یقین نہیں رکھتا۔''

(قائداعظمؒ اور سرحد از عزیز جاوید)

یہ ایک اتنی بڑی حقیقت ہے کہ اس فرقہ پرستی نے پاکستان کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے، آج مسجدوں اور امام باڑوں میں بم پھینکے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے یہ کس قدر غریب عوام پر ظلم وزیادتی ہے اس طرح جان بوجھ کر مسلمانوں کا خون کرنے اور کرانے والا ظالم ہے، جس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ کاش کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم

کو مانتے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو، اس کے رسولؐ کے حکم کو مانتے۔ ''اے مسلمانو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' اور اپنے قائد کے فرمان ''اتحاد ایمان اور تنظیم'' پر عمل کرتے افسوس کہ ہم ان تینوں کے حکم نہیں مانتے اور مسلمانوں کا قتل کرتے جاتے ہیں اس پر طرہ یہ کہ ہم مسلمان ہیں اور جنت میں جائیں گے، میرے عزیز دوستو! اتنا بڑا تضاد کسی مذہب مسلک میں جائز نہیں ہے، خدا کے لیے متحد ہو جاؤ اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو، آؤ عہد کریں کہ ہم فرقہ پرستی نہیں کریں گے تاکہ قائداعظم کی روح کو تسکین ملے۔

ہم سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ قائداعظمؒ ہمیشہ سوٹ میں رہا کرتے تھے لیکن جب قوم کے قائد بنے تو انہوں نے شلوار قمیص زیب تن کرنا شروع کر دیا اور سر پر ٹوپی رکھتے، چونکہ یہ چیزیں اسلامی تہذیب کی مظہر تھیں، پہلی صورت میں آپ یورپین تہذیب کے علمبردار تھے اور اس کے بعد آپ نے ایک پکے سچے مسلمان کی زندگی بسر کرنا شروع کردی تھی، لیکن ہم نے قائداعظم کے ابھارے ہوئے قومی واسلامی تشخص کو نہ اپنایا یہی وجہ ہے کہ ہم ابھی تک اپنا تشخص ہی قائم نہ کر پائے کیا یہی طرز وفاداری ہے؟۔

اگر ہم آج قائداعظمؒ کے افکار ونظریات کو عملی جامہ پہنانے کا عہد کرلیں او راس پر عمل پیرا ہو جائیں تو کیسا رہے گا، کیا ہم اس طرح قوم وملک کی زیادہ خدمت نہ کریں گے اور قائداعظمؒ کی روح کو زیادہ تسکین نہ ملے گی، کمر ہمت باندھیں یہ کام قطعاً مشکل یا ناممکن نہیں ہے اسی میں ہماری دنیا اور دین کی فلاح ہے۔

(قائداعظم افکار ونظریات :68 تا 73 مؤلف صادق حسین طارق)

حاصلِ مطالعہ

نوراللہ رشیدی

(1) یاد رکھو کہ مسلم کا خدا ایک ہے، قرآن ایک ہے، اور پیغمبرؐ ایک ہے، ہمارا ایلیٹ فارم بھی ایک ہی ہونا چاہے، اور ہماری آواز بھی ایک ہے، اور ہمارا نصب العین فقط پاکستان ہے۔

(محمد علی جناح ص 21، قائداعظمؒ، وادی بولان میں پہلی بار ص 57)

صرف خدا کے سامنے جھکو:

(2) یکم مارچ 1941ء کو قائداعظمؒ لاہور تشریف لائے بڑا شان دار جلوس نکلا اسلامیہ کالج گراونڈ میں تقریر کی اور مسلم سٹوڈنس فیڈریشن کے پرچم کی رسم ادا کی، اس روز شام کو فلیٹز ہوٹل میں فیڈریشن نے گارڈن پارٹی کا اہتمام کر رکھا تھا، مقررہ وقت پر قائداعظم ہلکے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے لان میں داخل ہو رہے تھے، استقبال کرنے والوں میں فیڈریشن کے عہدے داروں کے علاوہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل خواجہ دل محمد بھی تھے کہ یکا یک پر جوش مسلم لیگی نوجوان خواجہ اشرف نے جھک کر عقدت سے ان کے گھٹنے چھولیے

قائداعظمؒ: ''مائی بوائے! صرف خدائے بزرگ برتر کے سامنے جھکنا چاہے اسلام اسی کی تلقین کرتا ہے یہ بات ذہن میں رکھو اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا خواجہ دل محمد: سر یہ محبت ہے۔

خواجہ دل محمد اشرف یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قائداعظمؒ نے اپنا فقرہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھانے کے بعد تین دفعہ دہرایا تھا۔ (گفتار و کردار قائداعظم ص 92)

نعرہ تکبیر کے بعد کسی نعرہ کی ضرورت ہے نہ گنجائش:

(3) جولائی 1946ء میں قائداعظم مجلس اتحاد المسلمین کے صدر مولانا مظہر علی کامل کی دعوت پر حیدرآباد دکن تشریف لے گئے 12 جون 1944 کو آپ نے حیدرآباد کی وسیع اور عریض مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کی قائداعظم کی موجودگی کی وجہ سے نمازیوں کی کثرت کا عالم تھا کہ صفیں سڑک پر چارمینار تک پھیلی ہوئی تھیں جیسے سارا شہر وہاں نماز پڑھنے سمٹ آیا ہو۔

اس مجمع میں مولوی بادشاہ اور مولوی ولی اللہ جیسے بہت سے اور مشائخ بھی شامل تھے نماز کے بعد قائداعظم کو منبر تک پہنچایا گیا اور ان پر پھول برسائے گئے اس دوران پرجوش حاضرین مختلف نعرے لگاتے رہے مسجد سے واپسی پر مولانا مظہر علی کامل سے قائداعظم کی یہ گفتگو ہوئی۔

قائداعظم: مولانا صاحب مسجد میں یہ جو عثمان علی خان زندہ باد اور قائداعظم زندہ باد کے نعرے لگائے جارہے تھے آپ نے سنے ہوں گے۔

مولانا: جی ہاں عوام و خواص ان نعروں سے اپنے جوش اور ولولہ کا اظہار کر رہے تھے۔

قائداعظم: مجھے جوش اور ولولہ پر اعتراض نہیں میں تو یہ کہتا ہوں کہ نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے بعد ان نعروں کی کوئی ضرورت ہے نہ گنجائش عوام کو ان نعروں سے ہٹایئے۔ (گفتار و کردار قائداعظم صفحہ 160)

میرا محافظ میرا خدا ہے:

(4) وسط 1948ء میں جب قائداعظم رحمہ اللہ شملہ تشریف لے گئے تو بعض لیگی کارکنوں نے محسوس کیا کہ قائداعظم کے لئے خصوصی حفاظتی انتظامات کی ضرورت ہے۔

کارکن :ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دشمن آپ کی جان کے درپے ہیں اس لئے اجازت دیجئے کہ ضروری حفاظتی اقدامات کیے جائیں۔

قائداعظم : مجھے خدا کی ذات پر بھروسا ہے۔ خدا ہی سب سے بڑا محافظ اور چارہ گر ہے۔

کارکن: جناب آپ کی سلامتی کی سب سے بڑی ضرورت ہے بلاشبہ اللہ تعالی ہی حامی و ناصر ہے لیکن اس نے دشمن کے وار سے بچنے کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

قائداعظم : آپ مصر ہیں تو اسلامیہ کالج لاہور کے ان طلبا کو بلائیں جنہوں نے اس جنوری میں لاہور میں میری حفاظت کا انتظام کیا تھا۔(گفتار و کردار قائداعظم صفحہ 155)

مسلمان مصیبت میں نہیں گھبراتا:

(5) خدا جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کو امتحان اور آزمائش میں ڈالتا ہے اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو شے آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہو اس کی قربانی دیں، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے عزیز بیٹے کی قربانی پیش کی آج بھی خداوندکریم پاکستان کے مسلمانوں کا امتحان لے رہا ہے اللہ تعالی نے ہم سب سے بہت ہی بڑی بڑی قربانیاں طلب کی ہیں ہماری نوزائیدہ مملکت دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے چور ہے چاروں طرف سے تاریک بادلوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے، مگر ہم ان کے خوف سے روک نہیں سکتے

کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے قربانی کا وہی جذبہ پیش کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا تھا تو مصیبتوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح ہم پر بھی اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا۔ پیغام عید 24 اکتوبر 1947 قائداعظم جناح۔

(برصغیر کا مرد حریت صفحہ نمبر 407)

علم غیب خدا کو ہے:

(6) 11 جولائی 1946 کو قائداعظم نے حیدرآباد دکن میں ایک جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت میدان سیاست میں ہندو اور مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے لوگ پوچھتے ہیں کہ کون فتح یاب ہوگا علم غیب خدا کو ہے، لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری قطعی رہبر بنا کر شیواہ صبر ورضا پر کاربند ہوں اور اس ارشاد کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں۔ ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے تھے۔

(قائداعظم کے مہ وسال ص 270)

اپنے گھر کی خبر اور مددِ خداوندی:

(7) 6 نومبر 1946 کو قائداعظمؒ نے دہلی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمان کو اپنے گھر کی خبر لینے کے متعلق فرمایا مجھے معلوم ہے کہ مسلمان دلیر اور بہادر ہیں مگر یہ وقت ایسا ہے کہ انہیں اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے کیا تم نے اپنے گھر کی حالت درست کر لی؟ اس سوال پر غور کیجئے اور خود اپنے دل سے پوچھئے کہ اس کا جواب کیا ہے میں جہاں کہیں جاتا ہوں یہی سنتا ہوں قائداعظمؒ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں میں کہتا

ہوں قائداعظمؒ ہرگز ہرگز حکم دینے کے لیے تیار نہیں جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کا جو خون بہے گا وہ رائیگاں نہ جائے گا، اگر میں یہ یقین کیے بغیر مسلمانوں کو حکم دے دوں تو میں جنرل نہیں ہوں گا، بلکہ مجرم ہوں گا اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں پہلے اپنے گھر کی حالت درست کرو کافی دیر ہوگئی ہے، مگر ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا بلند بانگ دعوؤں اور باتوں کی ضرروت نہیں ہے، مسلمانوں نے ایک ایسا آدمی ڈھونڈ لیا ہے جو ان کی کمزوریوں اور خوبیوں دونوں سے واقف ہے، لہٰذا اس کا ہاتھ بٹاؤ اور اس کی مدد کرو میں بھی انسان ہوں کبھی غلطی ہو سکتی ہے، لہٰذا ہر شخص کو اختیار ہے کہ میرے کام کے بارے میں مشورے دے اور اس پر تنقید کرے، یقین کیجئے کہ ہر خط اور تار جو مجھے بھیجا جاتا ہے میں خود پڑھتا ہوں ایک ایک سطر پڑھتا ہوں اور میرا زیادہ تر وقت اسی میں گزرتا ہے، لہذا ہر مسلمان زبانی باتوں کی بجائے جو کچھ سوچے محسوس کرے مجھے لکھے میں مشورہ کروں گا اور مناسب ہوا تو اس کا مشورہ قبول کروں گا میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدا نے میری مدد کی تو انشاء اللہ میں ان کو ان کی منزل سے قریب لے جاؤں گا۔

(قائداعظم کو ئز ص148)

بنیاد کلمہ توحید:

(8)8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے وطن نہیں اور نہ ہی نسل ہندوستان کا جب یہی فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد بن گیا ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔

(قائداعظم کی دینی بصیرت ص429، قائداعظم ایک ہمہ گیر شخصیت ص118)

لنکنز اِن میں داخلہ کیوں لیا؟

جب محمد علی جناح قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان گئے تو پہلے ایک سال لگا کر انہوں نے قانونی درسگاہوں میں داخلے کا امتحان امتیاز سے پاس کیا اس کے بعد موزوں درسگاہ کی تلاش ہوئی اس زمانے میں لندن میں قانون کی تعلیم کے چار مشہور ادارے تھے۔

مڈل ٹمپل، انٹر ٹمپل، گریزاں، اور لنکنز

ان کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ ان چار اداروں میں گئے جب وہ لنکنز پہنچے تو دیکھا کہ اس کے صدر دروازے پر لاطینی میں کچھ عبارت کندہ ہے اس وقت ان کے اپنے گائیڈ سے یہ گفتگو ہوئی

جناح: یہ کیا ہے۔

گائیڈ: فریسکو (fresco) دیواری نقش و نگار۔

جناح: اس پر کیا لکھا ہے؟

گائیڈ: دنیا میں جتنے عظیم مقننین آئے ہیں ان کے نام لکھے ہوئے ہیں

جناح: سب سے اوپر کس کا نام ہے

گائیڈ: مقنن اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

1947 میں کراچی بار کے وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا!

"بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے عظیم ترین مقنن اور مدبر تھے یہ دیکھتے ہی کہ ان کا نام نامی قانون دانوں کی فہرست میں سب سے اوپر درج ہے میں نے لنکنز اِن میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا"

(گفتار و کردار قائداعظم صفحہ 45 تا 43)

کبر بادشاہ کی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی:

(10) جب 14 اگست 1947 کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن آزادی کی تقریبات میں حصہ لینے کراچی آئے تو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

ماؤنٹ بیٹن: مجھے امید ہے کہ اقلیتوں کے سلسلے میں پاکستان میں اکبر کی تقلید کی جائے گی۔

قائداعظم: ہمیں اکبر بادشاہ کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ ہم اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے جنہوں نے تیرہ سو سال پہلے صرف الفاظ ہی سے نہیں بلکہ عملاً عیسائیوں اور یہودیوں سے انتہا درجہ کی رواداری کی اور ان کے عقیدے اور دین کا احترام کیا.

خدا پر بھروسہ رکھو:

(11) مسلمانوں کی تعداد تو ہندوستان میں 9 کروڑ ہے لہذا انہیں اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر پیچھے نہیں رہ جانا ہے جب تک اسلامی خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے ان کو کسی چیز سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اغیار کی مدد کے بغیر ہی اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے۔

(انقلاب لاہور 12 مارچ انیس سو چالیس صفحہ نمبر 5 گفتار قائداعظم صفحہ نمبر 241 محمد رسول اللہ سلم کا پاکستان صفحہ نمبر 137)

نظام حکومت کی بنیاد

مسٹر بدر! خوب یادرکھو دنیا کی تمام مشکلات کا حل اصل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے اسی کی قیام کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی ترک کر کے عظیم مفکر علامہ اقبال کے اصرار پر واپس آ گیا انشاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہی ہوگا اور ایک ایسی فلاحی اور مثالی سٹیٹ قائم ہوگی کہ دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی مطمئن رہو اور دل پر نقش کر لو کی یونیسٹ اور کانگریسی جو مجھے کافر اعظم کہتے ہیں اور برطانوی ایجنٹ کہتے ہیں وہ ماڈرن ازم کیپٹل ازم وغیرہ جیسے فتنے اگر پوری قوت سے بھی میرے گرد گھیرا ڈال لیں تب بھی مجھے اس جادہ حق سے نہیں ہٹا سکتے میں قانون دان یا سیاست ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی ہوں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ان فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کی راہ میں جان بھی قربان کرنی پڑی تو مجھے اس سے بھی گریز نہ ہوگا۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان، صفحہ 154)

سوشلزم اور کیپٹل ازم کا رد

سوشل ازم کیپٹل ازم اور متحدہ قومیت کا فریب محض وہی لوگ دے رہے ہیں جو مسلم قوم کے دشمن ہیں اور ہمیشہ اسلام سے غداری کرتے رہیں انشاء اللہ پاکستان قائم ہو کر رہے گا اور پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام اور کیمونزم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی بلکہ اسے الگ صحیح اسلامی فلاحی مملکت بنائی جائے گا لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان قائم ہوا تھا تو چند دن بھی زندہ نہیں رہے گا لیکن میرا ایمان ہے کہ خداوند کریم اسے ہمیشہ رکھے گا۔

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکستان صفحہ 154، بحوالہ نقوش قائداعظم رحمہ اللہ تعالی)

میرے ہادی اور آقا کی تعلیمات میں مایوسی کا لفظ نہیں:

پاکستان کو خدا نے ہر چیز دے رکھی ہے معدنیات اور زراعت کے وسیع وسائل اقتصادیات کی ترقی کے روشن امکانات، ملک کو صنعتی بنانے کے ذرائع غرض کہ ہر چیز پاکستان میں موجود ہے، قدرت کی فیاضی نے اس ملک کو دولت سے مالا مال کر رکھا ہے لیکن ضرورت محنت خلوص اور دیانت داری کی ہے، اگر پاکستانی مسلمان اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کر سکے ۔۔۔۔۔۔۔اور انشاء اللہ میری قوم میں یہ اوصاف پیدا ہو کر رہیں گے، میں مسلمانوں سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ میرے ہادی اور آقا کی تعلیمات میں مایوسی کا لفظ تک نہیں۔

زندہ قوموں کو انتہائی مصائب اور مشکلات میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے،

مسلمانوں کو تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب وہ مصیبتوں، مشکلوں، طوفانوں آندھیوں میں گھر جائے تو غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر اپنے خدا کی طرف رجوع کرے، کیونکہ وہی مصیبتوں کو راحتوں میں تبدیل کرنے پر قادر ہے، تو مسلمان کسی مصیبت سے کیوں خوف زدہ ہوں، مسلمانوں کو دشمن کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ پوری طاقت سے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

(محمد علی جناح ص 176 بحوالہ قائداعظم بستر مرگ پر)

ہماری نجات اسوہ حسنہ پر چلنے میں ہے:

فروری 1947ء کو قائداعظمؒ نے شاہی دربار سبی بلوچستان میں ایک بیان میں فرمایا کہ:

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر نے ہمارے لئے بنایا ہے، ہمیں چاہے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔''

(قائداعظم کے مہ وسال ص 285)

سجدہ شکر:

جب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری قوم آزاد ہے تو میرا سر عاجزی سے بارگاہ رب العزت میں جھک جاتا ہے، یہ کہہ کر قائداعظم کی آنکھوں میں چمک آگئی، چہرے پر سرخی دوڑ گئی آواز بلند ہوگئی۔

(رسول اللہ ﷺ کا فیض)

آپ نے کہا کہ یہ مشیت خداوندی اور رسول اللہ ﷺ کا فیض ہے کہ جس قوم کو برطانوی اور ہندو سامراج نے برصغیر سے حرف غلط کی طرح مٹانے کی سازش کر رکھی تھی آج وہ قوم آزاد ہے، اور اس کا اپنا ملک ہے، اپنا جھنڈا ہے اپنی حکومت اپنا سکہ ہے اور اپنا آئین ودستور ہے، کیا کسی قوم پر اس سے بڑھ کر خدا کا کوئی اور انعام ہوسکتا ہے؟

خلافت:

یہی وہ خلافت ہے جس کا وعدہ خدا نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا اگر تمہاری امت نے صراط مستقیم کو اپنے لئے منتخب کرلیا تو ہم اسے زمین کی حکومت دیں گے، خدا کے اس انعام عظیم کی حفاظت اب سب مسلمانوں کا فرض ہے اگر مسلمان نیک نیتی، دیانت داری، خلوص اور نظم وضبط سے دن رات کام کرتے رہے اور اگر ان میں ذاتی مفاد جاہ طلبی اور نفاق کا مرض پیدا نہ ہوا تو انشاء اللہ چند سالوں میں دنیا کی بڑی قوموں میں ان کا شمار ہونے لگے گا، ان کا ملک امن وآشتی، تہذیب وتمدن، ثقافت وشرافت کا مرکز ہوگا اور اس کی حدود سے ترقی کی شعاعیں نکل کر سارے ایشیا کی راہ نمائی اور رہبری کریں گی اور ایشیا کو امن وترقی کا راستہ دکھائیں گی۔

(حیات قائداعظم ص 108 تا 109)

مجھے اسلامی تہذیب سے محبت ہے:

اسٹریچی ہال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک معرکۃ الآ راء تقریر کے دوران فرمایا مجھے بہ حیثیت مسلمان دوسری اقوام کے تمدن، معاشرت اور تہذیب کا پورا احترام ہے لیکن مجھے اپنے اسلامی کلچر اور تہذیب سے بہت زیادہ محبت ہے، میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہماری آنے والی نسلیں اسلامی تمدن اور فلسفہ سے بالکل بے بہرہ ہوں۔

(ہفتہ وار پیمبر، اخبار لاہور، 17 فروری 1938ء، ص 5، محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان ص 134)

ہمیں اسلامی اقدار کی حفاظت کرنی ہے:

25 اگست 1947ء کو فرمایا یہ ہمارا مقصد ہونا چاہیئے کہ نہ صرف ہمیں نفسانی خواہشات اور ہر قسم کے خوف کو ختم کرنا ہے بلکہ آزادی، ہمدردی، اور مساوات کو محفوظ کرنا ہے جیسا کہ ہم پر اسلام نے فرض کیا ہے۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان 117)

قرآنی اصولوں کو جاری کرنے کی خواہش:

ستمبر 1945ء کا واقعہ ہے کہ قائداعظمؒ لاہور میں نواب ممدوٹ کے یہاں ٹھر ے ہوئے تھے کہ شاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا غلام مرشد ملاقات کے لئے آئے تھے، نواب ممدوٹ نے مولانا موصوف کا قائداعظم سے تعارف کرایا اس موقع پر یہ گفتگو ہوئی۔

مولانا: آپ کی ان تھک مخلصانہ جدوجہد کے تمام مسلمانان ہند قدردان ہیں یہ میری خوش نصیبی ہے، کہ آج آپ سے ملاقات کا موقع ملا ہے، میں اپنے ساتھ مسٹر مسعو کو ترجمان کی حیثیت سے لایا ہوں، انہوں نے کئی سال میرا درس قرآن سنا ہے۔

قائداعظمؒ: (قرآن مجید کا ذکر سن کر اپنی میز سے انگریزی ترجمہ کے قرآن مجید کا ایک نسخہ اٹھاتے ہوئے) اس کتاب میں معاشی، اخلاقی، اور انتظامی امور پر مکمل ہدایات موجود ہیں میں ان ہی اصولوں کو جاری کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ میری مدد فرمائیں گے؟

مولانا: میں آپ کا ادنی سپاہی ہوں، آپ جیسا حکم دیں گے ویسا ہی عمل ہوگا، اس موقع کے راوی نسیم حجازی صاحب، مسٹر مسعود کے حوالے سے 8 ستمبر 1980ء کے اخبار جیال "میں لکھتے ہیں کہ جب اس ملاقات میں قرآن کے قانون شہادت کا ذکر آیا تو قائداعظم نے نہایت احترام سے کہا:

ایسا قانون شہادت کہیں نہیں ملے گا، مثلاً یہ کہ ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے مطابق ہونی چاہیے یہ کتنا صحیح اور عالم گیر اصول ہے۔

یہ سن کر مولانا نے چند آیات قرآنی کا حوالہ اس ضمن میں پیش کیا:

نسیم حجازی، مسعود صاحب کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ اس گفتگو سے قائداعظمؒ کی قرآنی فہمی کا پتا چلتا تھا اور احترام ومحبت کے ساتھ انہوں نے قرآن کی تعلیمات کا ذکر کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پاکستان کی سیاست کی بنیاد ہی ہمہ گیر اصولوں پر رکھیں گے۔

(گفتار و کردار قائداعظمؒ، ص429 تا 230)

پاکستان کا نظام:

1940 میں قرارداد پاکستان کے موقع پر سرحد (خیبر پختونخواہ) سے جو اٹھارہ رکنی وفد مسلم لیگ کے اس تاریخی اجلاس میں شریک ہوا اس کے ایک رکن خان بخت جمال خان بھی تھے جو بعد کو 1941ء سے 1945ء تک سرحد مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔

بخت جمال خان مسلم لیگ کے بہت مخلص اور پر جوش کارکن تھے قرارداد پاکستان کی انہوں نے بھی پرزور تائید کی اس تاریخی اجلاس کے بعد انہیں قائداعظم سے چند باتیں کرنے کا موقع ملا تو یہ مکالمہ ہوا۔

بخت جمال: کیا مسلمانوں کی الگ مملکت بن جانے کی صورت میں یہاں قرآنی نظام نافذ ہوگا؟

قائداعظم: یقیناً اس میں کیا شک ہے۔

بخت جمال: یہ آپ کا وعدہ ہے؟

قائداعظم: ہاں بالکل ہے۔

بخت جمال: (اپنا ہاتھ قائداعظم کے ہاتھ میں دیتے ہوئے) یہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہے میں اسلامی مملکت کے قیام کی خاطر ہر قسم کی قربانی دوں گا۔

(گفتار و کردار قائداعظم ص426)

قرآن حکیم کے ہوتے ہوئے تمہیں ڈر کس کا ہے؟

ایک دفعہ میاں بشیر احمد قائداعظمؒ سے ملنے ان کی کوٹھی 10 اورنگ زیب روڈ دہلی میں حاضر ہوئے تحریک پاکستان پر گفتگو ہو رہی تھی۔

میاں بشیر: لوگ کہتے ہیں لاہور ریزولیوشن تو پاس ہو گیا لیکن پاکستان شاید سو برس میں بن سکے گا، ہماری قوم میں بڑی کمزوریاں ہیں ہم پاکستان کیسے بنا سکیں گے؟

قائداعظم: (میز پر رکھے قرآن مجید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جب ہمارے پاس یہ کتاب موجود ہے میاں صاحب تو پھر ہمیں کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت

نہیں۔ آفتاب احمد اپنی کتاب قائداعظم چند یادیں چند ملاقاتیں "میں میاں بشیر احمد کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "میاں صاحب نے مزید کہا کہ اس سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اتنے راسخ العقیدہ مسلمان ہیں، وہ دراصل اپنی مذہبی نمائش نہیں کرنا چاہتے تھے۔ (گفتار و کردار قائداعظم ص 421)

الم ترکیف:

تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے قائداعظم کو کٹھن بڑی پڑ رہی تھی، لیکن وہ اللہ کی نصرت پر کامل یقین رکھتے تھے، قرآن حکیم نے ان کے اس یقین کو اور مستحکم کر دیا تھا ایک روز ممدوٹ ولا میں رانا نصر اللہ خان، قائداعظم کی خدمت میں حاضر تھے تو یہ گفتگو ہوئی۔

قائداعظم ؛میں نے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ کئی بار پڑھا ہے، مجھے اس کی بعض سورتوں سے بہت تقویت ملتی ہے۔

رانا: مثلاً؟

قائداعظم :وہ چھوٹی سی سورت ہے جس میں ابابیلوں کا تذکرہ ہے۔

رانا: الم ترکیف فعل ربک۔

قائداعظم :جی ہاں !اللہ تعالیٰ نے جس طرح کفار کے بڑے لشکر کو ابابیلیوں کے ذریعے شکست دی اسی طرح ہم لوگوں کے ذریعے انشاء اللہ کفار کی قوتوں کو شکست ہوگی۔

اس واقعہ کے راوی رانا نصر اللہ خان کہتے ہیں کہ:

قائداعظم سورۃ الم ترکیف بہت شوق سے سنتے تھے اور اپنی بات چیت اور فقروں میں قائداعظم اکثر "الم ترکیف "انشاء اللہ اور اللہ کو اگر منظور ہو "جیسے فقرے استعمال کیا کرتے تھے۔

(گفتار و کردار قائداعظم ص115 تا116)

مسلمان کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی رُتبہ نہیں:

30 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور میں بہت بڑے اجتماع کے سامنے زبردست تقریر کی اس تقریر میں پاکستان کو درپیش مسائل کا جائزہ لینے کے بعد کہا: اگر ہم قرآن پاک کو راہ نما بنائیں تو فتح ہماری ہوگی۔ قائداعظم جس وقت تقریر کررہے تھے, شدت جذبات سے ان کی زبان سے پورے الفاظ ادا نہیں ہورہے تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے کسی جلسہ میں موت کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا: اپنا حوصلہ بلند رکھئے موت سے خوفزدہ نہ ہوں ہمارے مذہب نے ہمیں بتایا کہ ہم سفرآخرت کے لیے ہر وقت تیار رہیں ہمیں حوصلے اور جرات کے ساتھ موت کا سامنا کرنا چاہئے تاکہ پاکستان اور اسلام کے ناموس کی حفاظت کی جاسکے مسلمان کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں اپنا فرض انجام دیجئے اور خدا پر کامل اعتماد رکھئے دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا وجود ختم نہیں کرسکتی پاکستان ہمیشہ قائم رہے گا۔

(حیات قائداعظم ص82)

قرآن میں شراب ممنوع ہے

محمد جان: قرآن میں شراب ممنوع ہے، کیا پاکستان میں شراب بند ہوگی۔
قائداعظم: بے شک! پاکستان میں شراب پر پابندی ہوگی۔ (تفصیل کے لیے کتاب ''میری آخری منزل'' سوانح عمری جنرل اکبر خان، صفحہ (ص 240۔239))
(گفتار و کردار قائداعظم: ص 421)

ایک اللہ ایک رسول اللہ ﷺ اور ایک ملت:

پاکستان کے مقاصد کے بارے میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ذہن بہت صاف تھا 1945ء میں فرنٹیئر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو اپنے پیغام میں انہوں نے فرمایا: پاکستان ہمارے لئے صرف آزادی کا ذریعہ نہیں ہے۔ بلکہ مسلم آئیڈیالوجی بھی ہے جس کا تحفظ ہمارا فرض ہے۔اسی طرح مسلم لیگ کے کراچی اجلاس منعقدہ 1945 میں انہوں نے نہایت خوبصورت انداز میں کہا تھا:

وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہو جاتے ہیں وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی؟ وہ رشتہ وہ چٹان خدا کی کتاب قرآن مجید ہے، ایک اللہ ایک رسولؐ اور ایک امت۔

قرآنی آئین

جولائی 1947ء کا واقعہ ہے قائداعظم رحمہ اللہ دہلی میں 10 اورنگزیب روڈ پر اپنی کوٹھی میں قیام پذیر تھے اور قیام پاکستان سے متعلق معاملات کو سمجھا رہے تھے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

علامہ عثمانی: آپ کو قیام پاکستان مبارک ہو۔

قائداعظم رحمہ اللہ: مبارکباد کے مستحق تو آپ لوگ ہیں، جنہوں نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔

علامہ عثمانی: اب جبکہ اللہ کے فضل وکرم سے پاکستان بن رہا ہے آپ یہ فرمایئے کہ پاکستان میں آئین کونسا ہوگا۔

قائداعظم رحمہ اللہ: پاکستان میں قرآنی آئین ہوگا میں نے قرآن پاک بمع ترجمہ پڑھا ہے اور میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہو سکتا میں نے مسلمانوں کا سپاہی بن کر پاکستان کی جنگ جیتی ہے۔ قرآنی آئین کا ماہر میں نہیں آپ اور آپ جیسے علماء ہیں۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ دوسرے علماء کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنے ملک پاکستان کے لیے قرآنی آئین کا مسودہ تیار کریں۔

قرآنی احکام:

1945ء میں قائداعظمؒ نے اپنے پیغام عید میں مسلمانوں کو قرآنی احکام کے بارے میں فرمایا:

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام، مذہبی اور اخلاقی فرائض تک محدود نہیں جیسا کہ گبن نے کہا تھا اوقیانوس سے گنگا تک قرآن کو دینیات میں بلکہ شہری اور تعزیری قوانین تک بنیاد سمجھا جاتا ہے اور وہ قوانین جن سے بنی نوع انسان کے اعمال اور حقوق کی حد بندی ہوتی ہے وہ بھی خدا کے غیر متبدل احکام سے متعین ہوتے ہیں۔

جاہلوں کی بات الگ ہے ورنہ ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے مذہبی، سماجی، شہری کاروباری فوجی عدالتی تعزیزی اور قانون ضابطہ حیات جو مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک تمام افراد سے لے کر ایک حقوق تک اخلاق سے لے کر جرم تک اس دنیا میں جزا و سزا سے لے کر اگلے جہاں کی سزا و جزا تک حد بندی کرتا ہے۔

(قائداعظم کوئز ص 145 تا 146)

مجھے مشورے دے:

ہر شخص کو اختیار ہے کہ میرے کام کے بارے میں مشورے دے اور اس پر تنقید کرے، یقین کیجئے کہ ہر خط اور ہر تار جو مجھے بھیجا جاتا ہے میں خود پڑھتا ہوں ایک ایک سطر پڑھتا ہوں اور میرا زیادہ تر وقت اسی میں گزرتا ہے، لہذا ہر مسلمان زبانی باتوں کی بجائے جو کچھ سوچے محسوس کرے مجھے لکھے میں غور کروں گا اور مناسب ہوا تو اس کا مشورہ قبول کروں گا میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدا نے میری مدد کی تو انشاء اللہ میں ان کو ان کی منزل سے قریب لے جاؤں گا۔

(قائداعظم کوئز ص 148)

مذہب کے مقابلے میں تمام دنیاوی چیزیں ہیچ سمجھتے ہیں

7 اپریل 1947ء کو قائداعظم نے صوبائی ومرکزی اسمبلی کے ممبران سے فرمایا:

ہم ایسے پاکستان کے قیام کو پسند نہیں کرتے جو تنگ نظری علاقائی ولسانی تعصب اور مفاد پرستی کا مرکز بن جائے مذہب، ہمارا ایمان ہے، اور اس کے مقابلے میں ہم تمام دیناوی چیزیں ہیچ سمجھتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہمیں وقت کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہوگا ہمیں ایک مجلسی نظام سے بھی وابسطہ رہنا ہوگا، عالمی سیاست کے پیچ وخم سے علیحدہ رہ کر ہم نہ تو اپنے عقید اور مسلک کی حفاظت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پاکستان کی سرزمین کی۔

(قائداعظم کو ئز: ص 151)

افسران حکومت کو نصیحت:

14 فروری 1948ء کو قائداعظمؒ نے افسران حکومت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ایمانداری اور خلوص دل سے کام کیجئے اور زیادہ کام حکومت پاکستان پر اعتماد کیجئے اور اس کے وفادار رہئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ضمیر سے بڑی قوت روئے زمین پر نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب آپ خدا کے روبرو پیش ہوں تو آپ پورے اعتماد سے کہہ سکیں کہ میں نے اپنا فرض انتہائی ایمانداری وفاداری اور صمیم القلب سے انجام دیا ہے۔

(قائداعظم کو ئز: ص 157)

ہندوؤں اور مسلمان میں بنیادی فرق

1943ء میں قائداعظمؒ نے ایک برطانوی صحافی بیورلے لکولس کو انٹرویو دیا اور اس انٹرویو میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں اور مسلمان اس کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔''

(قائداعظم کوئز: ص 105)

عیسائیت اور اسلام میں فرق:

قائداعظمؒ نے فرمایا دیکھو اسلام اور عیسائیت میں یہی فرق ہے اسلام کا مقصد بھی اہم ہے اور ذریعہ بھی اگر مقصد اچھا ہو اور ذریعہ غلط ہو تو یہ غیر اسلامی چیز ہوگئی۔

(گفتار و کردار قائداعظم ص 172)

شخصیت پرستی:

دسمبر 1945ء میں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ بمبئی کے کارکن قائداعظم کو ایک جلسہ میں شرکت کی دعوت دینے گئے، مصافحہ کے دوران ایک کارکن نے جوش عقیدت میں قائداعظم کے ہاتھ کو جھک کر بوسہ دے دیا۔

کارکن: اگر آپ ہمارے جلسہ میں تشریف لائیں۔

قائداعظمؒ: وہ تو ضرور آؤں گا لیکن فی الحال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ مجھے ایک عام انسان تصور کریں، پیر و مرشد نہ سمجھیں، اس طرح لوگوں میں غلط

اور تباہ کن طریقے پر سر جھکانے کی عادت پڑ جاتی ہے، جسے شخصیت پرستی کہتے ہیں یہ مرض نقصان دہ اور مضرت رساں ہے، اور اسلام میں ناروا اور ناجائز ہے۔
(گفتار و کردار قائداعظم ؟: ص 134)

ہم اسلامی عدل وانصاف کی تاریخ دہرائیں گے:

21 نومبر 1942ء کو ٹاؤن ہال لاہور میں خواتین کو خطاب کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی عدل وانصاف کے احیا کے بارے میں اس طرح فرمایا:

"ہم اپنی حکومت قائم کرنے کے لیئے علاقہ مانگتے ہیں جس میں ہم اسلامی عدل وانصاف کی تاریخ دہرائیں گے۔
(قائداعظم اور اسلام ص 94۔ بانی پاکستان کی زندگی کا روحانی پہلو ص 21)

پاکستان کا منشاء:

سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کانفرس منعقدہ 12 جون 1945ء کے موقع پر اس طرح کہا:

پاکستان کا منشا صرف آزادی اور خودمختاری کا حصول نہیں بلکہ وہ اسلامی نظریہ حیات ہے جو ایک بیش قیمت عطیے اور خزانے کی حیثیت سے ہم تک پہنچا ہے، جسے ہم نے صرف قائم رکھنا ہے بلکہ ہم توقع کرتے ہیں کہ دوسرے بھی اس کے فوائد اور حصول میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔ (بانی پاکستان کی زندگی کا روحانی پہلو ص 20)

پاکستان کا مطالبہ:

اسی بات کو آپ نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کے دوران اس صراحت سے واضح کر دیا کہ اس کے بعد کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ یقینی طور پر پاکستان میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام ہی چاہتے تھے انہوں نے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(قائداعظم کا پیغام ص 112۔ بانی پاکستان کی زندگی کا روحانی پہلو ص 20)

25 جنوری 1948ء کو قائداعظم گورنر جنرل پاکستان نے سیرت النبی کی تقریب سعید پر اپنے اعزاز میں کراچی بار ایسوسی ایشن کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ لوگوں کا ایک طبقہ دانستہ طور پر شرارت کرنا چاہتا ہے، یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر نہیں کی جائے گی۔

قائداعظم نے فرمایا:

آج بھی اسلامی اصولوں کا زندگی پر اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو برس بیشتر ہوتا تھا، جولوگ گمراہ ہوگئے ہیں یا کچھ لوگ اس پروپیگنڈ سے سے متاثر ہو گئے ہیں میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسلامی اور اس کے اعلیٰ نصب العین نے تمہیں جمہوریت کا سبق پڑھایا ہے اسلام نے ہر شخص کو مساوات عدل اور انصاف کا درس دیا ہے کسی کو جمہوریت مساوات اور حریت سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے، جبکہ وہ دیانت کے اعلیٰ ترین معیار پر مبنی ہو اور اس کی بنیاد ہر اس شخص کے لیے انصاف اور عدل پر رکھی گئی ہے۔ ہمیں اسے بنا لینے دیجئے ہم اسے بنائیں اور ہم اسے ساری دنیا کو دکھائیں گے۔

(قائداعظم کی زندگی کا روحانی پہلو ص 24)

مطالعہ احادیث مبارکہ

قیام کوئٹہ کے دوران ایک روز یحییٰ بختیار (اٹارنی جنرل پاکستان) اپنا کیمرہ اور فلیش لے کر قائداعظمؒ کی رہائش گاہ پہنچے اس وقت قائداعظمؒ حضرت رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مشتمل ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔

یحییٰ بختیار یہ چاہ رہے تھے کہ وہ قائداعظم کی تصویر ایسے زاویے سے لیں کہ کتاب کا ٹائٹل بھی فرکس میں آسکے لیکن قائداعظمؒ نے تصویر کھینچوانے سے پہلے یہ کتاب علیحدہ رکھ دی اور یحییٰ بختار صاحب سے فرمایا کہ میں ایک مقدس کتاب کو اس قسم کی پلبیٹی کا موضوع بنانا پسند نہیں کرتا۔

(بانی پاکستان کی زندگی کا روحانی پہلو ص 26۔ قائداعظم سیرت و کردار آئینے میں: ص 161)

نامحرم سے لاتعلقی کا اظہار:

قائداعظم محمد علی جناحؒ جن دنوں حصول تعلیم کی خاطر انگلستان میں مقیم تھے۔ کہ ایک دن شطرنج میں مات کھانے کے بعد انگلستان کی ایک خاتون نے معاہدے کے مطابق اپنی مرضی یوں استعمال کرنا چاہی کہ محمد علی جناح اس کے ساتھ رقص کریں تو جناح محض اس لئے مجلس سے واک اوٹ کر گئے کہ اسلام میں اپنی بیوی کے علاوہ کسی عورت سے تعلقات بڑھانے کی اجازت نہیں دی۔

(بانی پاکستان کی زندگی کا روحانی: پہلو 28)

پاکستانی مسلم خواتین:

22 نومبر 1942ء جناح اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور میں خطاب کے دوران آپ نے فرمایا:

میں یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ نہ صرف مسلمان مرد بلکہ مسلمان خواتین اور بچے بھی پاکستان کے لائحہ عمل کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں، کوئی قوم کسی قسم کی ترقی اپنی خواتین کے تعاون کے بغیر نہیں کر سکتی اگر مسلمان خواتین اپنے مردوں کے ساتھ تعاون کریں جیسا انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں کیا تھا تو ہم عنقریب بہت جلد اپنے مقصد کو حقیقت بنا لیں گے۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان: ص 107)

اسلامی حکومت کے لوازم

قائداعظم نے فرمایا میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی وسیاسی ہو یا معاشی ہو غرض کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔

(قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ ص 109)

تقدیر پر ایمان:

27 اگست 1948ء کو قوم کے نام عید الفطر کے پیغام میں قائداعظم نے فرمایا کہ ہم صرف اپنی متحدہ کوششوں اور تقدیر پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہی اپنے خوابوں میں بسے ہوئے پاکستان کو ایک حقیقت کے روپ میں ڈھال سکتے ہیں۔ روزے مسلمانوں کو نظم وضبط کا عادی بنانے کے لیئے بھی ہیں "اس موقع پر انہوں نے فلسطین کی صورت حال پر بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

(قائداعظم کے مہ وسال ص 333)

قرآن کا پیغام:

14 اپریل 1943ء کو سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے لیے پیغام میں قائداعظم نے فرمایا:

آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کو ایک پیغام دوں میں آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں ہم نے قرآن میں عظیم ترین پیغام اپنی رہنمائی اور روشن خیالی کے لیے حاصل کرلیا ہے۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان ص:110)

میں مسلمان ہونے پر شرمندہ نہیں:

مارچ 1940ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی جلسے سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

میں یہ کہنے میں شرمندہ نہیں کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان 104)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ عقیدت

ایک موقع پر فرمایا ہمارے پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدینؓ نے سارا اختیار ہوتے ہوئے خود غریبانہ زندگی بسر کی مگر رعایا کو خوش اور خوشحال رکھا۔

(قائداعظم کا مسلک ص93)

ایک جگہ ارشاد فرمایا حضور ﷺ کے صحابہ کرام اور خدامؓ کا جو مسلک تھا میر وہی مسلک ہے میں نبی پاک ﷺ کا سچا اور مخلص خادم ہوں اور اس عقیدہ پر قائم ہوں۔

(قائداعظم کا مسلک ص94)

ایک بار اپنے آئیڈیل شخصیت اور آئیڈیل نظام حکومت کے بارے میں فرمایا:

پاکستان میں ایک اسلامی حکومت ہوتی اور لغرت عمر فاروقؓ جیسا حکمران اور نظام پاکستان میں لائج ہوگا۔

(قائداعظم کا مسلک ص94)

پروفیسر پرویز منور مرزا صاحب بھی اسی قسم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی اور چاروں خلفائے راشدینؓ کی سوانح پر ان کے اپس انگریزی زبان میں کئی کتابیں تھیں۔ قائداعظم حضرت عمرؓ کی ایڈمنسٹریشن (نظم حکومت) سے بہت متاثر تھے۔''

(پاکستان حصار اسرام ص361)

26 نومبر 1946ء کو اورنگزیب عالمگیر روڈ نئی دہلی میں قائداعظم کی قیام گاہ پر تحریک پاکستان کے اہم رکن ڈائٹر سید بدر الدین احمد نے آپ سے ملاقات کی اور پھر

قائداعظم سے مصروف گفتگو ہو گے۔ دوران گفتگو قائداعظم نے فرمایا خلافت راشدہ نے جو نظام مالیات قائم کیا تھا وہ ہر شخص کی خوشحال اور فارغ البالی کی ضمانت دیتا اور آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی نظام معیشت اس سے بہتر نہیں۔ یہی نہیں کہ خلافت راشدہ کے عہد میں لوگوں کو اپنی ضروریات زندگی کے لیے پریشان نہ ہونا پڑا بلکہ امیر معاویہؓ تغلق، اورنگزیب عالمگیر شیر شاہ سوری جیسے مقتدر بادشاہوں کے دور حکومت میں بھی لوگ سکھ چین اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے رہے اور لوگوں کی آزادی اظہار لائے اور بنیادی حقوق چھیننے کی کبھی کوشش نہ کی گئی۔ ان کے مقابلے میں برطانیہ امریکہ اور روس کے قوانین ہیچ ہیں۔

(قائداعظم کا مسلک ص212)

قائداعظمؒ کے مذہبی میلانات اور رجحانات وتعلق کے بارے میں شریف الدین پرزادہ صاحب لکھتے ہیں، قائداعظم نے مردم شماری کے موقع پر قوم سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی ذات اور عقیدہ صرف مسلمان ہی لکھوائیں۔

قرآن حکیم سیرت النبیؐ، خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے قائداعظم کا جو تعلق تھا اس کے بارے میں شریف الدین پیرزادہ صاحب لکھتے ہیں، قائداعظم کے پاس قرآن حکیم کے چند عمدہ نسخے تھے ان میں سے کچھ قلمی بھی تھے ایک بہترین نسخہ جزدان میں لپٹا ان کے سونے کے کمرے میں سب سے اونچی جگہ رکھا رہتا تھا، ان کے اپنے مطالعہ میں عموماً پکھال کا ترجمہ شدہ قرآن مجید رہتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کے علاوہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی زندگی پر بھی انگریزی میں ان کے پاس کئی کتابیں تھیں۔

شبلی کی ''الفاروق'' کا جو ترجمہ ظفر علی خان نے انگریزی میں کیا تھا اس کا مطالعہ انہوں نے بہت انہماک سے کیا تھا، قائداعظمؒ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایڈمنسٹریشن کے بہت قائل تھے، انہوں نے کئی لیگی لیڈروں سے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا۔

(گفتار و کردار قائداعظم: ص225)

تحریک پاکستان کے ایک کارکن سردار شوکت حیات کی زبانی سنیں:

"قائداعظم پہلے ہی خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا نظام قائم کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ قائداعظم نے جناب شریف الدین پیرزادہ سے علامہ شبلی کی "الفاروق" (رضی اللہ عنہ) کے دوسرے حصے کا جس میں حضرت عمر فاروق کے طرزِ حکومت کی تفصیل دی گئی کا انگریزی ترجمہ کرایا تھا اور کہا تھا کہ میں پاکستان میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نظام لانا چاہتا ہوں۔"

(مقام و احترامِ قائداعظم، صفحہ ۲۷)

(روزنامہ جنگ کراچی، صفحہ 9، 20 اگست 1985ء)

حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ عقیدت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا مطالعہ بہت انہماک سے فرماتے تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، قائداعظم عام طور پر طلباء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے یونین ہال میں ملنے کا وقت دیتے تھے، اکثر صاحبان آپ سے وہیں ملتے سوالات کرتے اور تشفی بخش جواب پاتے ایک صاحب کو یہ بات گراں گزر رہی تھی کہ قائداعظم اپنے عقیدہ کو کیوں چھپا رکھتے ہیں اور اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے اس لیئے انہوں نے اس بات کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے قائداعظم پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے سوال کیا جس سے ان کی ذات وصفات پر حرف آتا تھا قائداعظم فوراً بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے۔

یعنی اگر آپ تاریخ اسلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خارج کر دیں تو پھر آپ کے پاس باقی رہ کیا جاتا ہے؟ یہ ایک ایسا جملہ تھا جسے سن کر سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور ہال میں سناٹا چھا گیا۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان:96)

21 مارچ 1948ء کو قائداعظم نے فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے جہاں ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔

(پاکستان کی قدر کریں ص 97)

حضرت علی المرتضیٰؓ سے عقیدت

گاندھی اور جناحؒ مذکرات چاہ رہے تھے، گاندھی جی نے ایک ملاقات کے لیے 21 رمضان کی تاریخ مقرر کر کے قائداعظم کو اطلاع بھیجی آپ نے ایک اخباری بیان کے ذریعے اس دعوت نامہ کا جواب دیا کہ "چونکہ یہ حضرت علی رضی اللہ کی شہادت کا دن ہے اس لیے اس روز گفتگو ممکن نہیں، یہ بیان پڑھ کر لکھنو سے مولانا ظفر الملک نے قائداعظم پر یہ الزام دھرا کہ شیعہ عقیدہ کو مسلمانوں سے منسوب کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔

اس اعتراض کا جواب قائداعظم نے اپنے روایتی انداز میں یہ مختصر سا جواب دیا کہ!

مجھے علم نہیں تھا کہ آپ جیسے کوتاہ نظر مسلمان ہنوز موجود ہیں یہ صرف شیعہ عقیدہ کا سوال نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم تھے رمضان کی اکیس تاریخ کو بے شمار شیعہ وسنی مسلمان بلا لحاظ عقیدہ یوم شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ مناتے ہیں،۔

(بے تیغ سپاہی ص 423۔ قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ ص 117)

ایم ایس طوسی اور قائداعظم کی لائبریری:

ایم ایس طوسی صاحب نے "My Reminisceces" کے نام سے قائداعظم کے ساتھ نومبر 1924ء سے مئی 1943ء تک اپنے انٹریوز اور مکالمہ کو جمع کیا ہے وہ قائداعظم کی لائبریری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ کے پاس اپنی لائبریری میں اسلامی تاریخ سیرت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر عظیم شخصیات کے موضوعات پر کتابیں ہیں، آپ نے مولنا شبلی نعمانیؒ کی کتاب "الفاروق (خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطالعہ کیا تھا جس کا انگریزی ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا آپ اس کتاب کا دوسرا حصہ پڑھنا چاہتے تھے جو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات اور انتظامی امور سے متعلق تھا لیکن اس کا انگریزی ترجمہ دستیاب نہ تھا۔ اپنے خالی اوقات میں آپ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھتے جو علامہ یوسف علی نے کیا تھا اور آپ سید امیر علی کی "Spirit of Islam and History" کا مطالعہ فرماتے آپ کی خواہش تھی کہ انگریزی زبان میں اسلام کے تمام مذہبی اور سیاسی ادب کا مطالعہ کرلیں لیکن ہمیشہ ان کو وہ کتب انگریزی میں دستیاب نہ ہوتی تھی جن کا وہ مطالعہ کرنا چاہتے تھے۔"

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکستان ص 91)

کیا تم روزے سے ہو؟

اگست 1946ء میں سندھ میں پارلیمانی تعطل کو دور کرنے کے لیے تازہ الیکشن ہونے والے تھے، قائداعظم سندھ مسلم لیگ کی انتخابی سرگرمیوں کی رہنمائی کے لئے خود کراچی آئے یہ رمضان المبارک کے دن تھے اس زمانے میں حاتم علوی تقریباً ہر روز ان سے ملنے آتے تھے اور دیر تک بیٹھتے تھے۔

قائداعظم: علوی کیا تم روزے سے ہو؟

حاتم: جی ہاں سر۔

قائداعظم: میں بھی سن شعور سے روزے رکھتا رہا ہوں، لیکن اب صحت کمزور ہے اس وجہ سے نہیں رکھ سکتا۔

(قائداعظم اپنے معاصرین کی نظر میں ص 65 گفتاو کردار قائداعظم ص 164)

روزہ:

قائداعظمؒ نے فرمایا آپ لوگ ماہ رمضان کے بعد عید منارہے ہیں مسلمانوں پر روزہ اس لئے فرض کر دیا گیا ہے تاکہ ان میں نظم وضبط پیدا ہو یہ ایسی صفات ہیں جنہیں ہمیں اپنے آپ میں پیدا کرنا چاہئے، کیونکہ اسی میں ہماری قوم کی نجات وبقا مضمر ہے۔

(محمد علی جناح: ص163)

قائداعظمؒ نے 31 نومبر 1939ء کو اپنے پیام عید کے موقع پر فرمایا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے رمضان سے متعلق جو نمونہ ضبط نفس کا پیش فرمایا تھا اس کا مدعا یہ تھا کہ ہم میں عمل کے لیے ضروری قوت پیدا ہو۔

(قائداعظم کوئز: ص 134)

فلسفہ حج:

قائداعظم نے فلسفہ حج پر اس انداز میں گفتگو کی فرمائی: کہ عید کے دن ہم شہر کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوتے ہیں اس کے بعد حج ہے جس کے لئے تمام دنیا کے مسلمان اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ اللہ کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور اللہ سے لولگا تے ہیں، آپ نے غور کیا ہوگا کہ ہماری عبادت کا یہ نظام ہمیں نہ صرف لازمی طور پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کرتا ہے، بلکہ دوسرے ملکوں کے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن کے ساتھ واسطہ میں مڈبھیڑ ہونا ضروری ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہماری نمازوں کے متعلق یہ احکام محض خوشی اور اتفاق کا حکم رکھتے ہیں مجھے یقین ہے کہ یہ احکام اس طرح مرتب کیے گئے ہیں کہ انسانوں کو اپنی معاشرتی جبلی خصوصیات پوری کرنے کے مواقع حاصل ہو۔

(قائداعظم کوئز: ص:135)

حرمین شریفین کی حاضری کا اشتیاق

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی دلی تمنا تھی کہ کسی نہ کسی طرح حج کی سعادت حاصل ہو اور دیار رسول اللہ ﷺ پر حاضری کی سعادت نصیب ہو ایک دفعہ آپ نے زیارت حرمین شریفین کا عزم بھی کر لیا تھا اس مبارک ارادے پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ نے آپ کو مبارک دیتے ہوئے یوں رہنمائی فرمائی:

گذشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزم حج کی مبارک دی پر بھیج چکا ہوں، دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک دیتا ہوں اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشتغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الٰہی جل شانہ میں حاضر ہو کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں اور فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔

عید الفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی سے دوسرے دن مکہ معظمہ پہنچ جائیں اور پانچ دن مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر کراچی واپس پہنچ جائیں۔

17 جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کی بناء میرے لیے اس وقت ہندوستان سے

روزہ:

قائداعظمؒ نے فرمایا آپ لوگ ماہ رمضان کے بعد عید منا رہے ہیں مسلمانوں پر روزہ اس لئے فرض کر دیا گیا ہے تاکہ ان میں نظم وضبط پیدا ہو یہ ایسی صفات ہیں جنہیں ہمیں اپنے آپ میں پیدا کرنا چاہیے، کیونکہ اسی میں ہماری قوم کی نجات و بقا مضمر ہے۔

(محمد علی جناح: ص163)

قائداعظمؒ نے 31 نومبر 1939ء کو اپنے پیام عید کے موقع پر فرمایا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے رمضان سے متعلق جو نمونہ ضبط نفس کا پیش فرمایا تھا اس کا مدعا یہ تھا کہ ہم میں عمل کے لیے ضروری قوت پیدا ہو۔

(قائداعظم کوئز: ص134)

فلسفہ حج:

قائداعظم نے فلسفہ حج پر اس انداز میں گفتگو کی فرمائی: کہ عید کے دن ہم شہر کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوتے ہیں اس کے بعد حج ہے جس کے لئے تمام دنیا کے مسلمان اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ اللہ کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور اللہ سے لولگاتے ہیں، آپ نے غور کیا ہوگا کہ ہماری عبادت کا یہ نظام ہمیں نہ صرف لازمی طور پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کرتا ہے، بلکہ دوسرے ملکوں کے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن کے ساتھ واسطہ میں مڈبھیڑ ہونا ضروری ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہماری نمازوں کے متعلق یہ احکام محض خوشی اور اتفاق کا حکم رکھتے ہیں مجھے یقین ہے کہ یہ احکام اس طرح مرتب کیے گئے ہیں کہ انسانوں کو اپنی معاشرتی جبلی خصوصیات پوری کرنے کے مواقع حاصل ہو۔

(قائداعظم کوئز: ص:135)

حرمین شریفین کی حاضری کا اشتیاق

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی دلی تمنا تھی کہ کسی نہ کسی طرح حج کی سعادت حاصل ہو اور دیار رسول اللہ ﷺ پر حاضری کی سعادت نصیب ہو ایک دفعہ آپ نے زیارت حرمین شریفین کا عزم بھی کر لیا تھا اس مبارک ارادے پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ نے آپ کو مبارک دیتے ہوئے یوں رہنمائی فرمائی:

گذشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزم حج کی مبارک دی پر بھیج چکا ہوں، دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک دیتا ہوں اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشتغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الٰہی جل شانہ میں حاضر ہو کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں اور فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔

عید الفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی سے دوسرے دن مکہ معظمہ پہنچ جائیں اور پانچ دن مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر کراچی واپس پہنچ جائیں۔

17 جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کی بناء میرے لیے اس وقت ہندوستان سے

دور ہونا ممکن نہیں ہے۔

(قائداعظم خطوط کے آئینے میں ص 164) قائداعظم بارگاہ رسالت مابؐ، میں ص 25)

چنانچہ مسلمانان برصغیر کے پیچیدہ مسائل کی وجہ سے آپ فریضہ حج ادا نہ کر سکے یوں تو آپ کا یہ ارمان پورا نہ سکا البتہ قیام پاکستان کے بعد غالباً 1986ء میں قائداعظم کے ایک عقیدت مند نے آپ کی بجائے "حج بدل" ادا کر کے آپ کی دلی خواہش کی تکمیل کر دی۔

(عظمتوں کے چراغ ج 6 ص 808) قائداعظم بارگاہ رسالت مابؐ، ص 67)

خلاف شرع اقدام پر بیٹی سے لاتعلقی

قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیٹی دینا کی شادی کسی مسلمان نوجوان سے کرانا چاہتے تھے مگر دینا کی نانی جو پارسی تھی ایک پارسی نوجوان سے بیاہنے پر مصر تھی اور لڑکی بھی اس کی طرف مائل ہو گی، قائداعظمؒ نے مولانا شوکت علیؒ کو دینا کے پاس بھیجا کہ وہ اسے اسلامی تقاضوں سے آگاہ کریں اور اسے اپنے ارادے سے باز رکھیں مگر نانی نے ایک نہ چلنے دی اور اپنی نواسی کی شادی پارسی نوجوان سے کردی قائداعظم نے شفقت پدری کو بالائے طاق رکھ کراس کے خلاف شرع اقدام پر ہمیشہ کے لیے اپنی اکلوتی بیٹی سے تعلق قطع کر دیا، بعدازاں جب بیٹی کا آخری عقد ہوا تو انہوں نے اس کا منہ تک دیکھنا گوارانہ کیا اور نہ ہی اس کی برات پر اپنا سایہ پڑنے دیا اور ایک دینی اسلامی تقاضے پر اپنی اکلوتی صاحبزادی کی شفقت اور محبت کوقربان کر دیا کہتے ہیں کہ دینا قائداعظم کی وفات کے بعد 1948ء میں کراچی آئیں اس بات سے یہ اندازہ ہوا کہ قائداعظم کے نزدیک خونی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ اسلام کے رشتے کو ہی اصل رشتہ سمجھتے تھے۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں صفحہ نمبر 103)

انگریزوں کا نفسیاتی حربہ:

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے سب سے پہلے قائداعظم پر نفسیاتی حملہ کیا وہ یہ تھا کہ قیام پاکستان کے پہلے روز سکھ ان پر قاتلانہ حملہ کریں گے اور ان کے پاس حفاظت کے لیے کوئی انتظام نہیں ہے لہذا انگریزوں کی مدد درکار ہے، اس کا مقصد یہ تھا کہ حکومت پاکستان کی سا

لمیت کے لیے سارے اختیارات انگریزوں کے ہاتھ میں رہیں۔ لیکن قائداعظم نے اسے ٹھکرا دیا اس لئے کہ انہیں اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ تھا۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں صفحہ نمبر 136)

انگریز سے علاج مناسب نہ سمجھا:

قائداعظم مرض الموت میں مبتلا تھے ان کے ذاتی معالج و اور نیاز مندوں نے بار بار درخواست کی کہ آپ علاج کے لئے لندن جانا منظور کر لیں مگر اس مرد مجاہد نے موت تو قبول کر لی مگر انگریز سے علاج کروانا قبول نہ کیا۔ قائداعظم جب بیماری کی وجہ سے کافی نحیف و نزار ہو چکے تھے تو اپنے ذاتی عملے کو حکم دیا تھا کہ انہیں اس حالت میں کوئی نہ دیکھے بالخصوص یہ حکم دیا کہ ان پر کسی انگریز کی نظر ہرگز نہ پڑے چنانچہ جب آپ کراچی واپس جا رہے تھے تو کوئٹہ کے انگریز ایس پی سانٹ کو بہانے سے کوئٹہ میں دُور بھیج دیا گیا۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں، صفحہ نمبر 75)

مہذب لباس پر اظہار خوشی:

قائداعظم محمد علی جناح خود بھی مہذب لباس پہنتے تھے اور دوسروں کو بھی مہذب لباس میں دیکھ کر خوش ہوتے تھے اس طرح کا ایک واقعہ علی اختر نے جو حیدر آباد دکن میں جامعہ عثمانیہ کے طالب علم تھے بیان کیا اہل حیدر آباد کو وہ وقت کبھی نہیں بھولے گا جب قائداعظم نے مدرسہ جامعہ عثمانیہ میں طلباء، کو مخاطب کر کے فرمایا تھا انسانوں کا مچلتا ہوا سیلاب تھا ترکی ٹوپیاں و سابہ شیروانیاں اور چھوٹے پانچے زیب تن کیے جامعہ کے طلباء، رفقاء اور مسلمان ہر جانب چلتے پھرتے نظر آتے تھے چہرے سے خوشی جگمگا رہی تھی اور دلوں میں عقیدت اور ارادت کا ایک طوفان امڈ رہا تھا خود قائداعظم بھی اس منظر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ان کا یہ فقرہ اب بھی اہل حیدر آباد کو یاد ہے:

"میں چاہتا ہوں کہ سارے ہندوستان میں یہی تہذیب ہو جائے۔"

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں صفحہ 134)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نمازوں کے امام نہیں ہیں

ایک بار سبی میں خطاب کے دوران فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف نمازوں کے امام نہیں ہیں بلکہ وہ صدر مملکت بھی ہیں، کمانڈر، قاضی القضاۃ، معاشرے کے امام اور رہبر بھی ہیں انہوں نے نہ صرف غریبوں اور مسکینوں کو سینے سے لگایا بلکہ مزدوروں کو بھی عزت و عظمت سے ہمکنار کیا اس لیے مسلمانوں کے تمام طبقات کو زندگی کے ہر مسئلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیے۔

(قائداعظم کا مسلک ص40)

پاکستان میں شیخ الاسلام......

یہ مسلمہ بات ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتے تھے، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اس سلسلے میں جو گفتگو کی اور سوال وجواب ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

باقی رہا نظام اسلام کا مسئلہ آپ مطمئن رہیں مجھے مہاجرین کی طرف سے اطمینا ن ہوجائے اور اسمبلی کو بھی اطمینان نصیب ہوجائے تو ان شاء اللہ بہت جلد دستور پاکستان اصول اسلام کے موافق مرتب ہوجائے گا میرا خیال ہے کہ پاکستان میں ایک "لارڈ بشپ ہوگا" اس کا ترجمہ آپ کیا کریں گے؟ میں نے کہا: "شیخ الاسلام کہنے لگے ہاں ایک شیخ الاسلام ہوگا جو حکومت پاکستان کو کنٹرول کرتا رہے گا تاکہ کوئی دستور اور کوئی قانون خلاف اسلام پاس نہ ہوسکے۔"

(قائداعظم مسلم لیگ اور تحریک پاکستان ص:524)

احترام مسجد

پروفیسر راشد لکھتے ہیں 21 فروری 1932ء کو قائداعظم مسجد شہید گنج کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے اس روز جمعہ تھا قائداعظم نماز کے لیے بادشاہی مسجد تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو خواجہ اشرف احمد آٹوگراف بک اُٹھائے ہوئے ان کے

پاس پہنچے۔ قائداعظم نے فرمایا یہاں نہیں گھر جا کر۔

خواجہ اشرف لکھتے ہیں کہ محض مسجد کے احترام کی خاطر انہوں نے آٹوگراف نہیں دیا تھا بعد کو میں نے میاں احمد یار خان کی کوٹھی پر جا کر ان سے آٹوگراف لیا۔

(گفتار و کرار قائداعظم ص۔۷۹)

پنڈت جواہر لال نہرو کو جواب

جب پنڈت جواہر لال نہرو نے الہ آباد کے اجلاس میں یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارا مذہب کوئی چیز نہیں۔ اس لیے مذہب چھوڑ کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاؤ۔

تو اس کے جواب میں قائداعظم نے پنڈت جواہر لال نہرو کو دعوت دی تھی کہ آؤ مذہب اسلام کا مطالعہ کرو جو ایک جامع اور مکمل مذہب ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے ایسے زرین اصولوں پر قائم ہے جن میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکا جو شخص بھی اسلامی اصولوں پر کاربند ہو گا وہ شاہراہ ترقی میں کسی قوم سے پیچھے نہیں رہ سکے گا۔

(قائداعظم کا مسلک ص 203 بحوالہ پندرہ روز الحسن پشاور 16 جون تا جولائی 1997ء میلاد نبر

مسٹر گاندھی کو جواب:

ایک مرتبہ مسٹر گاندھی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ "آخر آپ یہ تو بتائیں کہ ہمارا مذہب علیحدہ۔ کلچر علیحدہ۔ دین و سیاست علیحدہ اور کتاب علیحدہ اس لیے ہم ایک علیحدہ ریاست چاہتے ہیں جس میں مہمان اپنی معاشرت تمدن اور اسلامی قانون کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اسلامی روایات کو زندہ رکھ سکیں۔

(قائداعظم کا مسلک ص203)

قائداعظم علماء کا بڑا احترام کرتے تھے:

دی گریٹ لیڈر کے مصنف لکھتے ہیں کہ قائداعظم علماء کا بڑا احترام کرتے تھے"

دی گریٹ لیڈر" ج نمبر 2 صفحہ 239)

حق گوئی کی تعریف

محمد صادق قصوری مولانا ظہور الحسن صدیقی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں قائداعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے تھے، قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ سے نماز عید کے اوقات منگوائے۔(یہ وہ زمانہ تھا کہ کراچی میں نماز عید کا مرکزی اجتماع صرف عید گاہ بندر روڈ پر ہوتا تھا اور نماز عید آپ ہی پڑھاتے تھے اور یہاں علماء مشائخ حفاظ کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا تھا) مگر قائداعظم وقت پر عیدگاہ نہ پہنچے آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید بڑھانے کے لیے مصلی پر بیٹھ گئے، نوابزادہ لیاقت علی خان سردار عبدالرب نشتر محمد ایوب کھوڑو اور دیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظم کی آمد تک نماز میں تعطل کے لیے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا میں ان اولیاء کرام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا میں اپنے وقت کا پابند ہوں اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کو ہی نماز پڑھانے نہیں آیا ہوں بلکہ خدائے عظیم جل جلالہ کی نماز پڑھنے آیا ہوں یہ کہہ کر صفوں کو درست کروا کر تکبیر فرما دی نماز عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا بعد میں قائداعظم جو پچھلی صفوں میں پہنچ چکے تھے تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی اس جرات ایمانی کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ آج مولانا صاحب نے فرمایا۔

(اکابر تحریک پاکستان صفحہ 100 حصہ اول قائداعظم کا مسلک صفحہ 161 تا 162)

فریضہ نماز

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے ارباب مسلم لیگ بالخصوص قائداعظم کی طرف اپنے خصوصی تربیت یافتگان کے وفود بھیجے چنانچہ 24دسمبر 1938 کو پٹنہ میں مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوریؒ کی قیادت میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا شبیر علی تھانویؒ مولانا عبدالجبار ابوہریؒ مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ اور مولانا معظم حسین امروہی رحمہم اللہ پر مشتمل وفد نے قائداعظم سے ملاقات کی جس میں مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا گیا اور قائداعظم کو نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی قائداعظم نے فرمایا "میں گناہگار ہوں، خطا وار ہوں آپ کو حق ہے کہ حق بات کہیں! میرا فرض ہے کہ اس کو سنوں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔

(روئیداد از مولانا بشیر علی تھانوی ص5۔)

تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور مسلم لیگی رہنما مولانا مدرار اللہ مدرار ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"وہ (قائداعظمؒ) باقاعدہ نماز پڑھتے تھے۔ اگر وہ کسی دورے پر بھی ہوتے تو جامع مسجد میں نماز ضرور پڑھتے تھے اور مذہبی نقطہ نظر سے کوئی تنقید کرتا تو وہ اسے ضرور قبول کرتے تھے۔ سیاسی، مذہبی، دینی، اخلاقی لحاظ سے وہ بالکل سچے اور پکے مسلمان تھے۔"

روزنامہ "نوائے وقت" (راولپنڈی) 27 اگست 1992ء قائداعظم کا مسلک ص 156

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن پروفیسر منظور الحق صدیقی فرماتے ہیں:

''قائداعظمؒ کو پہلی مرتبہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو دہلی کے کمپنی باغ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے سنا۔ تقریر اردو میں تھی۔ ازاں بعد انہیں متعدد بار دیکھا، کئی بار سنا۔ ان کے اعزاز میں دیئے جانے والے چار عصرانوں اور ایک دعوت میں شرکت کی۔ ان کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت بھی ادا کی۔

قائداعظم کا مسلک ص156

اسلامیہ کالج لاہور کے تاریخی جلسہ میں گڑبڑ کرنے کے لئے (خاکسار تحریک کے) علامہ عنایت اللہ مشرقی نے ساتھ والی مسجد میں اذاں دینی شروع کر دی تو قائداعظم نے فوراً فرمایا'' یہ تو نماز کا وقت ہی نہیں ہے'' اس وقت دن کے بارہ بجے تھے۔ ایک نمازی ہی ایسا کہہ سکتا تھا اور وہ بھی بے ساختہ۔

مقام واحترام قائداعظم ص99

محمد صادق قصوری لکھتے ہیں:

''پیر محمد حسین جان سر ہندی علیہ الرحمۃ (وصال 1386ھ/1948ء) نے سندھ مسلم لیگ کے ہر اجلاس میں شرکت کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کراچی 1943ء میں شرکت کر کے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اور قائداعظمؒ کے ساتھ نماز جمعہ سندھ مدرستہ الاسلام کالج کراچی کی مسجد میں ادا کی۔

''تحریک پاکستان اور مشائخ عظام'' ص 21

12 جولائی 1946ء کو قائداعظمؒ نے اپنی جائے پیدائش پر حیدر آباد میں اخبار نویسوں سے ملاقات کی اور نماز جمعہ مکہ مسجد میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد آپؒ نے مختصر تقریر میں اتحاد و اتفاق کی تلقین فرمائی۔

قائداعظم کا مسلک ص154

قائداعظمؒ نے 13 نومبر 1939ء کو عید کے پیغام میں فرمایا تھا:

''ہر روز پانچ مرتبہ ہمیں اپنے محلوں کی مسجد میں جمع ہونا پڑتا ہے۔۔۔ پھر ہر ہفتے

کے دوران ہمیں جمعہ کے دن جامع مسجد میں یکجا ہونا پڑتا ہے۔۔۔پھر سال میں دوبار ہمیں عیدین کی نماز کے لئے سب سے بڑی مسجد یا شہر سے باہر میدان میں اکٹھا ہونا پڑتا ہے۔۔۔اور ان سب کے بعد حج ہے جس کے لئے دنیا بھر کے مسلمان ہر ملک سے سفر کر کے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ پہنچتے ہیں۔۔۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہماری نمازوں کی ترتیب نہ صرف ہمیں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مربوط رکھتی ہے بلکہ اس طرح ہمیں دوسری اقوام کے لوگوں کے ساتھ بھی ملنا جلنا پڑتا ہے۔"

قائداعظم کا مسلک ص164

15 اگست 1947ء کو پاکستان میں محکمہ نشریات کی رسم افتتاح کے موقع پر ایک پیغام میں فرمایا:

> "آج جمعتہ الوداع ہے جو اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے عموماً خوشی کا دن ہے۔ ہمیں چاہئے کہ لاکھوں کی تعداد میں مسجدوں میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس کی ہدایت کے متمنی ہوں"۔

قائداعظم کا مسلک ص164

> قائداعظمؒ کے ایک سابق اے ڈی سی جناب محی الدین کی زبانی سنیے۔
> "یہ 1929ء کا واقعہ ہے کہ قائداعظمؒ شیروانی صاحب کے بنگلہ میں مقیم تھے، تین بجے شب کے قریب فرسٹ فلور پر مسٹر جناح کے کمرے سے ایک زوردار آواز آئی۔ میں خود برابر والے کمرہ میں مقیم تھا۔ یہ آواز سن کر میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ محمد علی جناحؒ نیت باندھ کر نماز تہجد ادا کر رہے ہیں اور پانی کی ایک بوتل ٹوٹی پڑی ہے پتہ یہ چلا کہ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سربسجود ہونے کے لئے اٹھے تو کسی طرح بوتل سے ان کا ہاتھ ٹکرا گیا اور وہ گر کر چکنا

چور ہو گئی۔"

قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ ص 112

اختر علی خان بلوچ کی کتاب "بلوچستان کی نامور شخصیات" جلد سوم (مطبوعہ کراچی 1996ء) میں صفحہ 23 پر آغا سلطان ابراہیم خان کے باب میں درج ہے:

"کہتے ہیں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ شاہی محل قلات کی مسجد میں ان کی امامت میں نمازیں پڑھتے تھے۔ قائدؒ کے ذوق طلب کو دیکھ کر آغا سلطان ابراہیم خان نے قرآن مجید کے دو انگریزی ترجمے، دو تفسیریں اور "شریعت اسلام" کا ایک نسخہ ان کو تحفتاً نذر کیا تھا۔ جو ہمیشہ قیام و سفر میں قائداعظمؒ کے مطالعے میں رہتا تھا۔ ان کی دی ہوئی "شریعت اسلام" کی جلد کا مطالعہ کرتے ہوئے بلوچستان کے معروف بیرسٹر یحییٰ بختیار نے بھی دیکھا اور قائد سے اس کے بارے میں گفتگو بھی کی تھی۔"

قائداعظم کا مسلک ص 158

3 مارچ 1941ء کو قائداعظمؒ کو لاہور ریلوے اسٹیشن کے سامنے آسٹریلیا مسجد میں نماز عصر ادا کرنا تھی۔ جب وہ تشریف لائے تو مرزا عبد المجید تقریر کر رہے تھے۔ قائداعظمؒ اس وقت اچکن اور چوڑی دار پاجامے میں ملبوس تھے۔ گو وہ مسجد کے عقبی دروازے سے داخل ہوئے تھے، ان کو دیکھتے ہی لوگوں نے ان کے لئے اگلی صف تک راستہ بنانا شروع کر دیا۔ لیگی کارکن کہنے لگے،" جناب! آپ ادھر سے آگے آجایئے۔" قائداعظم نے فرمایا: میں آخر میں آیا ہوں اس لئے یہاں آخر میں ہی بیٹھوں گا۔

قائداعظم کا مسلک ص 149

حضرت پیر سید جماعت علی شاہؒ نے اپنے خلیفہ خاص حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان ڈی ایس پی بنگلور کے ہاتھ خط لکھا اور قرآن مجید کا قلمی نسخہ، تسبیح، مخملی جائے نماز، شال،

آب زم زم وغیرہ بطور تحائف ارسال فرمائے اس کے جواب میں قائداعظم نے فرمایا: جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن پاک کی تعلیم دے سکے جائے نماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔

تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا ہے اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے میں اس اشارے کی تعمیل بھی کروں گا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان ص 144، سیرت امیر ملت ص 480

صوبائی پرستی وفرقہ پرستی سے نفرت

آپ کو فرقہ بندی اور فرقہ پرستی سے سخت نفرت ہوگئی تھی، نومبر 1946ء میں آپ نے "اینگلو عربک کالج" دہلی کے ہال میں خواتین وطالبات سے خطاب کرتے ہوئے ببانگ دہل فرمایا کہ اب مسلمانوں کی نجات اس میں ہے کہ وہ متحد ہو جائیں وہ شیعہ، سنی، اور وہابی کے امتیازات کو بالا طاق رکھ دیں وہ صوبائی تعصب کو بھی خیر باد کہد یں بعض مسلمان کہتے ہیں کہ وہ پنجابی ہیں اور بعض اپنے تئیں بنگالی کہتے ہیں ایسا طریق فکر مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت کا باعث بنے گا ہم صرف اسلام کے خادم ہیں۔

(نوائے وقت لاہور 7 نومبر 1946)

قائداعظم ہر قسم کی فرقہ پرستی سے بلند تھے بمبئی کے ایک مسلمان بینک کار نے اپنے وسائل ورسوخ سے سولہ لاکھ روپے جمع کیے اور ایک معیاری یتیم خانہ قائم کیا وہ صاحب اس کے افتتاح کے لئے قائداعظم کے پاس آئے۔

سیٹھ: جناب والا! ہم چاہتے ہیں کہ بمبئی کے سب سے بڑے اور سب سے اچھے اس یتیم خانہ کا افتتاح آپ کے مبارک ہاتھوں سے کرائیں۔

قائداعظم: افتتاح کرنے کے لئے میں تیار ہوں لیکن یہ بتائے کہ یہ یتیم خانہ ہر فرقے کے مسلمانوں کے بچوں کے لئے کھلا ہوگا یا کسی فرقے کے لئے مخصوص ہوگا؟

سیٹھ: مخصوص تو ہوگا ہماری برادری کے وسائل سے یہ ادارہ قائم ہوا ہے اس کے آئین میں بھی یہ شرط رکھی گئی ہے۔

قائداعظم: تو پھر میں اس کا افتتاح نہ کرسکوں گا۔

سیٹھ: افتتاح تو ہر قیمت پر ہم آپ ہی سے کرانا پسند کریں گے۔

قائداعظم: تو پھر آپ آئین کو بدلیے اور اس کو مسلم یتیم خانہ بنائیے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا سیٹھ صاحب نے ادارہ کے دستور میں ترمیم کی تو قائداعظم نے بڑے شوق سے اس کا افتتاح کیا اور اس کے بانی کی بڑی تعریف کی۔

(گفتار و کردار قائداعظم ص: 226)

ایک بار جب قائداعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟ تو آپ نے فی البدیہہ استفساری جواب دیا:

''یہ بتایئے رسول اللہ ﷺ شیعہ تھے یا سنی؟''

(قائداعظم برصغیر کا مرد حریت ص: 153)

قائداعظم نے ایک مقام پر فرمایا کہ: ''میں کسی ایسی مسجد میں جانا چاہتا ہوں جو کسی فرقے سے خاص نہ ہو اور جس میں غریب مسلمان پڑھتے ہوں۔''

(حیات قائداعظم 139)

ہم صرف مسلمان ہیں

21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں لاکھوں لوگوں کے عوامی مجمع سے خطاب میں فرمایا:

''ہم جو چاہتے ہیں وہ یہ کہ ہم بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان وغیرہ کے بارے میں بات نہ کریں یہ بلاشبہ اکائیاں ہیں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ وہ سبق بھول گئے جو ہمیں آج سے 1300 سال قبل پڑھایا گیا؟ اگر میں اس بات کی نشاندہی کروں کہ آپ سب یہاں باہر سے آئے ہیں، بنگال کے اصل شہری کون ہیں؟ وہ نہیں جو آج یہاں رہ رہے ہیں تو یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ ہم بنگالی یا سندھی ہیں، یا پٹھان۔ نہیں ہم مسلمان ہیں اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ میری بات سے اتفاق کریں گے کہ آپ جو بھی ہوں اور جو کچھ بھی ہوں آپ مسلمان ہیں، آپ ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں، اب آپ نے ایک علاقہ حاصل کر لیا ہے ایک وسیع علاقہ یہ کسی پنجابی، سندھی یا پٹھان یا بنگالی کا نہیں ہے، یہ آپ سب کا ہے آپ کی مرکزی حکومت جہاں اکائیوں کی نمائندگی کرتی ہے، اس لیے اگر آپ خود کو ایک قوم کے طور پر پروان چڑھانا چاہتے ہیں تو اللہ کے واسطے صوبہ پرستی کو ترک کر دیں صوبہ پرستی ایک لعنت ہے اسی طرح فرقہ پرستی جیسے شیعہ سنی وغیرہ۔

(محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان 122 تا 224)

قائداعظم جب پہلی بار 1936ء میں پشاور کے دورے پر تشریف لائے سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان مرحوم کے ہاں قیام پذیر تھے تو ایک صاحب نے انہیں محلہ خداداد میں جلسہ سے خطاب کرنے کی دعوت دی آپ نے یہ دعوت قبول کر لی جب انہیں علم ہوا کہ انہیں ایک شیعہ رہنما کی حیثیت میں مدعو کیا جا رہا ہے تو انہوں نے معذرت کر لی۔

(قائداعظم برصغیر کا مرد حریت: ص353)

مسجد کے لیے چندہ برحق، لیکن طریقہ ٹھیک نہیں

برس ہا برس تک مسلم لیگ کے آفس سیکرٹری سید شمس الحسن نے ایک واقعہ لکھا ہے، کہ 1945 میں کراچی مسلم لیگ کے ایک سربرآوردہ رکن قائداعظمؒ سے ملنے کے لئے آئے:

رکن: میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کے صاحب کو مسلم لیگ کا ٹکٹ نہ دیا جائے، جب تک کہ وہ۔۔۔۔۔۔

قائداعظمؒ: جب تک کیا؟

رکن: جب تک وہ اپنا وعدہ پورا نہ کریں۔

قائداعظمؒ: کونسا وعدہ؟

رکن: انہوں نے پچھلے الیکشن کے موقع پر مسجد کی تعمیر کے لیے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔

قائداعظمؒ: اول تو مجھے اس قسم کے کسی وعدے کا علم نہیں اور اگر اس قسم کا کوئی وعدہ کیا بھی گیا تو میں اصولاً اسے جائز نہیں سمجھتا کہ لیگ کا ٹکٹ روپیہ لے کر دیا جائے خواہ وہ کام جس کے لیئے روپیہ لیا جا رہا ہے کتنا اچھا ہی کیوں نہ ہو مسجد کی تعمیر اچھی چیز ہے یہ کام محض ٹکڑے کے حصول کے لئے کیا جائے تو یہ قابل تعریف نہیں میں اس کارروائی میں شریک نہیں ہوسکتا۔

(گفتار و کردار قائداعظم 225 ڈان 25 دسمبر 1986)

نہیں جناب! بادشاہت نہیں:

18 دسمبر 1946 کی صبح لندن کانفرنس سے واپس آتے ہوئے قائداعظمؒ اور لیاقت علی خان اپنے سیکرٹریوں کے ایچ خورشید اور ممتاز حسن کے ساتھ مارسیلز میں ناشتہ کر رہے تھے کہ حکومت کی ہیت (فارم) اور صورت کے مسئلے پر گفتگو چھڑ گئی۔

قائداعظم: یہ جو حال ہی میں انڈین آئین ساز اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کہ انڈیا کے ایک پبلک (جمہوریہ) ہونے کا اعلان کیا جائے اس بارے میں ممتاز مسلمانوں کے نقطہ نظر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ممتاز حسن: اسلام مسلمانوں کو اس طرح کی حکومت کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس میں افراد کو قانون سازی کے لامحدود اور غیر مشروط اختیار حاصل ہوں، حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے وہی کائنات کا حاکم مطلق ہے ہمیں اختیار اس سے ملتا ہے اور اس اختیار کو ہم ان احکامات کی روشنی میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔

قائداعظمؒ: بنیادی اور اصولی نقطہ یہی ہے ورنہ حکومت کی شکل کی اتنی اہمیت نہیں (خوش مزاجی) سے ہوسکتا ہے کہ پاکستان کوئی بادشاہ چن لے۔

لیاقت علی خان: جی ہاں لوگ تو پہلے سے شہنشاہ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں۔

قائداعظمؒ: (یک دم گہری سنجیدگی سے) نہیں جناب! بادشاہت اسلام میں حکومت کی مقبول صورت نہیں اسلام بادشاہوں کو پسند نہیں کرتا

قرآن میں مالک کا لفظ خدا کے نام کے طور پر آیا ہے، ہاں میں اس امر سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ حکومت کی کوئی بھی شکل ہو اس میں حاکمیت اعلیٰ قرآن حکیم ہی کی ہے۔

(گفتار وہ کردار قائد اعظم صفحہ 428 ممتاز حسن قائد اعظم رحمہ اللہ کو نذرانہ عقیدت صفا138)

اسلام میں دین اور سیاست علیحدہ نہیں

1945-46 کا واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مشہور سٹریچی ہال میں مسلم''ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن علی گڑھ کی طرف سے ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ قائداعظم مہمان خصوصی تھے جلسے کے اختتام پر فیڈریشن کی علی گڑھ شاخ کی صدر شمیم خان نے (جو بعدازاں کوئین میری کالج لاہور کی پرنسپل بنیں) قائداعظمؒ کو بڑے ادب سے کہا کہ طالبات آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہیں قائداعظمؒ نے اجازت دے دی لیکن یہ شرط عائد کردی کہ ہر طالبہ صرف دو مختصر سوال کرے سب سے پہلے رضیہ برلاس (بعدازاں رضیہ اعظم علی بیگ سپورٹ ڈائریکٹر پنجاب یونیورسٹی) سوال کرنے اٹھیں۔

رضیہ برلاس: جناب میرا پہلا سوال گاندھی جی کے بارے میں ہے یہ چیز کیا ہے ان کے بارے میں ہمیں کچھ بتائے۔

قائداعظمؒ: جو ان کی زبان پر ہوتا ہے ان کے دل میں نہیں ہوتا اور جو دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان پر نہیں آتا اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ کیا ہے اور کیا نہیں۔

رضیہ برلاس شکریہ: میرا دوسرا سوال پاکستان میں نظام حکومت کے بارے میں ہے پاکستان میں طرز حکومت کیا ہوگا؟

قائداعظمؒ: اسلام میں مذہب اور سیاست دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔

(گفتار و کردار قائداعظم صفحہ 428)

ایک عالم دین سے ملاقات:

1942 میں دہلی 10 اورنگ زیب روڈ پر قائداعظمؒ کی کوٹھی پر ایک عالم دین مولانا منور الدین ان سے ملنے آئے ان کے پاس نمونے کے طور پر قرآن مجید کے احکامات کی تشریح کے چند اوراق تھے۔

مولانا منور: قرآن مجید کے تمام واضح احکامات پر جو محکمات کا درجہ رکھتے ہیں، قوانین کی صورت 50 ابواب مرتب کئے ہیں۔

قائداعظمؒ: مثلاً کس طرح؟

مولانا: ہر باب کا عنوان ہے، قرآن مجید کی متعلقہ آیات اس عنوان کے تحت درج کی گئی ہیں، اوران سے قوانین اخذ کئے گئے ہیں مثال کے طور پر یہ کتاب الصلوٰۃ کے اوراق ہیں اور کتاب الزکوٰۃ اس باب میں نکاح کے احکامات ہیں۔

قائداعظمؒ: آپ کی یہ کوشش قابل قدر ہے آپ نے بروقت ایک صحیح قدم اٹھایا ہے جس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اسلام زندگی کا مکمل ضابطہ دیتا ہے اور زندگی کے ہر مرحلہ میں ایک مسلمان کی رہنمائی کرتا ہے آپ کا کام قومی اہمیت کا حامل ہے اگر میں کسی ملک کا سربراہ ہوتا تو میں قانون دانوں کی ایک کمیٹی مقرر کر کے آپ کی کتابوں پر ان کی رپورٹ طلب کرتا اور اس کمیٹی کی سفارش پر اس کو بطور ضابطہ قانون نافذ کر دیتا فی الحال آپ اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو ان کی ایک ایک کاپی بھیج دیں۔ اس گفتگو کو محمد شریف طوسی صاحب کے حوالے سے کتاب ''قائداعظم کی چند یادیں، چند ملاقاتیں'' میں نقل کیا گیا۔

(گفتار و کردار قائداعظم 398)

کیا میں قائداعظم کا دامن نہیں پکڑ سکتا:؟

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ہو رہا تھا مولانا حسرت موہانی کی ایک

تجویز سبجیکٹ کمیٹی میں نامنظور ہوگی قائدے کے مطابق مولانا عام اجلاس میں یہ تجویز پیش نہیں کر سکتے تھے، مگر وہ بضد ہو گئے قائداعظمؒ نے انہیں اجازت دے دی تقریر کیلئے کھڑے ہوئے۔

مولانا: اگر ایک بڑھیا فاروق اعظم کا گریبان پکڑ سکتی ہیں تو کیا میں قائداعظم کا دامن نہیں پکڑ سکتا۔؟

حاضرین: بیٹھ جایئے بیٹھ جایئے۔

قائداعظمؒ: (کرسیٔ صدارت سے مائیک پر آ کر) نہیں مولانا کی بات بھی سنیئے وہ اچھے اور نیک آدمی ہیں۔

(گفتار و کردار قائداعظم 390)

کیا پورے ہندوستان میں کوئی مسلمان نہیں رہا جو اس کتاب کا دیباچہ لکھے؟

1944 میں اسلامی اور قومی کتابوں کے تاجر اور ناشر شیخ محمد اشرف نے قائداعظمؒ کی سوانح حیات مطلوب الحسن سید سے لکھوائی۔ کتاب انگریزی میں تھی اور عنوان تھا "محمد علی جناح ایک سیاسی مطالعہ" اس کا دیباچہ لکھوانے کے لیے انہوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین کے توسل سے گاندھی جی سے رابطہ قائم کیا گاندھی جی تیار ہو گئے انہیں تو خدا ایسا کوئی موقع دے۔ شیخ محمد اشرف اب قائداعظم سے اجازت لینے ان کی قیام گاہ 6 ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ پر پہنچے۔

شیخ: آپ کے ایماء کے مطابق مطلوب الحسن سید سے آپ کی سوانح حیات لکھوائی ہے۔ دیباچہ کے لئے گاندھی کو تیار کیا ہے، اب آپ کی اجازت درکار ہے۔

قائداعظم: میں اس کی اجازت نہیں دیتا کیا پورے ہندوستان میں کوئی مسلمان نہیں رہا جو اس کتاب کا دیباچہ لکھ سکے۔

شیخ: سر آغا کے بارے میں کیا خیال ہے۔

قائداعظم: کوئی اور نام تجویز کیجئے

شیخ: میں کیا عرض کردوں آپ ہی کچھ فرمایئے؟

قائداعظم: میرے خیال سے خواجہ ناظم الدین موزوں رہیں گے۔

شیخ: لیکن خواجہ صاحب سے تو میرے تعلقات نہیں کیا پتا وہ دیباچہ لکھنے پر آمادہ ہو یا نہ ہو

قائداعظم: اس کی فکر نہ کریں میں خود خواجہ صاحب سے کہہ دوں گا۔

چونکہ قائداعظم ان دنوں بیمار تھے اس لئے یہ گفتگو محترمہ فاطمہ جناح کے توسط سے ہوئی۔ یہ گفتگو کو نقل کرتے ہوئے شیخ محمد اشرف لکھتے ہیں کہ میں نے گاندھی جی سے دیباچہ لکھوانے کی تجویز محض کاروباری نقطہ نظر سے پیش کی تھی لیکن قائداعظم رحمہ اللہ تعالی کی نظر کہیں اور تھی۔

(گفتار و کردار قائداعظم 118)

پہلا سبق میں مسلمان ہوں:

اپریل 1945ء میں قائداعظمؒ خان آف قلات کی دعوت پر بحالی صحت اور آرام کے لئے بلوچستان تشریف لے گئے۔ پہلے انہوں نے کچھ وقت کوئٹہ میں گزارا جب طبیعت کچھ سنبھلی مستونگ اور قلات کا دورہ کیا اس موقع پر خان آف قلات نے ان سے ایک سکول کا معائنہ کرنے کی درخواست کی قائداعظم ننھے منے چاق و چوبند بچوں سے مل کر بہت خوش ہوئے اور ان سے گھل مل گئے۔

قائداعظمؒ: ایک بچے سے خان آف قلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کون ہے؟

بچہ: یہ ہمارے بادشاہ ہیں۔

قائداعظم: میں کون ہوں۔

بچہ: آپ ہمارے بادشاہ کے مہمان ہیں:

قائداعظم: تم کون ہو؟

بچہ: میں تو بلوچ ہوں۔

قائداعظمؒ: (خان قلات سے) اب آپ ان کو پہلا سبق یہ پڑھائیں کہ میں مسلمان ہوں (بچوں سے مخاطب ہو) کر بچوں تم پہلے مسلما ہو پھر بلوچ یا کچھ اور۔

(گفتار و کردار قائداعظم صفحہ 222)

کوئی ازم نہیں

1944 میں پنجاب کے جاٹوں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا کہ ہندو جاٹ اور مسلم جاٹ ایک ہیں، اور ان کے مفادات مشترک ہیں ذات پات کے تعصبات کو ابھار کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی ایک خطرناک سازش تھی 19 مارچ 1944 کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

قائداعظمؒ ہماری بنیادی کی چٹان اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام ہے اور صرف اسلام ہے ذات پات کیا شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے ہم ایک ہیں اور ہمیشہ بحیثیت ایک متحد قوم ہی کے آگے بڑھنا ہے صرف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم رکھ سکیں گے یہاں کمیونسٹ پارٹی کو بھی خبردار کرنا چاہتا ہوں بہتر ہے کہ کمیونسٹ مسلمانوں پر ہاتھ نہ ڈالے ہمارے لئے صرف اسلام ہی کافی اور شافی ہے یہی ہمارے زندگی کا مکمل آئین ہے ہمیں کسی ازم کی ضرورت نہیں۔

(گفتار و کردار قائداعظم صفحہ نمبر 223)

قائداعظمؒ تقریر کر رہے تھے ان کو زچ کرنے کے لئے ایک احراری کارکن اٹھ کھڑا ہوا۔

احراری: آپ شیعہ ہیں یا سنی؟

قائداعظم: پہلے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کیا تھے؟

احراری: وہ تو مسلمان تھے۔

قائداعظم: تو پھر میں بھی مسلمان ہوں۔

شریف الدین پیرزادہ یہ مکالمہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک بار قائداعظم نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک ہندو بیرسٹر مشرف بہ اسلام ہوا تو کئی مسلمان اسے مبارکباد دینے گئے کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے اس سے پوچھا کہ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟ اس نے جواب دیا کہ ذات پات اور فرقے بازی سے نجات پانے کے لیے تو میں مسلمان ہوا ہوں، اور آپ پھر مجھے ان جھمیلوں میں دھکیل رہے ہیں قائداعظم کے مذہبی میلانات و رجحانات کے بارے میں شریف الدین پیرزادہ مزید لکھتے ہیں کہ!

> " قائداعظم نے مردم شماری کے موقع پر قوم سے کہا تھا کہ وہ اپنی ذات اور عقیدہ صرف مسلمان ہی لکھوائیں"

اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے:

قائد نے فرمایا:

> " میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنی تیئں کوشش کی ہے۔اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق ہدایات کے باب میں زندگی کا روحانی پہلو معاشرت سیاست معیشت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ اور قرآن کی اصولی ہدایت اور سیاسی طریقہ کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلم کے لیے بھی سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں"

11 مارچ 1942 میں مسٹر گاندھی کے ڈان میں ایک مضمون کے بارے میں

اپیل کے جواب میں اپنے بیان میں فرمایا:

"ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پاکستان میں انصاف اور نیک برتاؤ کا معاملہ کیا جائے گا یہی نہیں بلکہ فیاضی اور سخاوت کے ساتھ یہی ہر ذمہ دار مسلمان کا نقطہ نظر ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم سب پر سب سے اعلیٰ ترین اتھارٹی قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔"

(محمد رسول اللہ کا پاکستان صفحہ نمبر 164)

مولانا حسرت موہانی کا بیان:

جناب فدا احمد عباسی لکھتے ہیں:

راقم الحروف ان خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہے، جنہیں قائداعظمؒ کی ایمان افروز تقریریں سننے کے مواقع نصیب ہوئے ہیں، اس وقت ان کا وہ خطبہ صدارت میرے پیش نظر ہے جو انہوں نے اکتوبر 1938 میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں دیا تھا انہوں نے اپنے مدبرانہ خطبے میں ملک کی سیاست کانگریس کی روش اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا خدا ایک ہے کتاب ایک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہے اس لئے ہمیں ایک ملت بن کر رہنا چاہیے۔

جناب عشرت رحمانی صاحب قائداعظم کے عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

قیام پاکستان سے دو سال قبل ایک بار مولانا حسرت موہانی دہلی گئے، اور قائداعظمؒ سے ملنے ان کی رہائش گاہ پہنچ گئے شام کا وقت تھا مولانا نے اپنی آمد کی اطلاع کرانے کے لئے ملازمین سے کہا مگر ہر ایک نے معذوری ظاہر کی کہ ہم ان کے پاس نہیں جا سکتے اس وقت

وہ کسی سے ملاقات نہیں کریں گے، مولانا اپنی دھن اور ارادے کے پکے تھے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم بغیر ملے نہیں جائیں گے یہیں دھرنا مار کر بیٹھیں گے، نماز مغرب کا وقت تھا مولانا نے کوٹھی کے لان میں نماز ادا کی اور ٹہلنے لگے پھر سوچا کہ کسی طرح یہ پتہ لگائیں کہ قائداعظم کس کمرے میں موجود ہیں تاکہ بلا اطلاع وہاں پہنچ جائے یہ سوچ کر کوٹھی کے برآمدوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک کمرے سے کسی کی آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز سنائی دی مولانا نے خیال کیا کہ قائداعظم اس کمرے میں ہیں اور کسی سے مصروف گفتگو ہیں کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا چناچہ انہوں نے ایک کھڑکی پر چڑھ کر اندر جھانکنے کی کوشش کی اور جو کچھ دیکھا اسے مولانا نے من و عن ان الفاظ میں بیان کیا:

"اندر کمرے میں فرش پر مصلی بچھا ہوا تھا اور قائداعظمؒ اس پر الحاح وزاری میں مصروف تھے، فاصلے کی وجہ سے ان کے الفاظ صاف سنائی نہ دیتے تھے لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ ان پر رقت طاری ہے اور باری تعالی کے حضور مسلمانوں کی فلاح و بہود حصول آزادی اتحاد تنظیم اور پاکستان کے قیام کے لئے دعا التجا کر رہے ہیں۔"

مولانا حسرت موہانی کے جس بیان کو میں نے جناب عشرت رحمانی صاحب کے حوالے سے اوپر نقل کیا ہے انہیں خود میں نے اپنے کانوں سے مولانا کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے انہوں نے کانپور میں مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اس واقعہ کو بیان کیا تھا اور اس سلسلے میں انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے وہ سر جو کبھی دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے آگے نہیں جکا اللہ تعالی کے حضور میں جھکا ہوا دیکھا ہے۔

(محمد رسول اللہ کا پاکستان ص88)

قدرت اللہ شہاب اور ایک یہودی:

معروف قانون دان ایس ایم ظفر قدرت اللہ شہاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جناب قدرت اللہ شہاب نے اپنے تل ابیب کے خفیہ دورے کی روداد بیان کرتے ہوئے ایک یہودی پروفیسر کی ایک بات مجھے بتائی تھی جو گذشتہ سالوں میں مجھے اکثر یاد آتی ہے، ہوا یوں کہ قدرت اللہ شہاب ایک عیسائی ایرانی کی حیثیت میں تل ابیب کے شہر ایک یہودی پروفیسر کے مہمان رہے اور اس کے گھر انہوں نے ممتاز شخصیات کی آویزاں تصاویر میں ایک تصویر محمد علی جناح کی بھی دیکھی، تجاہل عارفانہ دکھاتے ہوئے قدرت اللہ شہاب نے پوچھا:

"یہ صاحب کون ہیں؟"

جواباً اس پروفیسر نے کہا یہ محمد علی جناح بانی پاکستان ہیں اور میں نے اس کی تصویر اس لئے رکھی ہے کہ اس شخص نے اسلام کے نام سے ایک ملک حاصل کیا ہے اب اگر اس ملک ہی میں اسلام ناکام ہو جائے تو پھر اور کہیں کامیاب نہ ہوگا۔"

(محمد رسول اللہ کا پاکستان ص90)

اشترا کیت اور اسلام

جناح صاحب نے راک لینڈ کے سرکاری مہمان خانے میں طلبہ اور نوجوانوں کو تبادلہ خیالات کا موقع دیا اور باوجود علالت 45 منٹ تک گفتگو کرتے ہے، نواب بہادر یار جنگ بھی موجود تھے محمود علی بی اے عثمانیہ نے مکالمہ لکھا اور اورینٹ پریس کو بھیجا:

سوال: مذہب اور مذہبی حکومت کے کیا لوازم ہیں؟

جواب: جب انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور اس قوم کے محاورہ کے مطابق میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبتوں اور رابطوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں، میں کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قران مجید او اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنے تیئں کوشش کی ہے، اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق ہدایات کے باب زندگی کا روحانی پہلو معاشرت، سیاست معیشت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو، قرآن کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے بھی سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں۔

سوال: اس سلسلے میں اشترا کی حکومت وغیرہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اشترا کی بالشویت یا کئی اور ایسے سیاسی یا معاشی مسلک دراصل اسلام او اس کے اقتصادی نظام کی بھونڈی نقلیں ہیں ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا سارا ربط تناسب اور توازن نہیں پایا جاتا۔ (محمد رسول اللہ کا پاکستان ص 138)

سیکولر اور اسلامی سٹیٹ میں فرق

سوال: ترکی حکومت تو ایک مادی سٹیٹ یا حکومت ہے اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ترکی حکومت پر میری نظر میں سیکولر سٹیٹ کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوتی، اب اسلامی حکومت کے تصور کا یہ بنیادی امتیاز پیش نظر ہے کہ اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے اس لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے حکام اور اصول ہیں اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی شخص یا ادارہ کی قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں، اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے، آپ جس توعیت کی بھی حکمرانی چاہتے ہیں بہر حال آپ کو سلطنت او رعلاقہ کی ضرورت ہے۔

(رہبر دکن 19 اگست 1941ء (52) محمد رسول اللہ کا پاکستان ص 139)

پاکستان کا قیام اسلامی دنیا کے مفاد میں ہے:

قاہرہ 19 دسمبر: آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح نے آج ایک پریس کانفرس میں اپنے اس یقین کا اعادہ کیا کہ:

"اگر ہندوستان میں پاکستان نہ بن سکا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلامی دنیا اور مشرقی وسطیٰ کی عرب آبادی مبتلائے مصیبت ہو جائے گی"

آپ نے کہا کہ:

''ہندوستان میں ہندوؤں کا سامراج قائم ہو جائیگا اور یہ انتہائی خطرناک ہوگا، اس لئے میرا خیال ہیکہ مشرق وسطیٰ کڑاہی میں سے نکل کر چولہے کی آگ میں گر پڑے گا، مشرق وسطیٰ کے جو ممالک آزاد اور خود مختار ہونا چاہتے ہیں وہ کسی اثر و نفوذ کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے۔''

(پیسہ اخبار 24 دسمبر 1946ء ص:9)(53)محمد رسول اللہ کا پاکستان:140)

اسلام مغربی طرز جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا:

"یہ خیال غلط ہے کہ مسلم لیگ نے جمہوریت کی مذمت کی ہے متصورہ جمہوریت سے یہ جمہوریت مختلف ہے جو اس وقت رائج ہے، جمہوریت ایک ایسی جیز ہے جو حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہے فرانس، انگلستان اور امریکہ میں مختلف قسم کی جمہوریت ہے، اسلام مساوات، اخوت، اور آزادی کا علم بردار ہے اسلام مغربی طرز جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا"۔

(انقلاب لاہور 10 نومبر 1939 ئص 5)(48)محمد رسول اللہ کا پاکستان ص136)

قائد کی تمنا

آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے قائد نے فرمایا:
''مسلمانو! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا ہے دولت، شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد وسربلند دیکھوں، میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کے میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی کی تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا، میں آپ سے اس کی داد اور صلہ کا طلبگار نہیں ہوں۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل میرا اپنا ایمان اور میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا، جناح تم مسلمانوں کی تنظیم اتحاد اور حمایت کا فرض بجا لائے میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

(انقلاب لاہور 22 اکتوبر 1939ء ص)(49) محمد رسول اللہ کا پاکستان ص 136)

ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں:

الہ آباد 5 جنوری مسلم ہوسٹل کے طلباء کی طرف سے پیش کردہ سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح نے کہا کہ:
میں اور میرا ساتھی مسلم لیگ کے اصولوں پر بحیثیت ہندوستانیوں کے یقین رکھتے

ہیں ہندو او مسلمان دو قوموں کی طرح ہیں اور ان کے لئے ایک دوسرے میں مدغم ہیو نا مشکل ہے۔(انقلاب لاہور 8 جنوری 1938ء ص ا)(44) محمد رسول اللہ کا پاکستان ص134)

اسلامی جھنڈا:

"جو جھنڈا آج لہرایا گیا ہے یہ نیا جھنڈا نہیں ہے بلکہ تیرہ سو برس پہلے کا اسلامی جھنڈا ہے جس کے نیچے مسلمانوں نے دنیا میں انصاف اور مساوات کی حکومت قائم کی اور دوسروں کے حقوق کی نگرانی کی۔ اب یہ جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی عزت برقرار رکھو اور اسے سرنگوں نہ ہونے دو اور اس کے نیچے منظم ہو کر خود بھی عزت حاصل کر و اور کمزو روں اور دوسری اقلیتوں کے لیے انصاف کی حکومت قائم کرو۔"

(انقلاب 24 فروری 1938ء، ص5)(46) محمد رسول اللہ کا پاکستان ص(135)

مسلمانوں کا پروگرام قرآن پاک ہے:

"مسلمانوں کے لئے یہ پروگرام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان کے پاس تیرہ سو برس سے ایک مکمل پروگرام موجود ہے اور وہ قرآن پاک ہے، قرآن پاک ہی ہماری اقتصادی تمدنی ومعاشرتی اصلاحتی وترقی کے علاوہ سیاسی پروگرام بھی موجود ہے، میرا اس قانون الٰہیہ پر ایمان ہے اور جو میں آزادی کا طالب ہوں وہ اس کلامِ الٰہی کی تعمیل قرآن پاک ہمیں تین چیزوں کی ہدایت کرتا ہے آزادی مساوات اور اخوت بحثیت ایک مسلمان کے میں بھی انہی تین چیزوں کے حصول کا متمنی ہوں تعلیم قرآن ہی میں ہماری نجات ہے اور اس کے ذریعے ہم ترقی کے تمام مدارج طے کر سکتے ہیں۔"

انقلاب لاہور 12 جنوری 1938ء، ص6 (47) محمد رسول اللہ کا پاکستان ص135)

علمائے کرام اور مشائخ کی نظر میں

(1) جب محمد علی جناح قائداعظم کی وفات ہوئی تھی تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمشیرہ فاطمہ جناح اور لیاقت علی خان کے نام تار دیا تھا اور مرحوم قائداعظم کی تعزیت کی تھی اور حضرت مدنی رحمہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ مجھے مسٹر محمد علی جناح کے فوت ہونے پر افسوس ہے اور میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش اور مغفرت فرمائے آمین۔

(پاکستان کی قدر کریں، ص380)

(2) مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قائداعظم بے جا جذباتیت کو پسند نہیں کرتے تھے وہ ہر مسئلے کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیتے تھے اور یہی ان کی کامیابی کا سب سے بڑا راز تھا۔

(قائداعظم بے مثال شخصیت، ص115)

(3) مولانا رئیس احمد جعفری ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قائداعظم کے ساتھ سب سے بڑی بے انصافی یہ ہوئی چلی آ رہی تھی کہ ان پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آپ کو مومنانہ صفات مذہبی جذبات دینی تاثرات اسلامی رجحانات کے آئینے میں پیش نہیں کیا جیسے دین و مذہب سے آپ کو کوئی واسطہ ہی نہ ہو حالانکہ آپ کا ہر ارشاد، ہر بیان ہر تقریر اسلام کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

(قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ، صفحہ 59)

(4) امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ وہ وکالت یا خطابت کے لیے نہیں پیدا ہوئے تھے بلکہ وہ ایک عہد فرین شخصیت کے مالک تھے جس نے ہندوستان کی تاریخیت میں جگہ جگہ ایسے رنگین اور دیرپا نقوش ثبت کیے اور اسلامی تاریخ میں انھوں نے ایسا بیش بہا اضافہ کیا جو پاکستان کے نام سے رہتی دنیا تک یادر ہے گا۔

(قائداعظم بے مثال شخصیت، ص 251)

(5) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ مسلم لیگ کے سخت مخالف تھے انہوں نے قائداعظم کے بارے میں کہا مسٹر جناح ہند میں کوئی مخالف ہو یا موافق ہو لیکن ہر شخص انہیں دیانت دار سمجھتا ہے الیکشن سے پہلے گورنمنٹ مسٹر جناح کو کسی قیمت پر بھی نہیں خرید سکی اور اسمبلی میں کانگریس کی کامیابی مسٹر جناح کی رفاقت پر مبنی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں، صفحہ 198)

(6) حضرت مولانا ظفر احمد انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قائداعظم کی شخصیت میں شرافت اور خوش اخلاقی کا ایسا امتزاج تھا جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی بے لوثی خدا نے انہیں بہت دولت وثروت دی تھی، انہوں نے قومی پیسے کبھی اپنی ذات کے لئے استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی اپنے مقصد کا سودا کیا مسائل پر غور وفکر اور ان کے تجزیہ میں جذباتیت سے کام نہیں لیتے تھے۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 158)

(7) عظیم مورخ علامہ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرحوم جناح کے سیاسی کارنامے آفتاب کی روشنی ہیں وہ بڑے قانون دان بڑے مناظر اور اجتماعات کے بڑے نبض شناس تھے لیکن ان کی بڑی خصوصیت اپنی بات پر جم کر

دوسروں سے اپنی بات منوانے کی قوت تھی اور انھوں نے اس کا مظاہرہ پاکستان کے مطالبے میں پورا کیا:

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 194)

(8) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے مسٹر محمد جناح کو موجودہ جنگ آزادی کا ایک ماہرفن جرنیل ہونے کی حیثیت سے قائداعظم قرار دیا ہے اس لیے نہیں کہ وہ مفتی ہیں اور ان سے حلال وحرام کے احکامات میں فتویٰ دیا جائے گا یا اس حیثیت سے کہ وہ شیخ ومرشد ہیں کہ ان سے اصلاح کا کام لیا جائے گا میرے خیال میں شاید ایک مسلمان بھی ان کو اس خیال سے قائداعظم نہیں کہتا ان کی قیادت ہند کی مسلم جمہوریت نے صرف اس لئے تسلیم کی کہ انگریز اور ہندو دونوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور انگریز خواں اس وقت بین الاقوامی تقاضوں یا اندرونی چیخ و پکار سے متاثر ہو کر جس طرح کی بھی آزادی برصغیر کو دینا چاہتی ہے ہندو اپنے عادت تنظیم اور سرمائے کے بل بوتے پر اس کا تنہا مالک بننا چاہتا ہے اس لیے اس وقت ایک جنگ جاری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جنگ توپ وتفنگ کی نہیں محض قانون اور آئین کی جنگ ہے اور وہ باتفاق موافق اور مخالف یہ امر مسلم ہے کہ اس جنگ کے لیے مسٹر جناح سے بہتر جرنیل صرف مسلمانوں میں بلکہ دوسری قوموں میں بھی نہیں۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 198)

(9) مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں کہ کاش خداوند عالم جناح کے دل میں ڈال دے کہ مسلمانوں کی رہنمائی اب اس کے سوا کوئی اور نہیں کر سکے گا۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 204)

(10) مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قائداعظم کو بانی

پاکستان کی حیثیت سے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے ان کی بصیرت وتدبر کی کوئی مثال نہیں ملتی قائداعظم نے اس لئے پاکستان قائم کیا تھا کہ یہاں کے عوام اسلامی اور جمہوری نظام کے تحت خوشحالی سے ہمکنار ہوں۔

(قائداعظم سیرت وکردار آئینے میں صفحہ 208)

(11) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جناح کو کوئی کافر کہتا کوئی مرتد بناتا ہے کوئی معلون ٹھہراتا ہے، لیکن میں کہتا ہوں وہ ولی اللہ ہے آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن وحدیث کی رو سے کہتا ہوں اس موقع پر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

> ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اللہ تعالی لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ محبت ان کی۔'' آپ نے فرمایا تم بتاؤ ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے 10 کروڑ مسلمان قائداعظم جیسی والہانہ محبت رکھتے ہوں یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے اب رہی میری عقیدت تو تم اس کو کافر سمجھو میں اس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔

(بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کا روحانی پہلو صفحہ 50)

(12) مولانا سیف الاسلام اپنی چشم دید رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

قائداعظم رات کے دو بجے اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور بہت دیر تک مسجد میں روتے ہیں اور بہت گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں۔

(بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کا روحانی پہلو صفحہ نمبر)

(13) حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قائداعظم کی کامیابیوں نے ہندو اور معدودے چند مسلمانوں کو بھی پاکستان تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا جو تحریک پاکستان میں شامل نہیں ہیں۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 209)

(14) شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد ہندوستان نے اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں کیا جس کے غیر معمولی ایمان اور اٹل ارادے نے دس کروڑ شکست خوردہ مسلمانوں کی مایوسیوں کو کامرانیوں میں بدل دیا۔

(قائداعظم بے مثال شخصیت صفحہ 261)

(15) حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کئی اصحاب جناح صاحب کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہیں میری عرض ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت جناح صاحب کے ہاتھ میں ہے جناح صاحب سیاست میں مسلمانانِ ہند میں قابل ترین شخصیت مانے جاتے ہیں مخالفین بھی مانتے ہیں کہ جناح صاحب سرکاری آدمی نہیں بلکہ ملک وقوم یعنی مسلمانان ہند کی آزادی کیلئے ان کے دل میں انتہائی تڑپ ولولہ اور جذبہ ہے۔

(پاکستان کی قدر کریں صفحہ 247)

(16) حضرت مولانا حسرت موہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسٹر جناح ایک ایسے لیڈر ہیں جو مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب ہوئے موصوف صحیح معنوں میں قائداعظم کہلانے کے حقدار ہیں۔

(قائداعظم سیرت وکردار آئینے میں 2 صفحہ 209)

(17) مولانا نجم الحسن کراوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قائداعظم کی شخصیت ایسی ہے جو زیادہ دیر قائم رہنے والی شخصیت ہے اور اس کے اثرات کافی دنوں تک محسوس کیے جائیں گے۔

(قائداعظم سیرت وکردار کے آئینے میں صفحہ 211)

(18) مولانا حبیب الرحمٰن (صدر یار جنگ) فرماتے ہیں کہ قائداعظم نے قوم کی خاطر اپنی دولت صحت اور اپنا کیریئر سب کچھ داؤ پر لگا دیا انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ

قومی مسائل میں نا قابل خرید فرد ہے جب قوم کو اندازہ ہو گیا کہ ان کو ایک دل صاف رہنما مل گیا تو اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں صفحہ 210)

(19) علامہ علاء الدین صدیقی فرماتے ہیں کہ قائداعظم وہ شخصیت ہے جسے کوئی خرید نہیں سکتا۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں صفحہ 203)

(20) الحاج محمد ظہور الحسن قادری صاحب فرماتے ہیں کہ جناح زاہد امین انجم نے اپنی کتاب قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی جدوجہد اور ان کے کردار کی بلندی پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، یہ چند حوالے ان کی اسلام سے محبت کا منہ بولتا نا قابل تردید ثبوت ہیں۔

(پاکستان قائداعظم کی زندگی کا روحانی پہلو صفحہ 29)

(21) پیر سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ آج کا پڑھا لکھا طبقہ بھی قائداعظم کے مسلک کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہے۔ اب ان بے چاروں کا کیا قصور؟ انہیں تو صرف بانی پاکستان کی سیاسی زندگی کے بارے میں پڑھایا گیا؟ حالانکہ تعلیمی نصاب میں سب سے پہلے بانی پاکستان کے اسلامی کردار.... ان کے اجداد کا قبول اسلام پھر ان کے خاندان کا رسول مقبول ﷺ سے والہانہ لگاؤ قرآن کریم سے شغف۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت اولیاء عظام سے عقیدت.... بالخصوص ان کے اجداد کی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے مثالی عقیدت کو زیر بحث لایا جاتا.... پھر برصغیر کی سیاست میں ان کی بے باک قیادت کا تذکرہ ہوتا۔

(قائداعظم کا مسلک جو 123)

(22) مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح مرحوم کی وفات کا حادثہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ ان کی شخصیت پچھلے دس بارہ سال سے

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا محور بنی ہوئی تھی۔ ساری قوم ان پر مجمع تھی۔ ان کی رہنمائی پر سب کو بھروسہ تھا۔ آپ کے ذاتی اثر و رسوخ نے تمام مختلف عناصر کو جوڑ کر مسلمانوں کو ایک متحد قوم بنایا تھا انہی کے اعتماد پر قوم نے اپنی پوری طاقت اس جدوجہد میں لگادی تھی جس کے نتیجے میں آخر کار پاکستان قائم ہوا۔
(قائداعظم سیرت کردار کے آئینے میں ص۔195)

(23) مولانا کوثر نیازیؒ فرماتے ہیں کہ جناح مذہبی تاجر نہ تھا مذہب کا مفکر تھا اور دنیاوی امور میں پروٹوکول کا شدت سے قائل و عامل تھا جس کو وقت لیے بغیر ملنے کا کوئی تصور تک نہیں کرسکتا۔

(قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں 194)

(24) شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ فرماتے ہیں کہ دور حاضر میں جب کہ بے دین طبقہ سوشلزم سکولرازم اور لبریزم کا نعرہ لگا رہا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ قائداعظم محمد علی جناح صاحب کے اسلامی افکار لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔
(پاکستان کی قدر کریں، ص7)

(25) علامہ عنایت اللہ المشرقی فرماتے ہیں کہ اس کا عزم پائندہ و محکم تھا وہ ایک جری اور بے باک سپاہی تھے۔ جو مخالفوں سے ٹکرانے مین کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا۔

(قائداعظم بے مثال شخصیت، ص261)

(26) مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد علی جناح سے گفتگو کی ہے مجھ سے زیادہ برطانوی ملوکیت کا دشمن شاید ہی کوئی ہو میں نے محمد علی جناح کے افکار و خیالات کو انگریز دشمنی کی کسوٹی پر پرکھا ہے وہ حقیقتاً آزادی چاہتے ہیں ۔اور آزادی کے حصول کیلئے انگریز سے مقابلے کا عزم رکھتے ہیں۔
(مقام واحترام قائداعظم، ص28)

(27) مولانا ظفر علی خانؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ ایسی مثالیں بہت کم پیش کر سکے گی کہ

کسی لیڈر نے مجبور و محکوم ہوتے ہوئے انتہائی بے سرو سامانی اور مخالفت کی تند و تیز آندھیوں کے دوران دس برس کی قلیل مدت میں ایک مملکت بنا کر رکھ دی ہو۔

(مقام و احترام قائداعظم ص25)

(28) مولانا شوکت علیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اسلام کی خدمت میں صادق، مخلص اور وفادار ہیں۔ جو راہ ان کی نظر میں ٹھیک ہو اس پر سے ان کو کسی لالچ سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔

(مقام و احترام قائداعظم ص30)

(29) مولانا فضل الحق (شیر بنگال) فرماتے ہیں کہ اعلیٰ کردار اور استقامت قائداعظم کے اس سے بڑے ہتھیار تھے۔ ان کا دل اسلام اور مسلمانوں کی محبت سے معمور تھا۔

(مقام و احترام قائداعظم ص26)

(30) مولانا مرشدؒ فرماتے ہیں کہ میں مختلف مکتبوں اور دارالعلوموں میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بڑی بڑی نامور ہستیوں سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ سیاسی لیڈروں مذہبی رہنماؤں کو دیکھا لیکن مجھے پوری زندگی میں قائداعظم سے بڑھ کر کوئی شخصیت متاثر نہ کر سکی۔

(پاکستان میری محبت ص168)

حکیم اعظمؒ کی نظر میں

اپریل 1943ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں شمولیت کے لیے حکیم اعظم حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کو جو دعوت نامہ ارسال کیا گیا اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت قیام پاکستان کی جدوجہد میں مولانا تھانویؒ کی رہنمائی اور سرپرستی کو کتنا مقام دیتی تھی دعوت نامہ کے الفاظ یہ ہیں آپ سے استدعاء ہے کہ آپ اس موقع پر شریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کی رہنمائی فرمائیں اگر جناب خود تشریف نہ لا سکے تو اپنا نمائندہ بھیج کر ممنوں فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوا دے تا کہ اسلامی سلطنت قائم ہو سکے۔ آپ شدید علالت کے باعث اس اجلاس میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ نے تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں اور نمائندہ بھیجنے کے بجائے اپنی دو کتابیں ارسال فرمائیں اور لکھا ''اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو انشاء اللہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام عمل ہے ایک حیات المسلمین'' شخصی اصلاح کیلئے دوسری صیانت المسلمین'' جمہوری نظام کیلئے۔

آپ کا قائداعظمؒ کے ساتھ بھی قریبی رابطہ تھا۔ قائداعظمؒ نے ایک اجلاس میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ایک سوال پر کہا تھا خواہ سینکڑوں علماء کانگریس کے حامی ہوں میرے

لیے صرف مولانا اشرف علی تھانوی ہی کافی ہیں اور دوسرے تمام پر ان کا پلہ بھاری ہے۔ مولانا صاحب 14 نومبر 1943ء کو فوت ہوئے آپ اور آپ کے تلامذہ کی تبلیغی کوششوں سے قائداعظم کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ نماز روزہ کی پابندی، لباس میں تبدیلی اور ایمان اور وایقان میں مضبوطی انہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔

(مقام واحترام قائداعظم ص315 تا 316)

قائداعظم مفکر اعظم کی نظر میں

مئی 1937ء کو علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک خط میں قائداعظمؒ کو لکھا اسلامی قانون کے طویل مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا اطلاق کیا جائے تو ہر شخص کے زندہ رہنے کا حق محفوظ ہو جائے گا مگر اسلامی شریعت کا نفاذ اور اس کا ارتقاء ایک آزاد مسلم ریاست کے بغیر ناممکن ہے کئی برس سے میرا یہی عقیدہ ہے۔ کیا آپ کے خیال میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آ گیا۔ اسی سال 21 جون کو ایک اور خط لکھا جس میں آپ نے فرمایا برطانوی ہند میں اس وقت صرف آپ ہی ایک ایسے لیڈر ہیں جن سے رہنمائی حاصل کرنے کا حق پوری ملت اسلامیہ کو حاصل ہے۔

(مقام واحترام قائداعظم ص ۲۶)

عظیم بھائی عظیم بہن کی نظر میں

محترمہ فاطمہ جناح فرماتی ہیں بچے کو بنیادی طور پر اپنے مذہب سے لگاؤ ہونا چاہیے۔ بچپن میں اس کے دل میں مذہب کی محبت اسے کبھی بھٹکنے نہ دے گی۔ اب قائداعظم کے مخالف ہمیشہ انہیں مغربی تہذیب کا دلدادہ سمجھتے تھے۔ ان کی خوش پوش اور روانی سے انگریزی بولنے کی مہارت سے غلط اندازے لگاتے تھے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ قائداعظم صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور انہیں اپنے مذہب سے والہانہ عقیدت تھی۔ اس لیے ہندو انہیں خرید نہ سکا اور نہ انگریز کو یہ جرأت ہوئی کہ ان کے نظریات بدل سکے۔ اس کے باوجود انہوں نے کبھی ایک مذہبی پیشوا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

(قائداعظم کا مسلک ص 336 بحوالہ فاطمہ جناح کے شب و روز)

قائداعظم کا جنازہ

محترمہ فاطمہ جناح فرماتی ہیں کہ وہ تقریباً دو گھنٹے پر سکون اور بے خلل نیدر ہوئے۔ پھر انہوں نے انکھیں کھولیں اور مجھے دیکھا۔ سر اور انکھوں کے اشارے سے مجھے قریب آنے کو کہا۔ انہوں نے آخری کوشش کی اور زیر لب مجھ سے مخاطب ہوئے۔

''فاطمہ: خدا حافظ۔۔۔۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ان کا سر دائیں جانب ڈھلک گیا اور ان کی آنکھیں بند ہو گئیں میں چیختی چلاتی کمرے سے دوڑی ہوئی باہر آئی۔

ڈاکٹر ڈاکٹر میرا بھائی مر رہا ہے۔ ڈاکٹر کہاں ہیں (میرا بھائی ص100) حق تعالیٰ نے قائداعظم کو ایسی فہم و فراست عطا کی تھی کہ مستقبل آئینے کی طرح آپ کے سامنے رہتا تھا قوم کی اخلاقی کمزوریوں اور خود غرضیوں کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو آپ کی نظروں سے اوجھل ہوا آپ کے اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے پر پیدا ہونے والے مسائل کا بھی آپ کو شدید احساس تھا۔ جن میں سر فہرست آپ کی تبدیلی عقیدہ کا مسئلہ تھا جس کا آپ وقتاً فوقتاً اپنے قول و کردار سے تو اظہار کرتے رہے مگر آپ نے کوئی باقاعدہ نہ کیا تھا۔ اس لیے آپ کو احتمال تھا کہ میرے مرنے کے بعد میری تجہیز و تکفین اور تدفین پر کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے اس لیے اس خطرہ کے انسداد کے لیے آپ نے اپنے تبدیلی عقیدہ کی بناء پر اپنا وصیت نامہ لکھ چھوڑا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد جب تجہیز و تکفین کا مرحلہ پیش آیا تو مذکورہ بالا خطرہ مشکل ہو کر سامنے آ گیا مگر قائداعظم کی دور اندیشی کی داد بھی سب کو دینا پڑی کہ انہیں

احساس تھا کہ اس قسم کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں قائداعظم نے پہلے ہی وصیت نامہ میں یہ مسئلہ حل کر کے رکھ دیا تھا عبداللطیف سیٹھی جو شریک جنازہ تھے لکھتے ہیں کہ لیاقت علی خان بھی بہت پریشان تھے کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہوگا۔ آخر انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ محترمہ فاطمہ جناح سے مشورہ کیا جائے۔ شیعہ حضرات مادر ملت کے پاس گئے اور استدعاء دہرائی محترمہ نے قائداعظم کی وصیت کے کاغذوں میں ایک فائل تلاش کر لی جس میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ وفات کے بعد ان کا جنازہ عام مسلمانوں کی طرح ہو اور جنازہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی پڑھائیں۔ چنانچہ حسب وصیت علامہ شبیر احمد عثمانی نے آپ کی نماز جنازہ مسنون طریق پر پڑھائی اور ان کی موجودگی میں ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین مسنون طریق پر ہوئی۔

(تفصیل کے لیے: قائداعظم کو کس نے مارا؟ ص 275 تا 276 دیکھیے)

(قائداعظم محمد علی جناح پر شائع شدہ اردو کتب)

	نام کتب	مصنف / مرتب کنندہ
1۔	میراث قائداعظم	ڈاکٹر جاوید اقبال
2۔	قائداعظم حیات وخدمات	شریف المجاہد
3۔	ہمارے قائداعظم	ایجاز احمد
4۔	حیات قائداعظم	سردار محمد خان
5۔	حالات قائداعظم	خالد اختر افغانی
6۔	ہمارے قائد	منظور حسین عباسی
7۔	حیات قائداعظم	سید منظور الحسن نقوی
8۔	قائداعظم	عطا محمد اشرف
9۔	قائداعظم محمد علی جناح	حبیب سبحانی
10۔	قائداعظم کی باتیں	فرزانہ یاسمین
11۔	قائداعظم کا بچپن	وحید قیصر
12۔	قائداعظم محمد علی جناح انگلستان سے پاکستان تک	چوہدری رحمت علی
13۔	قائداعظم آغاز زندگی	حامد احمد خان
14۔	ہمارے قائداعظم	خورشید احمد انور ساحل بلگرامی

15۔	قائداعظم	چراغ حسن حسرت
16۔	قائداعظم (پشتو زبان میں کتاب)	احسان اللہ خان
17۔	قائداعظم محمد علی جناح کی باتیں	رضوان احمد
18۔	قائداعظم 1940ء	محمود حسین عباسی
19۔	جناح۔اردو خط و کتابت	وحید احمد
20۔	قائداعظم کی تصویر	آغا اشرف
21۔	قائداعظم جناح میری نظر میں	اے ایچ اصفہانی
22۔	قائداعظم میری نظر میں	صفیہ سلطانہ نور
23۔	قائداعظم محمد علی جناح	سعیدہ بخش
24۔	قائداعظم میری نظر میں	ساجد زکریا
25۔	محمد علی جناح	شہاب الدین
26۔	قائداعظم کا سفر لندن	عبدالرحمٰن ناطق
27۔	حیات محمد علی جناح	رئیس احمد جعفری
28۔	قائداعظم اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری
29۔	قائد اور ہم	حافظ امرتسری
30۔	قائداعظم خطوط کے آئینے میں	خواجہ رضی حیدر
31۔	محمد علی جناح ایک سیاسی مطالعہ	ایم ایچ سید
32۔	قائداعظم اپنے ہم سفروں کی نگاہ میں	جمیل الدین احمد
33۔	قائداعظم کی خاص خاص تقریریں اور بیانات	ڈاکٹر رفیق افضل
34۔	جناح مسلمانوں کا محافظ	محمد علی جانب
35۔	قائداعظم اور عدم تعاون کی تحریک	ڈاکٹر ایم ایس خورشید

36۔	امیر پاکستان	عارف بٹالوی
37۔	قائداعظم کی تقریریں اور تحریریں	جمیل الدین احمد
38۔	جناح اور پاکستان	حاجی لق لق
39۔	قائداعظم اور پاکستان	عبدالسلام خورشید
40۔	قائداعظم جناح ایک قوم کی سرگزشت	غلام علی الانا
41۔	قائداعظم معاصرین کی نظر میں	مصباح الحق صدیقی
42۔	قائداعظم کے ابتدائی تیس سال	رضوان احمد
43۔	قائداعظم اور تحریک پاکستان	ڈاکٹر وحید قریشی
44۔	قائداعظم چند یادیں چند ملاقاتیں	آفتاب احمد
45۔	قائداعظم کے تصور کا پاکستان	غلام احمد پرویز
46۔	قائداعظم سے جنرل ضیاء تک	عارف بٹالوی
47۔	قائداعظم کا اسلامی کردار	کرم حیدری
48۔	قائداعظم کی نجی زندگی کے دو اہم پہلو	شریف الدین پیرزادہ
49۔	جناح اور پاکستان	حاجی لق لق
50۔	بے تیغ	نواب صدیق علی خان
51۔	بطل مغفور	عبدالحمید خان
52۔	قائداعظم بحیثیت سربراہ مملکت	کلیم نشتر
53۔	قائداعظم پر قاتلانہ حملہ	محمد حنیف شاہد
54۔	قائداعظم کے 72 سال	خواجہ رضی حمید
55۔	ملت کا پاسباں	پروفیسر کرم حیدری
56۔	قائداعظم دی وار (پنجابی)	مسعود منور

57۔ پاکستان ناگزیر تھا — ریاض حسن سید

58۔ قائداعظم اور مسلم پریس — احمد سعید

59۔ قائداعظم کے آخری ایام — کرنل الٰہی بخش

60۔ قائد اور آزادی کی تحریک — جیلانی کامران

61۔ نعرۂ حق — ابوسعید انور

62۔ اہل پاکستان کی سبز کتاب — سید قاسم محمود

63۔ نقش دوام — گورنمنٹ آف پاکستان

64۔ ساڈا بابا جناح (پنجابی) — جاوید سوز

65۔ قائداعظم سوچ تے سیاست (پنجابی) — رفیق ڈوگر

66۔ قائداعظم اور دستور ساز اسمبلی — محمد اشرف خان عطا

67۔ قائداعظم اور لائل پور — سید معین الرحمٰن

68۔ قائداعظم اور صوبہ سرحد — محمد شفیع صابر

69۔ محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک — شفیق بریلوی

قائداعظم پر انگریزی میں کتب

#	Book	Author/Compiler
1	Jinnah of Pakistan	Stanley Wolpart
2	Jinnah. Creator of Pakistan	Hector Bolitho
3	My Brother	Fatima Jinnah
4	Meet Mr. Jinnah	A.A. Ravoof
5	Jinnah and Gandhi	S.K.Majander
6	Leaders of Bombay	Joachim Alva
7	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah his personality and his politics	S.M.Bruke
8	Muhammad Ali Jinnah An Ambassador of Unity	Sarojini Naidu
9	Souvenirs to Muhammad Ali Jinnah	Rafia Sharif Peerzada
10	Quaid-i-Azam: A political study	Sanat Narain
11	Great Leader	R.M.White
12	An Indian Diary	Edwin Montago
13	Jinnah Pakistan and Islamic Identity	Akbar.S.Ahmad
14	Jinnah the Mufti Azam of Malabar Hill	M.R.Dugal
15	Father and Daughter (A political autobiography)	Jehan Ara Shahnwaz
16	Ten years to Freedom	Kanji Dawarkadas

17	Quaid.i.Azam and Muslim Woman	Jehan Ara Shahnwaz
18	Our Freedom fighters	G.Allana
19	Some aspects of Quaid-i-Azam's Life	Syed Sharif Uddin Peerzada
20	Quiad.i.Azam Jinnah's Correspondance	Sharif Uddin Peerzada
21	Foundation of Pakistan	Sharif Uddin Peerzada
22	Jinnah and the making of a nation	Salim-M.M.Qureshi
23	The great leader	S.Abdul latif
24	Quaid-i-Azam Jinnah studies in interpretation	Sharif Al Mujahid
25	Jinnah faces assasin	Peer Bhai
26	Plain Mr.Jinnah	Syed Shamsul Hassan
27	Jinnah and his times: A biography	Aziz Beg
28	Quaid-i-Azam Jinnah the story of a nation	G.Allana
29	Mr.Jinnah is a political thicker	Dr.Shafiq Ali Khan
30	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Founder of Pakistan	S.Hassan Askari
31	Founder of Pakistan	L.A.sherwani
32	Tribute to Quaid-i-Azam	M.Sharif Shahid
33	Speeches of Quaid-i-Azam	M.Hanif Shahid
34	Story of Jinnah	Anwar Inait Ullah
35	A pen picture of Pakistan	S.M.Mujtaba
36	He shall never die	Waris Ishaq
37	Muhammad Ali Jinnah	M.Yaqoob Khan
38	Quaid-i-Azam What is his date of birth?	M.A Harris

39	Quaid-i-Azam: his life	Mumtaz Hassan
40	The path of Independance	Z.A.Bhutto
41	The making of Pakistan	K.K.Aziz
42	The heart of Asia	Liaqat Ali Khan
43	Some episodes of Quaid's life	Meer Laiq Ali
44	Quaid the great	Rafiq Ghauri
45	Tragedy of Jinnah	Kailash Chandera
46	The greatest of the day	Sh.Mustafa Gulab
47	Rare speeches and documents of Quaid-i-Azam	Yahya Hashim Bawany
48	World's scholars on Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah	Ahmed Hassan Dani
49	Everyday with Quaid-i-Azam	Fazal Haq Qureshi
50	Muhammad Ali Jinnah a political study	Matlubul Hassan Syed
51	Quaid-i-Azam Papers	National Archives of Pakistan Islamabad
52	My leader	Z.A.Sulehry
53	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah The formative years 1892-1920	Riaz Ahmed
54	Quaid-i-Azam Jinnah as a Majistrate	Riaz Ahmed
55	Speeches and writing of Mr.Jinnah	Jamal-Uddin Ahmed
56	Quaid-i-Azam and the muslim world	Atique Zafar Sheikh M.Riaz Malik
57	Quaid-i-Azam and education	DR.S.M.Zaman
58	Jinnah speeches as governor general of Pakistan	Niaz Ahmad
59	Saying of Quaid-i-Azam	Rizwan Ahmad

60	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Myth and Reality	Waheed-Uz-Zaman
61	The glory of Quaid-i-Azam	Muhammad Yusuf Khan
62	The Eastern times on Quaid-i-Azam	Ahmad Saeed
63	Quaid-i-Azam's Role in South Asian political crisis	DR.Riaz Ahmed
64	Jinnah and after	Mushtaq Ahmed
65	Politics and Policies of Quaid-i-Azam	DR.Miss.K.F.Yusuf
66	Quaid-i-Azam Jinnah a chronology	Sharif Al Mujahid Yusuf Saeed
67	I was the Quaid's A.D.C	Ata Rabbani
68	Articles on Quaid-i-Azam	S.Qaim Hussain Jaffri S.A.Bukhari
69	Anecdotes of Quaid-i-Azam	Masud-ul-Hassan
70	The collected works of Quaid-i-Azam	S.Sharif Uddin Pirzada
71	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah rare speeches	Muhammad Umar
72	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah speeches in legislative assembly in India	M.Afzal.Rafique
73	Jinnah Irwin correspondance 1927-1930	Waheed Ahmed
74	M.A.Jinnah Isphani correspondance 1936-1948	Z.H.Zaidi
75	The making of Pakistan	Richar Symonds
76	Pakistan old country new nation	Ian Stephan
77	History of the freedom movement	DR.I-H-Qureshi
78	The Pakistan issue	DR.Syed Abdul Latif

79	Final Phase of struggle for Pakistan	Jamiluddin Ahmad
80	Pakistan or Partition of India	B.R.Ambedkar
81	Quaid-i-Azam	Aziz Ahmed Bhattye
82	Quaid-i-Azam : The Father of the nation	Nasir Ahmad
83	Quaid-i-Azam and the Muslim world	Atique Zafar
84	Quaid-i-Azam : Century bouquet	Aziz Beg
85	Quaid-i-Azam during his last year	Ilahi Bakhsh
86	Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Bibliography of reviews, news, reports, editiorials etc.	S.Qureshi
87	Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah annotated bibliography	Anis Khurshid Ahmed Hassan Ansari
88	The great Quaid	M.Muzafar Mirza
89	Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah	Iftikhar Ali
90	Quaid-i-Azam Mohammad Ali A selected bibliography	Mohammad Anwar
91	Quaid-i-Azam's Mausoleum in pictures	Afsar Akhtar Hussain
92	Quaid-i-Azam : Pictorial biography	Rafiq Akhter
93	Mohammad Ali Jinnah on understanding thhe Quaid-i-Azam	Abdul Hamid
94	Mohammad Ali Jinnah The life and times of Mohammad Ali	Iqbal Afzal
95	Mohammad Ali Jinnah Jinnah of Pakitan: The Hidden face	Salim Ahmed
96	Mohammad Ali Jinnah Legecy of Quaid-i-Azam	Javid Iqbal
97	The politics of Jinnah	Saleem.M.M.Qureshi

98	Muhammad Ali Jinnah	Shafiq Ali Khan
99	Our Quaid-i-Azam	Jalehddin Khan
100	Jinnah-Wavel Correspondance	Sher Mohammad Garewal
101	Jinnah reinterpreted	Saad-R-Khairi
102	Mohammad Ali Jinnah Founder of Pakistan	Prof.Ziauddin Ahmed
103	Had there been no Jinnah	Salah Uddin Ahmed
104	Visitors of Quaid-i-Azam	Ahmed Saeed
105	Jinnah Linlithgo correspondance	DR.Waheed Ahmed
106	Jinnah the conqurer	Ibadur Rehman Khan
107	Quaid-i-Azam as an advocate	DR.Riaz Ahmed
108	The Founder	A.B.S.Jafri
109	Memories of Jinnah	K.H.Khurshid
110	Quaid-i-Azam's Perception of Islam and Pakistan	DR.Riaz Ahmed

معاونت

مآخذ و مراجع

وہ کتب جن سے راقم نے استفادہ کیا اور ان کتب سے اقتباسات بھی پیش کیے۔ اللہ پاک ان تمام مصنفین اور مؤلفین کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

(۱)	پاکستان میری محبت	ڈاکٹر صفدر محمود	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
(۲)	پاکستان کی قدر کریں	محمد اسحاق ملتانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
(۳)	قائداعظم گفتار و کردار	پروفیسر راشد علیگ	بک کارنر جہلم
(۴)	قائداعظم ایک ہمہ گیر شخصیت	محمد عثمان جان	بیکن بکس لاہور
(۵)	قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ	منشی عبدالرحمٰن خان	صدیقی ٹرسٹ کراچی
(۶)	قائداعظم سیرت و کردار کے آئینے میں	زاہد حسین انجم	الفصیل لاہور
(۷)	قائداعظم جناح برصغیر کا مرد حریت	شریف فاروق	مکتبہ اتحاد پشاور
(۸)	تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں	ناشر شریعہ اکیڈمی	اسلام آباد
(۹)	رشحات قائد	نجمہ منصور	
(۱۰)	قائداعظم اور مسلم تشخص	ڈاکٹر خالد علوی	الفصیل لاہور
(۱۱)	قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے	حمید رضا صدیقی	کاروان ادب لاہور
(۱۲)	قائداعظم محمد علی جناح شخصیت و کردار	کرم حیدری	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
(۱۳)	محمد علی جناح	وقار اصغر پرویز	مشتاق بک کارنر لاہور

(۱۴) چند نا قابل فراموش شخصیات	منشی عبدالرحمٰن خان	بک کارنر جہلم
(۱۵) حیات قائداعظم	پروفیسر سعید اللہ علیگ	بک کارنر جہلم
(۱۶) قائداعظم کا مسلک	سید صابر حسین شاہ	الغزالی اسلامک سنٹر دینہ
(۱۷) محمد رسول اللہ ﷺ کا پاکستان	عمیر محمود صدیقی	زاویہ پبلشرز لاہور
(۱۸) میری آخری منزل	جنرل اکبر خان	الفیصل لاہور
(۱۹) تعمیر پاکستان اور علماء ربانی	منشی عبدالرحمٰن خان	ادارہ اسلامیات لاہور
(۲۰) قائداعظم تقاریر و بیانات ۴ جلدیں	مترجم اقبال احمد صدیقی	بزم اقبال لاہور
(۲۱) پاکستان ایک نعمت ہے	محمد راشد	مکتبہ دارالعلوم کراچی
(۲۲) غازی علم الدین شہیدؒ	علامہ محمد عاطف قادری	خزینہ علم و ادب لاہور
(۲۳) سیرت امیر ملت	سید افز حسین شاہ	فریدی بک سنٹر کراچی
(۲۴) قائداعظم بارگاہ رسالت مآب میں	سید صابر حسین شاہ	بزم رضویہ لاہور
(۲۵) نقوش قائداعظم	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین	الاقمر انٹرپرائزز لاہور
(۲۶) جہانِ قائداعظم	پروفیسر محمد شریف بقا	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور
(۲۷) قائداعظم کو کس نے مارا؟	عبدالستار چودھری	جمہوری پبلیکیشنز لاہور
(۲۸) ہمارے قائداعظم	اعجاز احمد	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
(۲۹) قائداعظم کے خدوخال	محمد علی چراغ	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
(۳۰) اقبال جناح اور پاکستان	ڈاکٹر صفدر محمود	سنگ میل لاہور
(۳۱) دی گریٹ لیڈر جلد دوم	منیر احمد منیر	آتش فشاں لاہور
(۳۲) مقام و احترام قائداعظم	محمد سلیم ساقی	نذیر سنز لاہور
(۳۳) میرا پاکستان	مولانا الیاس گھمن	عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت سرگودھا
(۳۴) تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی	نور محمد قریشی ایڈووکیٹ	النور ۴ حافظ چیمبر ۳۰ لاہور

(۳۵) قائداعظم ابتدائی تیس سال	رضوان احمد	
(۳۶) قائداعظم محمد علی جناح معمار پاکستان	پروفیسر سجاد باقر رضوی	سنگ میل لاہور
(۳۷) پاکستان کوئز	وحید قیصر	الفیصل لاہور
(۳۸) بانی پاکستان قائداعظم کی زندگی کا روحانی پہلو	محمد ظہور الحسن قادری	نوریہ رضویہ لاہور
(۳۹) فتنہ انکار پاکستان	پروفیسر فتح محمد ملک	سنگ میل لاہور
(۴۰) اسلام، جمہوریت اور آئین پاکستان	محمد اسرار مدنی	ادارہ امت اسلام آباد
(۴۱) بانی پاکستان محمد علی جناح شخصیت و سیاست	ڈاکٹر ابوسلیمان شاہ جہاں پوری	سندھ ساگر اکیڈمی لاہور
(۴۲) قائداعظم کا تصور پاکستان	پروفیسر عبدالحق	تعمیر انسانیت لاہور
(۴۳) مولانا ابو الکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا؟	احمد حسین کمال	مکتبہ جمال لاہور
(۴۴) زمونږ قائداعظم (پشتو)	احسان اللہ کان دانش	نیشنل بک فاؤنڈیشن پشاور
(۴۵) قائداعظم کا ادھورا خواب	خالد شمس الحسن مترجم منیر احمد منیر	آتش فشاں لاہور
(۴۶) قائداعظم بیمثال شخصیت	سلیم چودھری	سنگ میل لاہور
(۴۷) قائداعظم نے کیا کہا؟	پروفیسر شریف بقا	مکتبہ شجر انسانیت لاہور
(۴۸) جناح رتی اور میں	مترجم شہاب الدین دسنوی	فضل بک سپر مارکیٹ کراچی
(۴۹) قائداعظم کیا تھے؟ کیا نہیں تھے؟	ڈاکٹر مبارک علی	تاریخ پبلی کیشنز لاہور
(۵۰) قائداعظم اور مسلم اقتصادیات کا احیاء	محمود علی مترجم سید اشتیاق الحسن	نیشنل بک فاؤنڈیشن
(۵۱) قائداعظم جناح میری نظر میں	مرزا ابوالحسن صفہانی	روٹا پرنٹ الحسینی کراچی
(۵۲) فرمودات قائداعظم	سردار محمد چوہدری	نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن
(۵۳) معمار پاکستان	سید قیصر عمر	دی چلڈرن قرآن سوسائٹی لاہور
(۵۴) ہمارے قائداعظم اردو	خورشید احمد انور	نیشنل بک فاؤنڈیشن
(۵۵) گستاخ قائداعظم چوہدری رحمت علی	منیر احمد منیر	آتش فشاں لاہور

(۵۶) قائداعظم کا پیغام	سید قائم محمود	الفیصل لاہور
(۵۷) مرقع قائداعظم	آغا اشرف	مقبول اکیڈمی لاہور
(۵۸) قائداعظم افکار و نظریات	صادق حسین طارق	بک سنٹر 32 حیدر روڈ راولپنڈی
(۵۹) ملت کا پاسبان محمد علی جناح	علی سفیان آفاقی	
(۶۰) قائداعظم مسلم لیگ اور تحریک پاکستان	محمد حنیف	نشریات لاہور

............اختتام............

محمد علی جناح ایک اسلامی مطالعہ

مصنف کا تعارف

نور اللہ رشیدی کا نام تقابل ادیان، صحافت، تصوف، تبلیغ اسلام کے میدان میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ آپ اس موضوع پر کئی کتب تصنیف اور تالیف کر چکے ہیں۔ ہم دعوت اسلام کا کام کیسے کریں؟، آئینہ صحافت، خلاصہ تصوف، ہندوؤں کو دعوت فکر، ہم اسلام میں کیوں داخل ہوئے؟ اور زیر نظر کتاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ 16 کتب لکھ چکے ہیں۔ اب تک آپ کے ہاتھوں پر 1786 غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں۔ تصوف و طریقت میں مشائخ تصوف سلاسل سے خلیفہ مجاز بیعت ہیں۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہزاروں مریدین اور سالکین آپ سے روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کو مشائخ تصوف میں سے جنہوں نے خلافت سے نوازا ہے چند کے اسمائے گرامی مولانا منظور احمد شامیؒ، مولانا احمد علی پنجگوریؒ، شیخ نثار احمد خان فتحیؒ، مولانا سید جاوید حسین شاہ، مولانا مفتی حسن، مولانا شوکت علی (انڈیا)، خواجہ عبدالغفور البخاری (بخارہ شریف)، مولانا محمد شریف (مزار شریف، افغانستان)، مولانا محمد الیاسؒ (فاضل دیوبند، کشمیر)۔

علوم ظاہر جن اکابر اور جید علماء سے حاصل کیے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں مولانا منظور احمد نعمانیؒ (فاضل دیوبند)، علامہ عبدالستار تونسویؒ (فاضل دیوبند)، علامہ نور محمد تونسویؒ (رحیم یار خان)، مولانا محمد یوسف (رحیم یار خان)، مولانا محمد ادریس (چارسدہ)، مولانا بشیر احمد الحسینی (شورکوٹ)، مولانا محمد امین اوکاڑویؒ، مولانا قاری مفتاح اللہ۔

اس کے علاوہ متنوع موضوعات پر آپ مختلف رسائل اور کتابچے بھی لکھ چکے ہیں۔ دینی و سماجی موضوعات پر آپ کے مضامین مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مختلف اخبارات میں کالم لکھتے ہیں۔ ٹی وی پروگرامز اس کے علاوہ ہیں۔ تین اخبارات کے آپ اسلامک ایڈیشن کے ایڈیٹر ہیں۔ ملک اور بین الاقوامی سطح پر اسلام اور وطن عزیز کا نام روشن کر رہے ہیں۔ کئی ممالک کے دورے کر چکے ہیں۔ مختلف دینی و عصری اداروں میں لیکچرز دیتے ہیں۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء سے محبت اور عقیدت کا رابطہ رہتا ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مذہبی و سیاسی قائدین سے آپ بہت احترام سے پیش آتے ہیں۔ وطن عزیز سے فرقہ واریت کو ختم کرنے میں آپ کا بڑا کردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریبات میں تمام مکاتب فکر کے علماء، مذہبی و سیاسی قائدین تشریف لاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب "محمد علی جناح..... ایک اسلامی مطالعہ" پر مختلف مکاتب فکر کے علماء، مذہبی و سیاسی قائدین، صحافی و وکلاء، سکالرز اور ڈاکٹروں کی تقاریظ اور تبصرے موجود ہیں۔ آپ بیک وقت عالم دین، شیخ طریقت، سکالر، صحافی، مصنف وغیرہ ہیں۔

ادارہ (النور ریفارمنگ سنٹر، اسلام آباد)

شائع کردہ: میٹرکس پبلی کیشنز
اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی
فون 051-5555820 موبائل 0300-5211201